U 5387

title - Marqa Adab (Part - 2)
creator - Murattiba Safdar Mirzapuri.
Publisher - Majtabai Press (Lucknow)
Date - 1923
Pages - 312
Subjects - Maqtoobaat; Khutoot; Makateeb; Raka'at.

[illegible]

مرقع ادب

حصّہ دوم

از

جناب صفدر مرزاپوری

جسمیں اُن نایاب خطوط کا مجموعہ ہے جنہیں ملک کے نامور ادیب اور سر برآوردہ حضرات نے ایک دوسرے کے نام لکھا ہے۔ اسمیں کا حرف حرف سند ہے ہر ہر فقرہ موتی کی لڑی ہے۔ زبان اُردو سیکھنے کے لیے موجودہ زبانِ اُردو کا بہترین مرقع ہے۔ ادبی خوبیوں کے علاوہ بہت سے نامور اور باکمال شعرا اور مشاہیر کے سوانح زندگی پر بھی روشنی پڑتی ہے اور ایک دوربین نظر کے لئے مکتوب و مکتوب الیہ حضرات کا خاصہ تذکرہ ہے۔ اکثر خطوط میں شاعرانہ نکات و حقائق پر بحث کی ہے کہیں شاعرانہ نوک جھونک ہے کہیں معاصرانہ چھیڑ چھاڑ کہیں لطیف ظرافت آمیز چٹکلے۔

قیمت دو روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ: صدیق بکڈپو امین آباد پارک لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرتبہ

عالیجناب صفدر مرزاپوری

دارالاشاعت صدیق بکڈپو لکھنؤ

مطبوعہ مجتبائی پریس لکھنؤ

فہرست مضامین

تعارف

ناظرین سے اُن حضرات کا جنکے خطوط مُرقع اَدب مین درج ہین

غالب نجم الدولہ مرزا نوشہ غالب نام مرزا اسد اللہ خان۔ آپ کا نام نامی دنیائے ادب مین محتاج تعارف نہین۔ یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ اُردو مین خطوط نویسی کی نئی ایجاد کا سہرا آپ ہی کے سر رہا۔

امیر الانشا دبیر الملک سید علی اصغر صاحب ناظم ریاست ٹونک۔ آپ اُردو مین ایک خاص طرز تحریر کے موجد ہین آپ کے خطابات آپ کے کمالات کے سامنے شرمندہ ہین اُردو ادب کے والہ و شیدا ہونے کے علاوہ صاحب تصنیف و تالیف بھی ہین۔

اوج۔ نام مرزا محمد جعفر خلف مرزا دبیر مرحوم آپنے فن مرثیہ گوئی کو کمال پر پہونچایا فن شعر مین آپ کی تحقیق کا پایا بہت بلند تھا جس کی شہادت آپ کی تالیف موجود ہے۔ نثر مین آپ کو مزاولت کم تھی یہ ایک خط بطور یادگار نمبر کا درج کیا گیا۔

اعظم۔ سید محمد اعظم لکھنوی آپ کا تخلص مذاق ہے اور وطن کان پور کسی زمانہ مین شاعری کا شوق تھا کہتے تھے اور اچھا کہتے تھے نثر کا نمونہ یہ خط ہے۔

ادیب نام محمد لال خان صاحب آپ کو اُردو ادب سے خاص دلچسپی ہے پولیس مین ہیڈ کانسٹبل ہین نثر بھی اچھی لکھ لیتے ہین۔

باسط۔ نام باسط علی جناب جگر بسوانی کے ارشد تلامذہ سے ہین شاعری سے بیحد ذوق ہے ملک کے اچھے کہنے والون مین انکا شمار ہے ملک کے اعلیٰ درجہ کے اخبارات و رسالے انکے کلام سے مستفیض ہوتے ہین۔ نثر کا نمونہ ان کے یہ خطوط ہین جو مرقع ادب مین درج کئے گئے ہین۔

بشیر۔ نام بشیر احمد خان صاحب سب انسپکٹر پولیس ہین یہ ایک خط جو اس مرقع مین درج کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اُردو ادب کے دلدادہ ہین اور خود بھی اچھا لکھنے کی کوشش کرتے ہین۔

بیصبر۔ نام محمد اسحاق وطن بریلی۔ آپ ملک کے مشہور انشا پرداز ہیں مگر باوجود اس کے کہ جناب بسمل بریلوی نے بیصبر صاحب کے خطوط مجھے بہت سے دیئے تھے اور میں نے پانچ چھ قطعہ خط انتخاب بھی کئے مگر وہ اوراق کتابت کے وقت اصل مسودہ سے کھو گئے جس کا مجھے بیحد افسوس ہے اصل موجود ہے بشرط حیات تیسرے حصہ میں یہ خطوط درج کئے جائیں گے۔

ثابت۔ نام افضل حسین وطن لکھنؤ غزل گوئی میں آپ حضرت امیر مینائی رح کے شاگرد ہیں مرثیہ گوئی میں مرزا دبیر مرحوم کے خاندان سے تعلق ہے آپ کی انشا پردازی و قابلیت مسلم ہے۔ حیات دبیر کے دو حصے جس محنت و عرق ریزی سے آپ نے لکھے اس کا تعلق دیکھنے سے ہے جو مولف کی قابلیت کی تحریری دستاویزیں ہیں۔

جلال فخر شعرائے ماضی و حال نام سید حکیم ضامن علی وطن خاص لکھنؤ۔ آپ ملک کے مستند اساتذہ حضرت امیر مینائی رح و فصیح الملک جناب داغ مرحوم کے معاصرین میں تھے چار دیوانوں کے علاوہ رسالہ تذکیر و تانیث بھی آپ کی تالیف ہے سرمایہ زبان اردو جو اردو کا بہترین لغت ہے وہ بھی جناب جلال ہی کے نام سے منسوب ہے۔

جاوید۔ نام سید محمد کاظم آپ کا نام غلطی سے بندے کاظم مشہور ہو گیا آپ لکھنؤ کے ایک خاندان اجتہاد سے تھے لکھنؤ کے مشاہیر اور سلطان العلما کے استاد تھے آپ کے کلام میں درد و اثر کے علاوہ رنگینی زیادہ تھی۔

جمیل نام سید جمیل احمد وطن سہسوان شاعر دربار ریاست بھوپال آپ ملک کے مشاہیر اساتذہ میں ہیں عربی، فارسی میں منتہی ہیں تاریخ گوئی میں آپ ہی اپنی نظیر ہیں میرے خاص عنایت فرما ہیں۔

جالب۔ آپکا تخلص اس قدر مشہور ہے کہ اصل نام کے لکھنے کی ضرورت نہیں اخبار نویسی میں آج حضرت جالب دہلوی کا جواب نہیں آپ کی وسیع معلومات نے آپ کو اخباری دنیا میں ممتاز بنا رکھا ہے اس وقت اخبار ہمدم جس کی چار دانگ عالم میں کافی شہرت ہے آپ ہی کی اڈیٹری میں نکل رہا ہے۔ شاعری میں فصیح الملک حضرت داغ کے شاگرد ہیں مگر روزانہ اخبار کی اڈیٹری اتنی اجازت نہیں دیتی کہ شعر و سخن کی طرف آپ رخ کریں۔

حامد۔ نام سید محمد محمود وطن لکھنؤ۔ آپ کا شمار ان باکمال اساتذہ میں ہے جو اس وقت انگلیوں پر گنے جاتے ہیں تحقیق و تدقیق میں آپ کو ید طولیٰ حاصل ہے حضرت وصل بدیر قع کو آپ کی

شاگردی کا فخر حاصل ہے۔

خالد۔ نام مولوی محمود الرب گو آپ کا وطن بنگالہ ہے مگر نثر ایسی پیاری اور دلفریب لکھتے ہیں کہ جس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے انشاءاللہ مرقع ادب کے تیسرے حصے میں جو خطوط آپ کے باقی ہیں وہ بھی شامل کیے جائیں گے۔

عظیم۔ نام مولانا مولوی سید سبحان اللہ صاحب رئیس اعظم گورکھپور۔ آپکو نثر و نظم دونوں میں ید طولیٰ حاصل ہے آپ کے تبحر علمی مذاق سلیم سخن فہمی کا ایک زمانہ قائل ہے سخاوت میں حاتم دوراں شجاعت میں رستم زماں ہیں۔ ایک ادنیٰ سخاوت یہ ہے کہ ایک مطلع کے صلہ میں لسان الملک حضرت ریاض کو ایک ہزار کی رقم مرحمت فرمائی۔ حال ہی میں علیگڈھ مسلم یونیورسٹی کو اپنا کتب خانہ جس میں کئی لاکھ روپیہ کی گراں بہا کتابیں تھیں دیکر ملک و قوم پر ایک احسان عظیم فرمایا۔ سبحان اللہ۔

شبلی۔ شمس العلما علامہ شبلی نعمانی وہ باکمال بزرگ گذرے ہیں جنکے تعارف کی چنداں ضرورت نہیں جسکے شاہد عینی آپ کی تصانیف و تالیف ہیں۔ فن تاریخ دانی میں ہندوستان میں تو کیا یورپ میں بھی آپ کا جواب نہ نکلے گا آپ کے کمال پر آپ کے وطن اعظم گڈھ کو جسقدر بھی فخر ہو کم ہے۔

شفق۔ نام بابو کنجبہاری لعل صاحب۔ میں ان سے واقف نہیں محبی تمنا لکھنوی نے انکا ایک خط جو نظم میں ہے مع اپنے جواب کے مجھے مرحمت فرمایا تھا۔ تمنا حضرت جاوید لکھنوی کے ارشد تلامذہ ہونے کے علاوہ عزیز خاص بھی ہیں شعر اچھا کہتے ہیں اور اپنے استاد کے جانشین بھی ہیں۔

حصیر۔ نام مولوی محمد احمد صاحب خلف اکبر حضرت امیر مینائی مرحوم استاد اعلیٰحضرت نواب صاحب رامپور۔ آپ ماہر فن ہیں عربی فارسی کی کتابیں بھی لکھی ہوئی ہیں مگر شاعری کی طرف توجہ کم ہے بے انتہا خلیق اور منکسر مزاج ہیں۔

علیم۔ نام محمد علیم خان وطن الہ آباد۔ لسان العصر حضرت اکبر مرحوم کے ارشد تلامذہ میں ہیں۔ شاعری میں نازک خیالی اور بات میں بات پیدا کرنا خاص ان کا حصہ ہے تلہر ضلع شاہجہانپور میں سکریٹری میونسپل بورڈ تھے اب آجکل لکھنؤ میں قیام ہے۔

عاصی نام احمد خان وطن کسمنڈی آستانہ واقف ہون کہ آپ اودھ پنچ مرحوم کے نامور و قابل نامہ نگارون مین تھے اور ظریفانہ رنگ مین خوب لکھتے تھے۔

عزیز نام خواجہ عزیز الدین وطن لکھنؤ آپ کی فارسی دانی کی ہندوستان ہی مین نہین بلکہ ایران مین بھی شہرت تھی مثنوی ید بیضا کا جواب آپ ہی کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔

مولانا عثمان جعفری ایم اے رشک خاقانی و انوری آپکا وطن مچھلی شہر ضلع جونپور ہے آپکو زبان اُردو سے سچی محبت ہے آپکا طرز تحریر سب سے نرالا ہے آپنے زبان اُردو مین ایک نئی روح پھونکی ہے میرے اصرار پر مرقع ادب کا مقدمہ لکھنے کی زحمت گوارا فرما کر مجھے رہین منت فرمایا۔

مولانا محمد عبدالحق بی اے پرنسپل کالج و آنریری سکریٹری انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن آپ محسن زبان اُردو ہین اُردو کو آج آپ ہی کی ذات والا صفات پر ناز ہے اُردو کی عزت و پائداری جناب ہی کے دم سے ہے آپ جو خدمت اُردو کی اپنے رسالہ "اُردو" کے ذریعہ سے کر رہے ہین وہ اہل ملک کے لئے باعث فخر ہے آپنے قواعد اُردو تصنیف فرما کر اُردو کو رہتی دنیا تک رہین منت بنالیا آپ کے احسانات سے زبان اُردو قیامت تک سبکدوش نہین ہوسکتی دل سے دعا ہے کہ آپکا سایہ ہمیشہ یون ہی زبان اُردو کے سر پر اللہ رکھے۔

عشرت نام خواجہ عبدالرؤف وطن لکھنؤ آپ ۴۰ سال سے لگاتار ادبی خدمت کر رہے ہین ملک کے وسیع رسالون اور اخبارون مین آپ کے ادبی و تاریخی مضامین برابر شائع ہوتے رہتے ہین آپ کی تصانیف و تالیف سے تشنہ کامان ادب اپنی پیاس بجھاتے ہین آپ کی کتابین ملک مین بہت مقبول اور فائدہ رسان ہین آپ کے تلامذہ ملک مین بکثرت پائے جاتے ہین۔

مشتاق نام بہاری لعل وطن دہلی مرزا تو شہ غالب کے شاگرد ہین کلام پاکیزہ اور شاعرانہ عیوب سے پاک و صاف ہوتا ہے اس سے زیادہ مین واقف نہین۔

مضطر۔ اعتبار الملک خطاب۔ نام افتخار حسین۔ وطن خیرآباد تلمیذ حضرت امیر مینائی رح آپ اصناف سخن پر قادر تھے اور ملک کے مشاہیر شعرا کی صف اول مین آپ کی بھی کرسی تھی افسوس کہ حال ہی مین آپنے اس دنیا کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہا۔ نثر بھی شاعرانہ طرز کی ہوتی تھی

محشر نام مرزا کاظم حسین وطن لکھنؤ آپ ملک کے مشہور شعرا مین ایک امتیازی درجہ رکھتے

ہین آپ کا دیوان "آفتاب محشر" اور قصائد کا مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے ایک خصوصیت آپ مین یہ ہے کہ اگر دشمن کا بھی شعر اچھا ہے تو اس کی داد دینے مین تامل نہین فرماتے۔ پہلے حضرت جاوید مرحوم کے شاگرد تھے بعد کو حضرت عارف نبیرۂ انیس مرحوم کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔

شیخ محمد مختار احمد عرف منے میان قدوائی بی اے ایل ایل بی رئیس تعلقدار ضلع بارہ بنکی آپ ایک طباع و ذہین نوجوان ہین نثر مین متانت کے ساتھ شوخی کا بھی جزو ہے۔ خدا نگاہ بد سے محفوظ رکھے۔

مشتری نام بی مشتری جان وطن لکھنؤ شاعری مین حضرت شمس سے تعلق تھا لکھنؤ کی مشہور معروف طوائف نثر مین بھی شاعری کی طرح قدرت حاصل تھی جس کا نمونہ یہ خط ہے جو مرقع ادب کی زیب و زینت مین صرف کیا گیا۔

سید نصیر الدین تمنا وطن الہ آباد آپ اودھ پنچ اپنچ کے نامور نامہ نگار تھے ظریفانہ رنگ مین بہت خوب لکھتے ہین میرے خاص عنایت فرما ہین ۱۹۰۷ء مین جب الہ آباد مین میرے اہتمام سے اخبار "اسرار عالم" نکلتا تھا اس مین بھی آپ کے مضامین شائع ہوا کرتے تھے۔

نیر نام مولوی نور الحسن بی اے ایل ایل بی وطن کاکوری ضلع لکھنؤ آپ حضرت مولانا محسن کاکوروی کے قابل و ہونہار فرزند دلبند ہین آپ کے ادبی ذوق نے آپ کی وکالت چھڑوا دی علاوہ عالم و فاضل ہونے کے آپ ایک خزانہ تحقیق کے بھی مالک ہین جس سے آپ کا نام بقائے اردو تک قائم رہے گا۔ (نور اللغات)

واقف نام سید محمد افضل وطن الہ آباد۔ مین صرف اسی قدر واقف ہون کہ آپ نظم و نثر اردو کے دلدادہ ہین نثر کا نمونہ آپ کا یہ خط ہے جو مرقع کے دامن پہ ٹانک دیا گیا ہے۔

ہادی نام محمد ہادی بی اے ایل ایل بی وطن مچھلی شہر ضلع جونپور۔ آپ کی دلآویز نظمین اور دلفریب غزلین ملک کے رسالون اور اخبارون مین کثرت سے شائع ہوا کرتی ہین جو آپکی قابلیت و ہمہ دانی کا آئینہ ہین۔

نوٹ: جن حضرات کا تعارف مرقع ادب حصہ اول مین ہو چکا ہے انکے مکرر تعارف کی یہان ضرورت نہین سمجھی گئی۔ صفدر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

دنیا مین جتنی ترقی اور زندگی کے ساتھ دلچسپی ہے اُسکی محرک اور مؤثر قوت ادبیات کی ہے نثر ہو یا نظم دونون مین دور گذشتہ کے انسانی علم وعمل کے کارنامجات محفوظ ہوتے ہین جن کے پڑھنے سے آنیوالی نسلون کو تحریک پرواز و اقدام کی ہوتی ہے۔

تاریخ قومون کی زندگی مین بہت کافی اثر اور وزن رکھتی ہے یہ ادب کے ذخائر تخیل وعمل کا شعبہ اہم ہے اسی طرح موجدون محققون سیاحون اور مدبرون کے حوالجات اور مذاکرات گو علوم وفنون کے تعینات کے لحاظ سے جداگانہ حیثیت رکھتے ہین مگر دراصل اُن کا مجموعہ حروف وسطور ادب کے ضمیمے ہین اور ادب ہی کا وجود دنیا مین موجب زندگی وروح پیمائے عمل ہے جسطرح نظم کا مؤثر طریقہ رباعی کے اختصار مین ہے اُسی طرح نثر کا مؤثر طریقہ خط مین ہے دنیا کی ہر زبان مین خطوط کا مجموعہ ہے اور بعض مشاہیر فضلا کے اخص ترین خصوصیات دماغی کا جوہر خطون کے اندر پایا جاتا ہے۔

یورپ کے بعض سیاسی انقلابوں مین گمنام لکھنے والون کے خطون نے خیالات حریت وجذبات ایثار کی آتش افروزی مین بہت اشتعال دیا ہو دنیا کے کرام

کے بیشتر روحانی کارنامجات اور ان کے تعلیمات حقائق و معارف کا اکثر و بیش خلاصہ ان کے مکاتیب اور رقعہ جات مین محفوظ ہے۔ مین نے ہر قسم ادب کا پہلا حصہ طبع و شایع کر کے حلقۂ ادب و بزم شاعری کے متمکنین کا شوق زندہ رکھا ہر طرف سے اعتراف نامے۔ مشاہیر شعراے ادب کے دلچسپ و کار آمد خطوط اور قدیم و جدید اساتذہ کے ادبی جواہر ریزے میرے پاس آنے لگے۔ مین نے سب کو دل کے جواہر خانہ مین جگہ دی اور مزید تلاش و فکر مین رہا۔ اس مدت مین گردش روزگار نے میرے لیے مصائب اور افکار کے ہزارون عالم پیدا کر دیے۔ سب سے زیادہ مجھے اپنی جسمانی صحت کا رونا رہا اور وہ دیگر لوازمات بھی جو شاعر کو "قالوا بلےٰ" کے بعد تقدیر مین نصیب ہوتے ہین۔ میرے لیے قید مجلس اور سامان پابستگی ہو گئے۔ یہان تک کہ پا شکستہ ہونے کے بعد دست راست کا انگوٹھا بعض زخمون اور تکلیفون کے باعث قطع کیا گیا۔ بار بار کے عمل جراحی اور اس استخوان تراشی نے کچھ دنون کے لیے قلم میرے ہاتھ سے چھین لیا۔ اور جس آسانی سے مین ریزہاے ادب و شاعری کو چن چن کر اپنے کاغذات مین رکھتا تھا وہ ختم ہو گئی۔ مگر پھر بھی مین اپنی دُھن مین لگا رہا۔ گلچین چمنستان کے پھولون کو چنتا ہے محقق و متجر آثارات پرانے کھنڈرون سے قومون اور مختلف مدارج تہذیب کے نشانات کا پتہ لگاتا ہے اور شاعر و ادیب خیالات اور جذبات کو جمع کرتا ہے۔ مین نے زمانہ کے لیت و لعل اور افتاد و گردش کا مقابلہ کرتے ہوے بہترین اور موثر ترین خطوط کو اس طرح جمع کیا جسطرح جوہری موتیون اور ہیرون کے ٹکڑون کو مضمون آراستگی کرتا ہے۔ جو خطوط مین نے فراہم کیے اور انکو اب ملک کے

سامنے پیش کرنے کی عزت حاصل کی ہے وہ اپنی خصوصیات۔ اپنی ادبی رنگینی اور
شان قدیم کے لحاظ سے فرد ہین۔

یہ زبان اُردو کی مقبولیت اور ہمہ گیری ہے کہ اُس نے ایشیا مین اب وہ جگہ حاصل کرلی ہے جو فرانسیسی زبان کی یورپ مین ہے۔ اسکی ہر دلعزیزی و وسازگاری علوم و فنون اِس سے ظاہر ہے کہ اب یونیورسٹیان اپنے تعلیمات و افادات اسکی وساطت سے پھیلانا چاہتی ہین جسطرح پانی اپنی روانی مین قدرتی جزر و مد کی کیفیت رکھتا ہے اور ہر سطح کا پیمانہ برابر کرلیتا ہے اُسی طرح اُردو زبان مین جو قوت جاذبہ اور جو سیل دستی ہے اُس نے اسکو دنیا کی زندہ اور جوان زبانون مین شمار کرا دیا ہے،

اس لیے اِس سے قطع نظر کرتے ہوے صرف دُو دُو باتین ناظرین سے کرکے اپنے ناچیز انتخاب کو جسمین مُلک کے مشاہیر اہل قلم کی نکتہ سنجیون اور مضمون آفرینیون نے جگہ پائی ہے، نذر ناظرین کرتا ہون یہ مرقع اُن پیاری پیاری تصویرون کا البم ہے جسمین اُردو کی تکمیلی سچیلی زبان کی ترقی کا راز مضمر ہے۔ اسمین کسی کافر کو کلام ہوسکتا ہے کہ تمام قومی ضرورتون مین زبان کی ترقی نہایت ضروری ہے، روزمرہ کے کامون مین اُردو سے بہتر کوئی زبان نہین اُسکی شاعری نہایت حسین روح پرور ہے جب کبھی کسی شاعر کے قلم سے زبان کے سانچے مین ڈھل کر کوئی شعر نکل جاتا ہے پڑھنے والون اور دیکھنے والون کو اتنی بھی اجازت نہین دیتا کہ وہ دونون ہاتھون سے کلیجا تو سنبھال لین مثلاً لسان الملک حضرت ریاض فرماتے ہین ؎

بڑے صاف باطن بڑے پاک طینت ❘ ریاض آپکو کچھ ہمین جانتے ہین

ہمارا تو دعویٰ یہ ہے کہ ہماری زبان کی شیرینی اور جامعیت پرانی زبانوں سے اگر آگے نہیں نکل گئی ہے تو کسی سے پیچھے بھی نہیں رہی۔ یہ اور بات ہے کہ آجکل کے نئے تعلیمیافتہ ضد سے اسکی قدر نہ کریں۔

اہل عرب نے اپنے اقبال کے دور میں پہلے لٹریچر ہی کو درست کیا۔ پھر علوم یونانی کی طرف توجہ کی اور شاعری جو فطرت نے انسان کے غم غلط کرنے کو دی ہے اپنی زبان کے سوا کسی اور زبان میں بھلی نہیں معلوم ہوتی کسی قوم کو غیر زبان کی نغمہ سرائی کر کے اپنی طبیعت بہلاتے نہیں دیکھا۔ اہل عجم باوجود اسکے کہ علوم یونانی کے والہ و شیدا رہے انھوں نے یونان کی شاعری کیطرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

اُردو ہی سے ہماری ہستی کا ثبوت ہے جبتک اُردو ہے ہمارا مٹنا ناممکن ہے۔ اور جبتک ہم ہیں اُردو کو بھی نہ مٹنا چاہیئے۔ ہم تمام ہندوستان کی زبانیں اپنی زبان میں ملا سکتے ہیں۔ جب عربی، فارسی، سنسکرت، ہندی، انگریزی زبان کے الفاظ جذب کرنے کی اسکو قوت حاصل ہے تو اس سے کس کو انکار ہے کہ اُردو کو کسی سے عار نہیں کسی سے تکرار نہیں۔

اس دور میں لکھنے والے تو بہت اچھے ہیں مگر بقول خان بہادر سید ناصر علی ایڈیٹر صلائے عام" دنیا میں اچھے خط و خال کی ہزاروں پیاری تصویریں ہیں آپ جیسے مہر ہے وہ بات کچھ اور ہے۔ عشق کو آب رنگ جہان اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے نیرنگ میں عجیب لطف ہے۔ رنگ روئے نگار اور ہے۔ رنگ بہار اور ہے۔ دم سرد اور، نسیم سحر اور، چشم پُرخون اور، مئے گلگون اور، بُلبل کی نغمہ سنجی اور نافہ ......

کی کو کو اور اسی طرح ہر چیز خاص لطف رکھتی ہے۔ اس مرقع میں بھی مختلف انشاپرداز کے لٹریچر کے نمونے ہیں جنمیں شستگی عبارت شیرینی گفتار ادا ے بیان اور لطف زبان کے ساتھ وسیع معلومات کا ذخیرہ آپ ملاحظہ فرمائینگے۔

ملک کے اہل نظر ادب کے عروج اور ترقی کا ذریعہ اس ادبی خدمت کو اگر قرار دیں تو ایک حد تک میں خود کو کامیاب سمجھ سکتا ہوں۔ کیونکہ ان نادر و نایاب خطوط کی تلاش میں مجھے بڑی بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا اور اس بے سروسامانی میں سفر کی زحمتیں بار بار اٹھانا پڑیں۔ جہاں کہیں غالب مرحوم کے غیر مطبوعہ خطوط کا پتا چلا۔ وہیں پہونچ گیا۔ کم سے کم اصل نہیں تو نقل ضرور مل گئی۔ بجز ایک صاحب کے جنکی ذات نے نقل بھی دینا گوارا نہیں کیا بلکہ نقل کیا ہوا اسودہ میرے ہاتھ سے واپس لے لیا۔ اللہ تعالی ایسے دلدادگان زبان کو اپنے ہی پاس بلا لے تو اچھا میں ایسے حضرات کا نام لکھنا اپنے مرقع کی توہین سمجھتا ہوں۔ بہر حال جہاں تک مجھ سے ہوسکا میں نے اس مرقع کی دلچسپی کے سامان فراہم کرنے میں کمی نہیں کی۔ انسان اپنے امکان بھر محنت کرتا ہے مگر

قبول خاطر و لطف سخن خداداد است

یہ میرے بس کی بات نہیں۔ دعا ہے کہ میرا یہ ناچیز انتخاب اہل نظر کا نور نظر بنے اور کامیابی کا سہرا ذوق و غالب و امیر و داغ و جلیل و اختر کے سہرون کی طرح میرے سر رہے۔

میں آخر میں مندرجۂ ذیل محترم احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے اساتذہ و احباب کے خطوط میری ناچیز استدعا پر مجھے مرحمت فرما کر مرقع کو مرقع بنا دیا۔

مثلاً امیر الانشا دبیر الملک سید علی اصغر صاحب ناظم ٹونک۔ مولوی عبد الغفور صاحب شہرا استانوی۔ ڈاکٹر عبد الغفور صاحب بسمل بریلوی، حضرت محشر لکھنوی، حضرت دل شاہجہان پوری، حضرت خواجہ عشرت لکھنوی، مجتبیٰ قاضی زاہد حسین صاحب نیتنوی۔ مولوی احسان اللہ خان صاحب احسان بہادر گڈھوی۔ چودھری رحم علی صاحب بی اے سب ایڈیٹر ہمدم۔ چودھری شفیق الزمان صاحب تعلقدار سید مقبول حسین صاحب وصل بلگرامی۔ جناب قاضی محمد خلیل صاحب حیران رئیس اعظم بریلی، اسی طرح اور افراد کتہ سنج بھی شکر گذاری کے قابل ہین جنسے مجھے مدد ملی بہ خصوصیت میرے محترم دوست و محسن شاہ نذیر ہاشمی، در شک خاقانی داوری مولانا عثمان جعفری۔ ایم اے پروفیسر سٹی کالج حیدر آباد دکن کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہون جنکو اردو سے سچی محبت ہے۔ آپ نے ایسے ایسے دلچسپ خطوط مرحمت فرمائے جن کی زیادہ تعریف بھی کم ہے، آپ نے میری استدعا پر مرقع کا مقدمہ لکھنے کی زحمت گوارا فرمائی، مقدمے کا ایک ایک فقرہ اردو دان اصحاب کے لیے خاص لطف کا باعث ہوگا۔

افسوس بعض احباب نے خطوط ایسے وقت بھیجے جب مین مرقع کو مرتب کر چکا تھا، اب یہ نادر خطوط غالباً تیسرے حصہ کی رونق بڑھائینگے

خادم ادب

صفدر مرزا پوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ستم است گر ہوست کشد کہ بہ سیر سرو سمن درآ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدۂ در دل کشا بہ چمن درآ

اُردو کو وجود مین آئے تقریباً ساڑھے تین سو برس سے زیادہ زمانہ گذر چکا اِس عمر کو دیکھتے یہ اُسکے طفلی کا دور ہے اور دوسری زبانون پر نظر کرتے ہوئے اُسکے بچپن کا زمانہ جان جانان پر رحمت خدا کی۔ میر تقی، سودا، ناسخ، آتش۔ ذوق مومن انیس دبیر داغ، امیر کے مزار زیارت گاہ نیازمندان رہین کہ اُردو بھی اُنکے دم سے زبان ہونے کا دم بھرنے لگی اور بزم زبان مین وہ شہ بالی لجالی اسہی جگہ پانے کے لایق ہوگئی۔

اِسکی تاریخ پر نظر ڈالتے ہوئے اچنبھا ہوتا ہے کہ کب پیدا ہوئی کسطرح پلی اور بڑھی بن سنور کر عروج حاصل کیا اور کہان سے کہان اسمین لطافت کا سرمایہ مہیا ہوا۔

کل کی بات ہے کہ اسمین چند دیوانون کے سوا کچھ نہ تھا زبان صرف شاعری تک محدود تھی لطف زبان صرف نظم تک تھا، اسکے نثر کا دامن علم و خیال کے ستارون سے مُعرّی تھا نہ اسمین بُولی ٹھولی کا مزا تھا نہ لطف سخن و لذت کلام نہ اسمین وہ اثر کیفیت جو نظم مین اور اشعار مین تابان نظر آتا اور جن کے پڑھنے سُننے سے اکثر وجد کا عالم طاری ہوجاتا اور ایک سنجیدہ اور متین انسان بھی وجد مین آکر رقص کرنے لگتا۔

اگلون نے جو کچھ کہا اُن کا اندوختہ گنتی کے دیوانون مین محدود تھا، غرضیکہ

اس لائق بھی نہ تھی کہ کوئی اسکو لکھنے پڑھنے کا آلہ بناتا ہر کہ ومہ فارسی انشا پر جان دیتا
تھا اپنے پرائے سب بیگانگی برتتے رہتے تھے، سرمست ازلی غالب کی صداؤن نے
دو چار دوست آشنا پیدا کر دیے، آزاد نذیر احمد بھی اُسی زمانہ کے ثمر شیرین ہین اُردو
جنکے جنبش قلم کی ہمیشہ بلائین لیا کریگی سرسید مرحوم کا بھی یہی زمانہ تھا اُن سے جو کچھ
ہوسکا کیا الحمدللہ کہ وہ چند دانے حالی و شبلی کیسے خرمن اُردو مین چھوڑ گئے
سرشار اور شرر کے نام بھی اُردو لٹریچر مین ہمیشہ نظر امتیاز سے دیکھے جائینگے شوق
اور ریاض کے ستایش مین بھی دنیا ہمیشہ رطب اللسان رہیگی اور اب تو اس
برات کے بھی نوشہ ہین آئے دن ان کا جھرمٹ چشم بد دور رشک انجم
غیرت پروین بن رہا ہے (ضرورت ہے شاعرون کے خمخانہ کے مثل ان کا بھی
مے خانہ بنے) غرض کل اُردو کیا تھی اور آج کیا ہو گئی الحمدللہ اسمین سب کچھ ہے
اور جس سرعت کے ساتھ یہ اپنے ترقی کے مدارج طے کر رہی ہے اُمید ہوتی ہے کہ
جس رتبے تک یہ پہونچنا چاہتی ہے ایکدن ضرور پہونچ کر رہیگی اور زمانہ کا ہاتھ
خود اسکو سانچے مین ڈھال رہا ہے اسکی سادگی مین لطافت اور لطافت مین
حقیقی شاعری کا رنگ پیدا ہوتا جاتا ہے؛

کسی زبان کے ارتقا کا یہ نمایان نشان ہے کہ اسمین ادب کے لطیف سرمایہ کی
بہتات ہو الحمدللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس شاہد ناز کا دامن ایسے سلیقے ستارون سے
خالی نہین ہے، وہ اپنے رنگین آنچلون مین دل پسند بیلون کی چھاؤن مین جو نوبنو
آئی ہوئی ذات کی پریون اور جنت کی حورون کو شرما رہی ہے اور آئے دن اپنے
پرستارون کی ذرہ پروریون سے ان نزاکت آفرین خصوصیات کی ملکہ بن رہی ہے

جنکے بناپر اگرده دُنیا کی آبرو دار زبانون پر تفوق نہین رکھتی یا ترجیح کا حق اُسے حاصل نہین ہوتا تو بھی ادب القدما کے مقابلہ مین ڈھن بھکر دلکش اداؤن کے ساتھ ضرور پیش ہو سکتی ہے ہزارون تشبیہین اُسکے آغوش نازمین ایسی ہین کہ جو ہم ایسون کو ہزارہا مرغ بسمل کی طرح تڑپائے بغیر نہین چھوڑتین اُسکے روزمرہ اُسکے محاورے اور اُسکے نغمہ ریز الفاظ پر جان دینے کو جی چاہتا ہے اُسکا ہر فقرہ نشتر اس کی ہر بات دوستانہ جو دل مین اثر کیے بغیر نہین رہ سکتی،

باوجود اہل ملک کی پے در پے بے اعتنائیون اور متعدد بے عنوانیون کے اُسکی ترقی کی رفتار اور رفتار کی برق جولانیون کو کون کہ سکتا ہے کہ معجز نما نہین ہے

یہ روز روز ترقی پہ حُسن ہے اُن کا — کہ صورت انکی مجھے بھول بھول جاتی ہے

بیسون رکاوٹین اسکے نشو ونما مین اُسکے اُٹھان مین وقتاً فوقتاً ہوئین بے شبہ ایک طبعی افتاد سے بڑھنے والی چیز کے کچھ دن کو رکھاو پر اُوس پڑ جانے کا ڈر تھا، لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہین رہتی جب اُسکے اس رس بھرے شباب پر نظر پڑتی ہے اور دیکھتا ہون کہ اُس کا حُسن وجمال دن دن نکھر کر آنکھون مین کھپا جاتا ہے

مین ان تغیرات و تلونات کو دیکھکر اس نتیجہ پہ پہونچا ہون اور ببانگ دہل کہنے پر آمادہ ہون کہ اب دُنیا کی کوئی طاقت اُردو کو فضائے عالم مین بڑھنے اور پھیلنے سے روک نہین سکتی، دور کیون جایئے اُردو لٹریچر کے سرمایہ پر ایک سرسری نگاہ ڈال لیجیے تو آپ کو خود اس کا اندازہ ہو جائیگا۔ کل اس کا ذخیرہ متاع بیش بہا سے خالی تھا، کل اسکے جواہرخانہ مین آبدار بیش قیمت موتیون کا کال تھا کل اس کا باغ دلربا اور نکہت آفرین پھولون سے بھرا نہ تھا آج آپ آیئے اسکے بہار آفرین منظر کا تماشا دیکھیے

میرا ذمہ اگر آپ دل تھام نہ لیں کلیجا تھامنے لگیں آپ بے چین نہ ہو جائیں اُف کی چنگاری زبان نہ جلائے آنکھیں کھلی کی کھلی نہ رہ جائیں ؎

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے — دیکھ لے آ کے جس کا جی چاہے

کل کی بات ہے کہ طاق پر رکھنے یا میز پر سجانے کے لیے دو ایک گلدستے بھی مشکل سے نصیب ہوتے تھے، آج دیدہ زیب دلفریب کتنے رسالے سدا بہار گلچیں بنے ہوئے اپنی نکہت سے فضا کو بسا رہے ہیں مختلف علم و فن کی کتابیں نظر افروز ہو رہی ہیں، دائرہ تصنیف و تالیف کس قدر وسیع ہو گیا ہے اشاعت اور طباعت کی مشاطہ کس طرح اُن کو سُرمہ ارباب نظر کر رہی ہے،

اِن حالات پر نظر کرتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ دور بلاشبہ اُردو کی ترقی کا دور ہے مگر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ جو کچھ اُسے کرنا تھا کر چکی یا جو کچھ اُسکے لیے ہونا تھا ہو چکا ابھی اُسے بہت کچھ حاصل کرنا ہے جو کچھ ہوا ہو مشتے نمونہ از خروارے اور جو کچھ کیا گیا ہے قطرہ از عمان یا دانہ از خرمن کی مثال ہے اُردو کی رونق اُردو کا کمال برسوں کا کام ہے دنیا کا موجودہ تمدن صدیوں کی گردش کا نتیجہ ہے اور پھر ان وسائل اور لوازمہ کے انصرام اور تکمیل کے ساتھ ساتھ جو کمال اُردو کے لیے ناگزیر ہیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ نا آشنایان سخن کو کس طرح اُردو زبان کا دلدادہ بنایا جائے اور اُن کی طبیعتوں میں اُردو کی دلچسپی کیونکر پیدا کی جائے وہ لوگ اس کو کم مایہ سمجھے ہوئے ہیں پاس پھٹکتے تک نہیں

کسی زبان کی ترقی اور عروج کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا ادب پروان چڑھے اور اس کا حسن پردے سے نکلکر عالم آرا ہو جائے ملک کے مختلف حصوں میں اہل زبان کی خصوصیت پیدا ہو اور زبان دانوں کی سی قدرت حاصل ہو اور ہر خیال کا ہر جذبہ

ہر حرکت طبعی کا نقشہ لفظ لفظوں میں ایسا کھینچا جا سکے کہ گویا وہ خود ایک تصویر ہے
یا خیال کی پتلیاں ناچ رہی ہیں۔ میٹھے میٹھے لفظوں اور ترکیبوں کے جن تاروں کو
سخندانوں کی شیریں زبان کے توام میں آنے کا فخر حاصل ہو جاتا ہے وہی روزمرہ
کہلاتے ہیں۔ زبان کو خالق عالم نے مقیاس الحلاوت بنایا ہے وہی الفاظ اسکے
خود اوپر چڑھتے ہیں جو سادہ لطیف و رسبک ہوتے ہیں مگر یہ سلیقہ کی بات ہر شخص کا
کام نہیں اسلئے لازم ہے کہ ایسے الفاظ کا ایسی ترکیبوں کا عام رواج ہو اور انکی لطافتوں
کا عام طبیعتوں کو احساس ہونے لگے تاکہ اردو زبان کا دامن کرخت اور بھدّے
لفظوں اور ترکیبوں سے آلودہ نہ ہو اور اُس کا سرمایہ شستہ و رفتہ رہے۔ آدمی کی
طبیعت مختلف جذبات اور گوناگون کیفیات کا سنجوگ ہے محبت، پیار، گرم جوشی، عجز و
نیاز، نزاکت، بے نیازی، ناراضی، منت، خوشامد، خفگی، لجاجت، غصہ، اکھڑا پن،
نیاز کیشی، درد، خلوص وغیرہ جذبات کی لہریں ہر گھڑی اُس کی طبیعت کے گنگا جمنا
میں اُٹھتی رہتی ہیں انھیں جذبات کے خارجی جلووں کا نام آواز ہے انھیں کیفیات
کی بے نقاب تجلی کو صوت کہتے ہیں اور انسان مرقع ہے آواز کا غم و الم کی حالت
میں جو آواز نکلتی ہے دل میں ناسور کر دیتی ہے، درد و تڑپ کی زبان سے نکلی ہوئی
آواز مضبوط سے مضبوط کلیجے کے آدمی کو تڑپا دیتی ہے کسی وقت کا خوشگوار نغمہ
دل میں گدگدی پیدا کر دیتا ہے بے اختیار جی چاہتا ہے کہ منہ چوم لیجئے کبھی کبھی جابر
آواز ایک طاقتور انسان کو مرعوب کر دیتی ہے کسی وقت صراحی دار گلے سے باہر
آئی ہوئی نرم شیریں گٹکری لیٹی ہوئی آواز تھالے سے عقلا انسان کو سرشار اور متوالا
بنا دیتی ہے۔ بہرحال جذبات و معنی اور کیفیات نہانی کے رنگ میں آواز شرابور

ہوتی ہے اور الفاظ گویا فوکس ہین جسمین آواز کی تصویر یعنی ترنم کا عکس پڑتا رہتا ہو اسیلیے خیالات اور جذبات کی نوعیت کے اعتبار سے الفاظ کا استعمال زبان کے حُسن و ترقی کا ایک لطیف اور نازک ذریعہ ہے شعرا کی نکتہ رس طبیعتون نے اس حقیقت کو خوب دیکھا ہے یہی وجہ ہے کہ دُنیا نے شاعری کو ہمیشہ عالم نثر پر تفوق حاصل رہا ہے لیکن زبان کو شیرین اور مزہ دار بنانے کے لیے صرف لفظی حسن اور الفاظ کا غازہ کافی نہین حسین الفاظ کے ساتھ آس پاس کے حُسن اور ماحول کا تناسب ناگزیر ہے حُسن گہنے کا محتاج نہین حُسن کی نزاکت بے شبہ زیور کے بار کی متحمل نہین۔ لیکن حُسن خوشنما ساری اور اسکی دل آویز بندش اور دلکش طرز سے کبھی بے نیاز نہین ہو سکتا،

اس لیے ضرورت ہے کہ الفاظ کے ترشے ہوے شیشے جن جن کھٹون مین جڑے ہون اُنکی نشست، ہیئت، رکھ رکھاؤ، ترتیب سجاوٹ مین ایک خاص نسبت اور موزونیت ہو جنکے مجموعی تناسب سے الفاظ کا حُسن آنکھون مین کھب جائے دلمین سما جائے، کلیجے مین تیر جائے۔

زبان کی ترقی کا ایک عنصر لطیف یہ بھی ہے کہ مخاطبات مین طرز خیال، اسلوب ادا کا پورا لحاظ رکھا جائے طرفین کی طبیعت، مزاج، سن و سال، نوعیت مضمون موقع محل غرضکہ اور سب باتون کے تمام پہلو مد نگاہ بنے رہین،

زبان مین جسقدر ان عناصر کے ذرّے زیادہ ہونگے اُسی قدر زبان زیادہ دلکش، صاف، بے تکلف، مطبوع، رواں حسین ہوگی اور عام لوگونکے دلونمین اپنا گھر بنائیگی، اور یہ باتین ایسی معمولی نہین کہ کسی کو دو چار مہینون مین حاصل ہو جائین

زبان مین اِن کا پیدا ہونا دو ایک سال کا کام نہین۔ زباندانی کا یہ ملکہ کتابون سے رسالون سے اور دو چار قواعد کی کتابون کے مطالعہ سے حاصل ہونا دشوار ہے زبان کے اِس رنگ کے پیدا کرنے کی بہترین تدبیر یہ ہے کہ زباندانون کی عبارتون پر کافی عبور ہو اُنکے محاورے، اُنکی طرز ادا، اسلوب بیان انداز نگارش، اظہار خیال کے طور طریقے ذہن نشین ہون جس مضمون کو جس خیال کو جس پیرایے مین جس رنگ مین ادا کیا ہو اُسکی تتبع اور نقل کی ضرورت ہے ان کی تحریر و تقریر کو نمونہ بنانا چاہیے تاکہ ایک روز خود مرتبہ سخندانی پر فایز ہو جائے۔

زباندانی کا بہترین طریقہ یہی ہے اور یہی حال ہر زبان کا ہے اُردو ہی پر موقوف نہین ہر زبان مین اہل زبان اور فاضل اہل سخن کی بولی بات سند ہے اُن کا کلام نظیر ہر شاعری کے لیے بیسون دیوان کھنگالنا پڑتے ہین جب تمغۂ شاعری نصیب ہوتا ہے بلکہ پھر بھی استاد کی ضرورت باقی رہتی ہے اس قسم کی کتابین اردو زبان مین کم یاب بلکہ نایاب تھین ہان اب اُردوی معلی مکتوب ہندی مکتوبات امیر مینائی مرحوم مکتوبات آزاد مکتوبات شبلی مکتوبات محسن الملک ملک مین شایع ہو چکے ہین لیکن ان سے تشنہ لبان ادب کی پیاس نہین بجھ سکتی اور نہ ان چند نام کی کتابون سے اس عظیم الشان اور اہم ضرورت کی تکمیل ہو سکتی ہے اس نوع کے سرمایہ کی اُردو دنیا کو سخت احتیاج ہے اور اُردو لٹریچر اس متاع گران مایہ کا محتاج ہے لازم ہے کہ ملک کے قابل اور لایق افراد کے خطوط اور تحریرین خصوصًا وہ جن کا حرف حرف سند ہو جسقدر میسر آ ئین اہتمام سے جمع کر کے زیور طبع سے آراستہ کیجائین

زبان اُردو کی یہ ایک خوشترین ادبی خدمت ہے اور ملک کے فن ادب کی ترقی و عروج کا اعلی ترین ذریعہ میرے نزدیک ایسے تر ترین انتخابون کی شدید ضرورت ہے

جنمین مختلف انشا پردازون نثر نگارون زباندانون کی شستگی عبارت شیرین سخنی، صفائی زبان کے مختلف رنگ اور مختلف نمونے ملک مین پیش کیے جائین جو ادبی سرمایہ کا ایک لطیف خزانہ اور عندلیب تخیل کے لیے تازہ شگفتہ پھول اُن طائران خیال کے واسطے آب و دانے کا حکم رکھتے ہون، اور اس پردے مین ملک کے اُن لایق افراد کی قدردانی کا بھی ایک حد تک حق ادا ہو جاتا ہے جن کی گوہر مثال ہستیان عالم گم نامی کے قعر مین مستور ہین، اور کسی وجہ سے ابتک سطح پر نمودار نہین ہوئی ہین اس سلسلہ مین ادب الاساتذہ کی قیمتی جلدین ملک کے ہاتھون مین آجائینگی جو زبان کی ترقی کی ان کڑیون مین ہونگی جن سے کسی وقت بھی استغنا نہین ہو سکتا۔

مجھے بڑی مسرت ہوئی تھی اور مین بہت ہی خوش ہوا تھا جب اس موضوع کی پہلی کتاب "مرقع ادب" کا پہلا حصہ "دنیا۔ اردو کے نامور سخنور و سخندان ہمارے محترم دوست جناب منشی صفدر علی صاحب صفدر مرزاپوری نے شائع کر کے اردو دنیا کو ممنون فرمایا تھا وہ چھوٹا سا گلدستہ آ دیز مرقع ہمیشہ مرقع نظر بنا رہا بار بار مزے سے لے کر پڑھتا تھا حسن تحریر کے ساتھ حسن انتخاب و تکلف ترتیب کی داد دیتا تھا اور دعائین کرتا تھا کہ مرقع کا حصہ دوم اور اُسکی کڑیون کا سلسلہ جلد جلد ہوتا رہے لیکن تقریباً آٹھ سال کا عرصہ گذر گیا اور چشم مشتاق محو انتظار رہی یہی ہر چیز پر عالم شباب طاری ہوتا ہے جسمین اُسکا ہر ذرہ سبزہ و بہار کی رونق و تازگی کو بھی شرماتا ہے، یہی سین اُسکے بلوغ کی نہایت ہے، اور اُس کے شباب کی انتہا آخر کار اشتیاق و تمنا، انتظار و آرزو کو بھی اُس منتہا تک پہونچنا تھا، اُنکے سرورش سخن یعنی قلم گل ریز کو جنبش ہوئی اور آج حدة ہلال سخن" منظر نگاہ شوق بن رہا ہے جس کے

مقدمہ کی خدمت انجام دینے کے لیے مجھ جیسے ناکارہ و ہیچمدان کو افتخار بخشا گیا ہے،
میری یہ غرض نہیں ہے کہ اس پر کوئی جامع اور مکمل تبصرہ کروں اور ریویو لکھوں میں نے سرسری طور پر اپنی وہ رائے جو اُسکی نسبت قائم ہوئی اور جو خالی از واقعیت نہیں ہے آزادانہ قلم بند کردی اور وہ بھی اس لیے کہ شوق کے بھڑکانے کا آلہ ہو
ہر تو بظاہر یہ ایک مجموعۂ خطوط لیکن اسکو ایک قابل شوخ طبع رنگین خیال انشاپرداز شاعر کے نزاکت آفرین ہاتھوں نے ترتیب دیا ہے جس کے شاخ قلم کی گلریزیاں دنیا دیکھ چکی ہے اور یہ انتخاب اُس قلم کا شرمندۂ احسان ہے جسکے حُسن انتخاب نزاکت انتقاد لطافت نظر نفاست طبع کی بہترین تصویرین مرقع آ
کے پہلے البم میں نظر آچکی ہیں ؎

اب تلک آنکھوں میں ساقی نقشہ ہے چھایا ہوا
جھپٹی رنگ اُسکا اور جوبن وہ گدرایا ہوا

جناب صفدر کے مذاق صحیح میں کسے کلام ہو سکتا ہے ۹۹ مرقع کے خطوط خطوط نہیں ہیں اُردو لٹریچر کی روح ہے جو اس مرقع میں پھونک دی گئی ہے اس مرقع میں اُن حضرات کی تحریریں اور اُن اشخاص کے خطوط ہیں جو اُردو کے لیے باعث ناز ہیں۔ مرقع کا حرف حرف پُتلی بنکر آنکھوں میں جگہ لیگا اور سویدا بنکر دلمیں رہیگا کام و زبان شربت سے کامیاب ہونگے زبان چٹخارے لیگی، یہ مرقع آنکھوں کے لیے اگر گلستان ہے تو زبان کے واسطے شکردان، خطوط کو پڑھکر یہ تصور ہی یہ نظریہ بالکل قابل تسلیم ہو جاتا ہے کہ زہرہ جمالوں شیریں اداؤں لیلی وشوں کے آویزہ ہائے گوش گلے کے ہار موہن مالے اور اُن کی داستان ادا اُن کے حقیقی مقصود واقعی

لفظون مین اور فقرون مین ادا کیے جا سکتے ہین -

دیکھنا یہ ہے کہ ہماری قوم اور ہمارے ملک مین ان بیش بہا جواہر سخن لآلی کلام کے کتنے قدر دان ہین؟؟ اور انھین اپنی زبان کی قدر کرنے اور زبان دانون کی یاد تازہ کرنے اور اُن کی دماغی اختراعون سے لطف اندوز اور لذت یاب ہونے کا کسقدر مادہ باقی ہے!!

مین نے تو اس نعمت غیر مترقبہ کو تعویذ جان بنا کر سینے سے لگا رکھنے کا عہد و پیمان کیا ہے، یہ میرے شبستان تمنّا کی شمع روشن اور حریم خیال کے لیے عروس نو بہار رہیگی

فدائی اُردو

عثمان جعفری مچھلی شہری

از حیدرآباد دکن

۲۱ دسمبر ۱۹۲۴ء



نجم الدولہ دبیر الملک مرزا نوشہ غالب مرحوم کے خطوط

خوش قسمتی سے چند مکتوبات غیر مطبوعہ حضرت غالب مرحوم کے ہاتھ آگئے جو اس مرقع کی زیب و زینت میں صرف کیے جاتے ہیں اور آغاز کتاب مرزا غالب ہی مرحوم کے ان جواہر ریزوں سے کیا جاتا ہے امید کہ اہل ادب میری اس بے ادبی کو قطع نظر کر کے میری اس محنت کی داد دینگے کہ جو انمول موتی گھوروں پر پڑے تھے انکو میری نگاہ انتخاب نے چنکر مرقع ادب کے دامن میں ٹانک دیا۔ (مؤلف)

جناب عالی۔ وہ غزل جو کہار لایا تھا وہاں پہنچی جہاں اب میں جانے والا ہوں یعنی عدم۔ مدعا یہ کہ گم ہو گئی ہے

ہمنے چہروں کی غمگساری کی ... گر نہ ... مدعا برآری کی

تقدیم و تاخیر مصرعتین کرکے رہنے دو اس میں کوئی سقم نہیں، مدعا برآری کا مستعمل لفظ ہے بیٹا اس طرح کے الفاظ سے احتراز کرتا ہوں اگرچہ ... اس ... لفظ ... ہے

قطرۂ مے بسکہ حیرت سے نفس پرور ہوا ... خط جام مے سراسر رشتۂ گوہر ہوا

اس مطلع میں خیال ... ... نہیں ... قطرہ ... میں بے اختیار ... برابر ... حیرت از الہ حرکت کرتی ہے قطرہ ... حیرت سے ... گیا۔ برابر برابر ... ختم کردہ ... تا گرے ... گیا ... میں موتی ... ہوں ...

لیتا، نہ اگر دل تمھیں دیتا، کوئی دم چین ... کرتا، جو نہ مرتا، کوئی دن آہ و فغاں اور

یہ بہت لطیف تقریر ہے، لیتا کو ربط ہے چین سے۔ کرتا مربوط ہے آہ و فغان سے۔ عربی میں تعقید لفظی و معنوی دونوں معیوب ہیں۔ فارسی میں تعقید معنوی عیب اور تعقید لفظی جائز ہے بلکہ فصیح اور ملیح ریختہ تقلید ہے فارسی کی۔ حاصل معنی مصرعتین یہ کہ اگر دل تجھے نہ دیتا تو کوئی دم چین لیتا۔ اگر نہ مرتا تو کوئی دن اور آہ و فغان کرتا،

ملنا اگر نہیں ترا آسان تو سہل ہے   دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

یعنے اگر ترا ملنا آسان نہیں تو یہ امر مجھ پر آسان ہے۔ خیر اگر ترا ملنا آسان نہیں نہ سہی نہ ہم مل سکینگے نہ کوئی اور مل سکیگا۔ مشکل تو یہ ہے کہ وہی ترا ملنا دشوار بھی نہیں جس سے تو چاہتا ہے مل بھی سکتا ہے، ہجر کو تو ہم نے سہل سمجھ لیا تھا مگر رشک کو اپنے اوپر آسان نہیں کر سکتے ۱۲

حسن اور اُسپہ حسنِ ظن رہ گئی بو الہوس کی شرم   اپنے پہ اعتماد ہے غیر کو آزمائے کیوں

مولوی صاحب! کیا لطیف معنی ہیں داد دینا۔ حُسن عارض اور حُسن ظن دو صفتیں محبوب میں جمع ہیں یعنے صورت اچھی ہے اور گمان اُسکا صحیح ہے کبھی خطا نہیں کرتا اور یہ گمان اُسکو نسبت اپنے ہے کہ میرا وار کبھی نہیں بچتا اور میرا تیر غمزہ خطا نہیں کرتا پس جب اُسکو اپنے اوپر ایسا بھروسہ ہے تو رقیب کا امتحان کیوں کرے، اور حُسن ظن نے رقیب کی شرم رکھ لی ورنہ یہاں معشوق نے مغالطہ کھایا تھا۔ رقیب عاشق صادق نہ تھا ہوسناک آدمی تھا۔ اگر یہ امتحان درمیان آتا تو حقیقت کھل جاتی۔

تجھسے تو کچھ کلام نہیں لیکن اے ندیم   میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے

یہ مضمون کچھ آغاز چاہتا ہے، یعنی شاعر کو ایک قاصد کی ضرورت ہوئی مگر کھٹکا ہے کہ قاصد کہیں معشوق پر عاشق نہ ہو جائے، ایک دوست اس عاشق کا ایک شخص کو لایا

اور اُس نے عاشق سے کہا کہ یہ آدمی وضعدار اور معتمد علیہ ہے میں ضامن ہوں کہ یہ کوئی نازیبا حرکت نہ کریگا خیر اُسکے ہاتھ خط بھیجا گیا قضارا عاشق کا گمان صحیح ہوا۔ قاصد معشوقہ کو دیکھ کر والہ و شیفتہ ہو گیا کیسا خط کیسا جواب۔ دیوانہ بن کپڑے پھاڑ جنگل کو چل دیا۔ اب عاشق اس واقعہ کے وقوع کے بعد ہم سے کہتا ہے کہ غیب دان تو خدا ہے کسی کے باطن کی کسی کو کیا خبر ہاں اے ندیم مجھے کچھ کلام نہیں لیکن اگر نامہ بر یہیں مل جائے تو اسکو میرا سلام کہیو کہ کیوں صاحب تم کیا کیا دعوے عاشق نہ ہونے کے کر گئے تھے اور انجام کیا ہوا

جواب کا طالب
غالب ۲۱ جون سنہ ۱۸۶۴ء

امیر الشعراء مولانا احمد حسین مینا مرزا پوری کے نام

جان غالب۔ کل تمہاری دونوں غزلیں بعد اصلاح ٹکٹ دار لفافے کے اندر رکھ کر بھجوا دی ہیں مطلع تو تم نے میری زبان سے کہا ہے ؎

اداۓ یوسفی ہے لوٹ قاتل کے لڑکپن پر — سواد دیدۂ یعقوب کے دھبے ہیں دامن پر

اس زمین میں میری بھی غزل ہے اور ناسخ و آتش کی بھی غزلیں میں نے دیکھی ہیں تم نے بہت بڑھ کر کہا ہے۔ گردن کا قافیہ بھی مجھے پسند آیا ؎

شراکت انکی وقت قتل مقتل میں نہ پائی تھی — یہ اتنے خون ناحق جس سے انھیں اسکی گردن پر

غرضکہ ساری غزل بے مثل لاجواب ہے کیوں نہ ہو ابھی تمہارا شباب ہے زمین شعر کو آسمان پہ پہنچایا ہے۔ اس غزل میں تو تم نے جوانی کا زور دکھایا ہے۔

تیسرے دن کا وعدہ نہیں کرتا اگر بے وعدہ پہنچ جاسکے گا تو لطف زیادہ آئے گا۔

اور اگر نہ بھیجیگا تو محل شکایت نہوگا۔ بندہ پرورا میرا کلام کیا نظم کیا نثر کیا اُردو کیا فارسی کبھی کسی عہد میں میرے پاس فراہم نہیں ہوا۔ دو چار دوستوں کو اس کی فکر تھی وہ مسودات مجھ سے لیکر جمع کر لیتے تھے سو ان دوستوں کا زمانۂ غدر میں گھر ہی لٹ گیا۔ کتابیں رہیں نہ اسباب رہا پھر میں اپنا کلام نظم و نثر کہاں سے لاؤں۔

مولوی فرزند علی صاحب آنکہ کا کون شخص مشتاق نہ ہوگا۔ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں انمیں جمع ہیں۔ فقیر تو ان سے مل کر بہت خوش ہوا۔ آنکھیں انکے حسن صورت سے روشن اور دل انکے حسن سیرت سے مسرور ہو گیا۔ اس تکلیف کی کیا ضرورت تھی میں اپنی خدمت گذاری کو حاضر ہوں۔ جب چاہیں اپنا کلام بھیجدیں۔ میرا سلام اور یہ پیغام کہدیجئے گا۔

تمہارے دیدار کا طالب

غالب ۱۳- جولائی ۱۸۶۸ء

بندہ پرورا

کل دوپہر کو آپ کے عنایت نامہ کے ساتھ ہی جناب آنکہ کا مہربانی نامہ مع غزل پہنچا آج جواب آپ کو لکھتا ہوں۔ غزل میں نے دیکھی سوائے دو ایک جگہ کے کہیں اصلاح کی حاجت نہ تھی آج اس فن میں وہ یکتا ہیں۔ خدا ان کو سلامت رکھے۔ وہ بلا مبالغہ سراپا تصویر محبت ہیں نظم تو نظم ان کے نثر کے فقرے بھی قیامت ہیں۔ اس دوبارہ عطیہ اور اس یاد آوری کا احسان مانا۔ میری جانب سے قدر افزائی کا شکریہ ادا کر دیجئے گا آنحضرت نے اس ہیچمدان کو قابل خطاب بالائق جواب سمجھا میں دروغ گو نہیں خوشامد میری خو نہیں۔ غزل دیکھی۔ الفاظ متین، معانی بلند، بندش دلپسند، مضمون عمدہ، سوائے دو ایک جگہ کے اور غزل بھر میں ایک نقطہ کی بھی گنجائش نہ تھی اصلاح

کیا دیتا بجنسہ واپس کرتا ہوں۔

اب یہاں سے روئے سخن حضرت انگر کی طرف ہے۔

قبلۂ حاجات، میرا حال کیا پوچھتے ہیں۔ زندہ ہوں مگر مُردے سے بدتر، جو حالت میری آپ اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرما گئے تھے، اب اُس سے بھی بدتر ہے مرزا پور کیا آؤں، اب سوائے سفرِ آخرت اور کسی سفر کی نہ مجھ میں طاقت ہے نہ جرأت جوان ہوتا تو احباب سے دعائے صحت کا طلبگار رہتا۔ بڈھا ہوں تو دعائے مغفرت کا خواہاں ہوں سے

دم واپسیں برسرِ راہ ہے عزیزو اب اللہ ہی اللہ ہے

سچ تو یہ ہے کہ قوتِ ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم میں وہ زور نہ رہا طبیعت میں وہ مزا سر میں وہ سودا کہاں۔ پچاس پچپن برس کی مشق کا کچھ ملکہ باقی رہ گیا ہے۔ اس سبب سے فنِ کلام میں گفتگو کر لیتا ہوں۔ حواس کا بھی بقیہ میرے اس شعر کا مصداق ہے سے مضمحل ہو گئے قویٰ غالب

وہ عناصر میں اعتدال کہاں

حوادثِ زمانہ و عوارضِ جسمی سے نیم جان ہوں۔ اس سرائے فانی میں اور کچھ دنوں کا مہمان ہوں سے

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

جب تک جیتا ہوں نامہ و پیام سے شاد بعد میرے دعائے مغفرت سے یاد فرماتے رہئے گا۔ سانس میری زبان پر ذکر ہے زندہ کا یہ مطلع سے

سانس دیکھی تن بسمل میں جو آتے جاتے اور چرکا دیا جلاد نے جاتے جاتے

میرے لئے سند نہیں۔

بندہ پرور۔ لکھنؤ اور دلی میں تذکیر و تانیث کا بہت اختلاف پائیگا۔ سانس میرے نزدیک مذکر ہے لیکن اگر اہل لکھنؤ اسے مؤنث کہیں تو میں ان کو منع نہیں کر سکتا خود سانس کو مؤنث نہ کہوں گا۔ آپ کو اختیار ہے جو چاہیے کہیئے۔ اگر جفا کے مؤنث ہونے میں اہل دہلی و لکھنؤ کو باہم اتفاق ہے۔ کبھی کوئی نہ کہے گا جفا کیا۔

چشم بد دور حضرت کی طبیعت نہایت اعلیٰ اور مناسب اس فن کے ہے اللہ نگاہ بد سے محفوظ رکھے

نجات کا طالب

غالب

دیگر از خویشتن خبر ندہم و تکلف برطرف

آنچہ مدانم از غالب نام یافتہ ام

ہجوم غم سے فراغ نہیں عبارت آرائی کا دماغ نہیں۔ اگرچہ گوشہ نشین و خانماں خراب ہوں لیکن بسبب اطلاق کثیر الاحباب ہونا اطراف و جوانب سے خطوط آتے ہیں اور ہر ایک کا جواب لکھے جاتے ہیں جو اشعار واسطے اصلاح کے آتے ہیں بعد اصلاح کے بھیج دیے جاتے ہیں۔

ان صاحبوں میں سے اکثر ایسے ہیں کہ میں نے انھیں نہ انھوں نے مجھے دیکھا ہے محبت دلی و نسبت روحانی تو ہی لیکن صاحبان بلاد دور دست کیا جانیں میرا حال کیا ہے ہفتاد و یک سالہ عمر کی۔ ان میں سے فصل آخر کی حقیقت یہ ہے کہ دس پندرہ برس سے ضعف سامعہ و قلت شہوت میں مبتلا ہوا اور یہ دونوں علتیں روز افزوں ہیں جس سے حواس کا اختلال علاوہ جوں جوں عمر بڑھتی گئی یہ امراض بھی بڑھتے گئے تھے

اب ساٹھ کا حال یہ ہی کہ ایک تختہ کاغذ کا مع دوات و قلم سامنے دھرا رہتا ہی جو دوست
آتے ہین پرسش مزاج کے سوا اور کچھ کہنا ہوتا ہی وہ لکھ دیتے ہین مین اُنکی تحریر کا جواب
زبانی دیتا ہون۔ غذا کی حقیقت یہ ہی کہ صبح کو آٹھ دس بادام کا شیرہ۔ دوپہر کو سیر بھر گوشت
کا پانی، دو گھڑی دن رہے دو یا تین تلے ہوے کباب، نسیان حد سے گذر گیا۔ رعشہ
دوران ضعف بصر یاران نو آمدہ مین سے ہین میر تقی مرحوم کا مطلع ورد زبان ہی

مشہور ہین عالم مین مگر ہون بھی کہین ہم — القصہ در پے ہو ہمارے کہ نہین ہم

خط کبس مین یا کتاب مین رکھ دیتا ہون اور بھول جاتا ہون آگے لیٹے لیٹے خط
لکھتا تھا اب رعشہ یون بھی نہین لکھنے دیتا۔ صاحب مکمل الاخبار اور صاحب اشرف الاخبار نے
جو ہمیشہ مجھ سے ملتے جلتے رہتے ہین اور میرا حال جانتے ہین از روے مشاہدہ میرے
کلام کی تصدیق کر کے اسی اعتذار کو اپنے اخبار مین چھاپا ہی کل دیگر صاحبان مطبع اور
اہتمام اخبار اگر اسی عبارت کو اپنے اخبار کے اوراق مین درج کرینگے تو فقیر اُن کا
احسان مند ہوگا۔ اس نگارش کی شہرت سے مقصود یہ ہے کہ میرے احباب میرے
حال سے اطلاع پائین اگر خط کا جواب یا اصلاحی غزل دیر مین پہونچے تو تقاضا اور اگر
نہ پہونچے تو شکایت نہ فرمائین۔ مین دوستون کی خدمت گذاری مین کبھی قاصر نہین
رہا اور خوشی و خوشنودی سے کام کرتا رہا جب بالکل نکما ہو گیا نہ حواس باقی نہ طاقت
پھر اب کیا کرون بقول خواجہ وزیر ؎ مین وفا کرتا ہون لیکن دل وفا کرتا نہین

نوٹ:- یہ خط ہمارے محترم دوست سید محبوب میر وصل بلگرامی سے ہمین بلا لفافہ تھا جس پہ مکتوب الیہ
کا پتا بھی نہ تھا۔ اصل خط حضرت وصل کے پاس موجود ہی غالباً حضرت مرحوم کا یہ آخری خط ہی جناب وصل کو
نواب صاحب سے ملا وہ یہی فرماتے تھے اور میرا بھی یہی خیال ہی — مولف

اگر کسی صاحب کو میری طرف سے کچھ رنج و ملال ہو تو خالصاً للہ معاف فرمائیں۔ اگر جوان ہوتا تو احباب سے دعائے صحت کا طلبگار رہتا۔ اب جو بڈھا ہوں تو دعائے مغفرت کا خواہاں ہوں۔

غالب

گمان زیست بود بر منت ز بیدردی

بدست مرگ وے بد تر از گمان تو نیست

مجھے زندہ سمجھتے ہو جو نثر فارسی کی فرمایش کرتے ہو۔ غنیمت نہیں جانتے کہ مردہ کچھ لکھ کر بھیج دیتا ہے۔ پنشن اگر پہ ملے گا پر دیکھئے کب ملے گا۔ اُس کے ملنے تک کیا ہوگا۔ اور اُسکے ملنے سے میرا کیا کام نکلے گا۔ قطع نظر ان امور سے اُس وبال گرفتاری میں بیٹھ کر لکھا کون گا۔ یہ شہر اب شہر نہیں قبر ہے۔ قصیدے کے اشعار ابھی کیوں مانگو۔ جب زیب انطباع پا چکے تب ایک نسخہ مجھکو بھی بھیجدینا۔ میں نے بعد توطیہ و تمہید آغاز سنہ ۱۸۵۷ء سے اپنی سرگزشت لکھی ہے۔ اور بحیثیت اقتضائے مقام وتاریخ بھی اس میں درج کئے ہیں۔ شیوۂ لزوم مالایلزم مرعی رکھا ہے۔ یعنی عبارت فارسی بے آمیزش لغت عربی لکھی ہے۔ اور فارسی بھی وہ فارسی قدیم کہ جس کا اب پارس کے بلاد میں بھی نشان نہیں یا ہندوستان چہ مذکور۔ چالیس صفحے لکھ چکا ہوں۔ انجام میں انتظار یہ ہے کہ جتنا مقدمہ طے ہو چکے۔ یا جواب ملے اور میں بہرحال کسی جگہ اقامت گزیں ہو لوں۔ اُس کے وقوع تک جو کچھ قابل تحریر جوانب اجانب سے معلوم ہوگا۔ وہ ناچار لکھدونگا۔ یہاں کوئی چھاپہ خانہ نہیں ہے۔ اگر اجازت دوگے تو بعد اختتام اُن اوراق کو تمھارے پاس بھیجدونگا تاکہ ہزار جلد منطبع ہو کر اجزائے ہوئے قلمرو ہند میں پھیل جائیں۔

مگر ساجد بے روزے بہ رحمت
کند در حق ایں مسکیں دعائے

شیر زمان خان اپنے باپ کی رہائی کی فکر میں میرٹھ گئے ہیں کس واسطے کہ وہ غریب یہاں کی حوالات میں سے تحقیقات کے لیئے وہاں بھیجا گیا۔

غالب بے نوا

یکشنبہ ۱۸ جولائی ۱۸۵۸ء

نوٹ

یہ خط رسالہ تصویر جذبات ماہ فروری ۱۹۴۲ء سے نقل کیا گیا اس کے اڈیٹر سید احمد عزیز کیفی تحریر فرماتے ہیں کہ میرے جد امجد اور مرزا غالب مرحوم کے درمیان نہایت مخلصانہ تعلقات تھے۔ مگر افسوس ہے اڈیٹر صاحب نے اپنے جد امجد صاحب کا نام نامی تحریر نہیں فرمایا (مولف)



خدائے سخن حضرت امیر مینائی کے خطوط
میر حسن خان صاحب دل شاہجہانپوری کے نام

رام پور۔ ۲ مئی ۱۸۹۵ء

مجی۔ سلام مسنون۔ دعا مشحون۔ بہت سے مہربانی نامے آپکے آکر باعث شکر گزاری ہوئے۔ رنجوری و معذوری نے مجھے جواب دینے سے محروم رکھا۔ اس وقت ۲۵ اپریل کا کارڈ پیش نظر ہے۔ اُس کا جواب سُنیئے۔ چلمن نہ فارسی ہے نہ عربی اسکی طرف اضافت فارسی کی ہرگز جائز نہ ہوگی۔ "جانب متھرا" کی نظیر اسکے لیے سند نہیں ہو "متھرا" علم ہے شہر کا نام ہے۔ اسکا ترجمہ فارسی میں کیا ہوگا۔ لہٰذا یہی لفظ ترکیبوں کے ساتھ بے تردد باندھا جائیگا۔ آپکے مطلع میں جسمیں "پس چلمن" ہو یوں اصلاح ہوسکتی ہے۔

دلِ صد چاک میں دیکھا رُخِ روشن اُنکا　　　ہم نے نظارہ کیا ڈال کے چلمن اُن کا

آپ ہر خط میں اپنی غزل طلب کرتے ہیں۔ آج میں نے مکان بھر تلاش کی نہیں ملی ورنہ دیکھکر بھیجتا۔ مختلف کلام کثرت سے جمع ہوا اسمیں کہیں بے ترتیبی سے اِدھر اُدھر ہوگئی جواب ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ اطلاعاً آپکو لکھا :

امیر فقیر　　　دل

بہنیو

رام پور۔ ۲۶ نومبر

محبی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپکے بہت سے مہربا[نی]　　ہزار ہا چھپکے

افسوس ہے کہ مجھے جواب لکھنے کی ابھی توفیق نہیں ہوتی۔ کلام دیکھنے کا کہ　　سے ہیں

محبوب اور بعد رخواہ ہون۔ حبس بول کے دوروں نے بالکل مجبور کر دیا ہے کوئی کام نہین
ہو سکتا۔ ہو سکے گا تو مین آپکی غزلین ضرور دیکھونگا۔ آپ مہربانی مین کمی نہ کیجیے۔ اپنی
خیریت سے مسرور کرتے رہیئے اور مجھے اپنا دعاگو سمجھیے۔

امیر فقیر

رام پور۔ ۲۱ ردسمبر

مجتبی۔ سلام مسنون۔ آپکے اکثر مہربانی نامے آئے مین اپنی معذوری کیوجہ سے
جواب نہ دے سکا۔ حبس بول کا دورہ سخت پڑا جسمین دو مرتبہ قاثاطیر سے کام لینا پڑا
خون کئی روز تک آیا۔ اب اللہ کی عنایت سے افاقہ ہے۔ امید ہے کہ آپ اپنی خیریت
سے مسرور کرتے رہینگے اور ادھر سے جواب مین تاخیر ہو تو مجھے رنجور و معذور سمجھکر
بے التفاتی پر محمول نہ کرین۔

امیر فقیر

رامپور۔ ۲۹ جولائی

مجتبی و مشفقی۔ سلام مسنون۔ مدت کے بعد آج آپکی غزلین دیکھنے کی نوبت
آئی۔ معاف کیجیگا۔ مین بیمار تھا۔ ایک دنبل نے جو ران مین نکلا تھا مجھے بستر
معذوری سے اٹھنے نہ دیا۔ آپکے بہت سے عنایت نامے آئے سخت انفعال ہے کہ جواب
نہ دلیسکا۔ اللہ تعالی آپکو خوش رکھے۔ اور دلنوازی کی توفیق اس سے زیادہ عطا فرمائے
حافظ صاحب کی فارسی غزل دیکھکر بہت جی خوش ہوا۔ اگر مجھے مصرعے لگانیکی فرصت
اور اطمینان کہان، آپ حافظ صاحب کی خدمت مین میرا حال تمام و کمال عرض
کر دیجیے کہ وہ کسی طرح ناخوش نہ ہون۔

امیر فقیر

رام پور-۱۵ ستمبر

مجبی بعد سلام مسنون دعا مشحون جس روز آپ کی غزل آئی۔ اس کے دو روز قبل مجھے حبس بول کا دورہ سخت پڑ چکا تھا۔ تا تاخیر کی سخت اذیت اٹھانا پڑی۔ اس اذیت کا اثر ابتک رہا۔ اس کی بھی نوبت نہ آئی کہ آپ کا خط دیکھ کر معلوم کرتا کہ غزل کب تک آپ کو درکار ہے۔ آج کسیقدر سکون ہوا تو آپ کی غزل دیکھی مگر نہایت افسوس ہوا کہ مشاعرہ کا وقت نکل گیا۔ مجبوری معذوری کی وجہ سے تاخیر ہوئی۔ آنعزیز کی سعادت سے پوری امید ہے۔ میری طرف سے اپنے ماموں صاحب کی خدمت میں سلام شوق بانضمام عرض کیجئے۔ جلیل تسلیم رسان ہیں۔

امیر فقیر

رام پور-۲۱ ستمبر

مجبی سلام مسنون۔ غزل آپ کی دیکھ کر بھیجتا ہوں مجھے اس زمانہ میں حبس بول کے متصل دورے پڑے تا تاخیر کی بار بار اذیت اٹھانے میں بالکل چور ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی غزل دیکھنے اور آپ کے خطوط کا جواب دینے میں تاخیر ہوئی۔ زمین بہت سنگلاخ تھی مگر پھر بھی آپ نے زیادہ شعر کہے اور اچھے کہے۔ عیوب سے پاک کرنے کی نظر سے کچھ شعر نکال کر مختصر کر دیا ہے۔ اور کئی شعر میں بہت چست ہیں۔

تیروں کا گجان ہو کر چلنا۔ زبان میں نہیں ہے۔ درخت آبادی و خطہ کی نسبت گنجان کہا جاتا ہے۔ بہت سفید تم اپنی قند کی، چائے کے واسطے ضرورت ہے معلوم نہیں آجکل شاہجہان پور میں اس کا نرخ کیا ہے۔ تحقیق کر کے لکھئے۔ بلکہ تھوڑا سا قند

بطور نمونہ کے بھیجئے تاکہ آیندہ بقدر حاجت بھیجنے کی آپ کو تکلیف دیجائے۔

امیر فقیر

رامپور۔ ۱۲ مارچ ۱۸۹۹ء

سعادت خمیر پیارے نخیر۔ اللہ تعالیٰ تمھاری عمر و اقبال و سعادتمندی کو کمال میں برکت دے۔ محبت و اخلاص سے لبریز تمھارا پیارا خط اس وقت آیا اور مجھے محظوظ کیا۔ اس کا مجھے بھی افسوس ہے کہ نور چشم مسعود احمد تم سے اپنا وعدہ پورا کئے بغیر شاہجہانپور سے واپس آئے۔ ان کو اس میں سخت معذوری مجبوری پیش آئی۔ شائد آپ نے بھی سنا ہوگا کہ حضرت مولانا محمد شاہ صاحب کی طبیعت ہمایوں دفعتہً سخت ناساز ہوگئی ہے ضیق النفس کا سخت دورہ پڑا کہ وہ جلسہ ندوہ میں بھی شریک نہ ہو سکے اور دوران حال ایسی حالت ہوئی کہ قبل اختتام ندوہ ان کو اور انکے رفقا کو وہاں سے واپس آنا پڑا۔ اب ممکن نہ تہا کہ مسعود احمد جناب مولانا سے ایسی حالت میں جدا ہوکر وہاں رہ جاتے اور آپ سے مل کر آتے۔ انکو خود بھی [illegible] اور کمال خجالت ہے۔ لیکن انکی معذوری ہر طرح قابل تحمل [illegible] آنا ہر گونہ قابل عفو ہے۔ زیادہ [illegible] کہ جناب [illegible] صاحب کی زیارت سے مشرف ہونگے جنکی شرف ملازمت کا میں بھی آرزومند ہوں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے مقدس انفاس میں برکت دے انکی شفقت بزرگانہ اور تمھاری محبت مخلصانہ کا میں تہ دل سے شکر گزار ہوں۔ بندہ زادے کے لئے جو شیرینی تیار کرائی گئی اور تحفۃً عنایت کیا گیا اُس کا شکریہ میری طرف سے قبول کیا جائے۔ جناب حافظ صاحب کی خدمت میں میری یہ تحریر پیش کر دیجئے میری طرف اور مسعود احمد کی جانب سے سلام و سپاس [illegible] بکمال خلوص عرض کر دو۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ غالباً مسعود احمد بھی معذرت آپ کو لکھیں گے۔ بھی منشی محمد ظہور خان صاحب میرا سلام نیاز۔

کہو مسعود احمد آپ سب تندرست ہونگے حسن اخلاق کے نہایت معروف ہیں مریضہ مرحوم کی حالت بدستور ہے اللہ تعالیٰ کا ہر حال میں شکر ہے ۔ اپنی خیریت سے جلد جلد مطمئن کیا کرو والسلام

امیر فقیر

رام پور ۱۴ جولائی ۱۸۹۴ء

مجھی ضمیر سلمکم اللہ القدیر چند روز ہوئے ہونگے کہ ایک نوجوان کشیدہ قامت کولون کے تاجر شاید عبدالقدیر ان کا نام ہے شعر بھی کہتے ہیں ۔ اور اس تجارت کا کارخانہ ان کا رونق پر ہے یہاں کسی سوداگر کی طلب سے کولے لائے تھے اور مجھ سے ملکر کچھ شعر اپنے سنائے تھے تمھاری خیر و عافیت بھی میں نے اُن سے پوچھی تھی ۔ غالب ہے کہ ان سب تجون سے تم اُن کو پہچان لوگے ۔ ان سے ملکر میری طرف سے کہو کہ کولے بھیجنے کا وعدہ دو زمانہ ہوا ۔ اب فی الفور حسب وعدہ بیچے الملی کے کولے جو چلتے نہ ہوں میرے پاس پہنچا دیں میں نے اُنکے بھروسے پر یہاں کولوں کا بندوبست نہیں کیا ۔ جو وہ کہیں اور جو بات قرار پائے اُس سے مجھے مطلع کرو ۔ اپنے بزرگوں کو میری طرف سے سلام مسنون پہنچاؤ فقط

امیر فقیر

رام پور ۔ ۲۱ اکتوبر ۱۸۹۵ء

عزیز از جان من منشی ضمیر حسن سلمکم اللہ تعالیٰ ۔ دعائے صلاح و فلاح دارین محبت نامہ سعادت شمامہ آیا شکر کی تفصیل بھی پہونچی دونوں نے مضمون منت کیا حق تعالیٰ سعادت و لیاقت کے ساتھ تمکو شاد و آباد رکھے اور عمر و اقبال میں برکت دے ۵

از دستِ آستینِ مہوانا بدہیچ — جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند

مجمع محاسنِ نہاداں مکرم و محترم محمد ظہور خان صاحب کی خدمتِ گرامی و رحبت (؟) میں سلام مسنون و اخلاص مشحون پہونچے۔

امیر فقیر

رام پور ۱۹ ستمبر ۱۸۹۵ء

محب دلنواز السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ نامہ محبت طراز مورخہ ۱۴ دسمبر معہ بلٹی موصول ہوا۔ اور قند کا پارسل بھی پہنچا باعث منت پذیری ہوا۔ آپکی عنایت و محبت اور اس تکلیف فرمائی کا میں تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میری طبیعت اس زمانے میں بہت ہی نادرست رہی اور اب بھی وہی حال ہے۔ آپکا پارسل آیا ہوا رکھا ہے ہنوز کھولنے کی نوبت نہیں آئی۔ ذری طبیعت کو سکون ہولے تو اُسے کھلوا کر دیکھوں اور پسند آنے پر جسقدر حاجت ہو آپکو لکھوں۔ بہ نظر رفع فکر یہ چند سطریں میں نے اسوقت لکھی ہیں آپ اپنی خیریت سے خیر طلب کو ہمیشہ مسرور کیا کیجیے جناب مکرمی حافظ صاحب کی خدمت سراپا برکت میں میرا سلام نیاز انضمام اور دعائے صحت کا شکریہ ادا کیجیے اور تضمین کی نسبت میرے امراض کی حالت ظاہر کر دیجیے۔

کارڈ ۱۰ فروری کا جواب ملاحظہ ہو۔ جیلموں ہندی ہے۔ دامن نکلنا۔ گریبان نکلنا۔ آستین نکلنا ہر ایک صحیح ہے کسی کا شعر ہے۔

گریباں کو میں رد کروں یا سنبھالوں اپنے دامن کو — بڑی مشکل تو یہ ہے ساتھ ہی دونوں نکلتے ہیں

مجھی و عزیزی حافظ جلیل حسن ماد جب رسان ہیں۔

امیر فقیر

لسان العصر حضرت اکبر الہ آبادی مرحوم کے خطوط حضرت محشر لکھنوی کے نام

پرتاب گڑھ بنگلہ سید عشرت حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر - ۲۵ جنوری ۱۹۱۹ء

مرے پیارے دوست! اللہ کے حفظ و امان میں رہیئے - آپ کے ناسازی مزاج کا افسوس ہوا الحمدللہ اب طبیعت بصحت ہے - دل نہ مانا کہ زبانی الحمدللہ پہ معاملہ ختم ہو ذرا ردی نوٹ اتفاقاً کسی ضرورت سے ہاتھ میں تھا - ایک لفافہ میں رکھ کر بلا رجسٹری بھیجتا ہوں - آپ کے مخلصین میں سے کوئی صاحب مجھے مرہون منت فرمائیں گے کہ شیرینی منگا کر آپ کی صحت کے شکریہ میں نیاز دیدیں یا کسی مستحق کی نذر کریں آپ کے اظہار محبت نے دم بھر کے لئے زندگی کو لذیذ کر دیا ورنہ کچھ نہ پوچھئے کیا گزرتی ہے ؎

آئے ہیں [illegible] گو سر بازار ہیں — لیکن مرے معاف مجھے طبع تر نہیں

گل سے یہ پوچھئے کہ [illegible] — غنچہ کو تو ابھی سنورنا ہے

[illegible] شعر کہا [illegible]

مسند نشین [illegible] — [illegible] اشتیاق اپنا

[illegible]

[illegible] — [illegible] کے ساتھ

[illegible] صدقے ہوں گا۔

اکبر

الٰہ آباد - ۵ فروری ۱۹۱۳ء

مکرمی - آپکی یادآوری سے زندگی کا کچھ احساس ہوجاتا ہے ورنہ مین تو اس کا مصداق ہورہا ہوں -

حضرت اکبر نہین معلوم ہین کس سوچ مین زندگی سے ہوئے رخصت مگر جیتے نہین

ارادہ ہے کہ جلد لکھنؤ آؤن مسرت دیدار حاصل کرون - افسوس ہے کہ علالت اور ناتوانی نے بہت معذور کردیا ہے - ہر شب نہین تو اکثر شبین ایسی ہوتی ہین کہ شب آخر سمجھتا ہون - حال مین آپ کے چند اشعار کسی اخبار مین پڑھے - اور بیساختہ حسن بندش اور شوکت الفاظ کی داد دی -

اکبر حسین

الٰہ آباد ۱۷ فروری ۱۹۱۲ء

میرے پیارے عنایت فرما آپکی یادآوری سے تھوڑی دیر کے لیے جی اٹھتا ہون ورنہ مدت گذری کہ مر رہا ہون - غالباً اس عبرت کدہ مین آپ کا بچپن دل ابھی آپکو مضطرب کر رہا ہے اور آپ مجھکو یاد فرمایا کرتے ہین کلیات حصہ سوم کے مسودہ کو اٹھا کر بلا امتیاز دو چار شعر نقل کیے دیتا ہون صرف تعمیل ارشاد ہے - ورنہ مین کیا میرے شعر کیا -

پوچھتے ہین وہ مجھے دیکھ کے اچھے تو ہیے — زندہ ہین سانس لیے جاتے ہین اچھے کیا ہین

خوب اکبر نے یہ اڑائی تان — دین ہے آنکھ اور مذہب کان

اپنی ہی عقل کو خدا سمجھے — بیوقوفی اسی کو کہتے ہین

غم خانۂ جہان سے آگاہ ہوچکا ہون — [illegible]

دنیوی کاموں کے گو ہیں قاعدے | قاعدوں کا قاعدہ کوئی نہیں
جو حقیقت اسکی ہیں وہ قاعدہ | بحث کیجئے فائدہ کوئی نہیں
اب اپنے دل کو بجز غم کے کوئی راہ نہیں | خدا کا شکر ہے یوں ذکر غم گناہ نہیں

خاکسار اکبر

الہ آباد - ۲۵ جون سنہ ۱۹۲۰ء

مکرمی خدا آپ کو تندرست رکھے کہ مجھ کو اس محبت سے یاد فرماتے ہیں اپنا حال کیا لکھوں -

ہوتی ہے مری مزاج پرسی | شاید اب تک میں جی رہا ہوں
فرمائیے گر شعر سے کیا ہو دل راضی | انکا تو پتہ چل چکی تھی کہ ہو گئے راضی

انسانی زندگی

دام دنیا میں پھنسنا اور پھر ختم کرنا | بے اختیار جینا بے اختیار مرنا
محو غفلت ہی چلتے رہنا اور بوڑھی کھول دینا | پھر آنکھ بند کرنا اور اپنی راہ لینا
اک روز ہم بھی یہاں فہم نکتہ تھا | سب نے کہا کہ آپ بھی اللہ کو لیجیے
مجھ سے جو سیکھیں نے بھی یہ عرض کر دیا | منظور اگر یہی ہو تو آنکھیں نہ کھولیے

خاکسار اکبر

الہ آباد - ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۲۰ء

مکرمی السلام علیکم - میں خیال کرتا ہوں کہ یہ شعر آپ کا حصہ ہے غفلت کی با
[illegible] جوانی اور غفلت شب تیرہ اور ظلمت - غفلت مفرض ہے ہو کر آپ نے
[illegible] آپ نے شعر کی فرمائش کی ہے - ابھی اپنے ہی شعر کے مزے لیجیے اور

لینے بھیجیے پھر عرض کروں گا

آپ کا مخلص دیرینہ

اکبر حسین

الہ آباد ۱۲ جولائی ۱۹۱۸ء

کرمی سلمہ اللہ تعالیٰ انشاء اللہ تعالیٰ آخر جولائی میں کلیات آنے کی کوشش کروں گا

آپ ہی ایسے دو ایک مخلص رہ گئے ہیں ورنہ دنیا میں [illegible]

عمر کم رہ گئی دلکش کوئی تو [illegible] | اب [illegible]

[illegible] | [illegible]

الٰہی یہ چمن دہر تجھ پہ بار نہ ہو | دکھائے [illegible]

بدل گئی [illegible] | شراب [illegible]

گلہ [illegible] اکبر | سکوت [illegible]

ہمدم [illegible]

کیا بتاؤں [illegible] | خود سمجھ [illegible]

نیاز مند اکبر

الہ آباد ۳ جنوری ۱۹۱۳ء

میرے پیارے عنایت فرما۔ آپ ہی ایسے دو چار دوستوں کی یاد [illegible]

کچھ حلاوت زندگی باقی [illegible] مشتاق [illegible] رہتا ہوں۔

جوانی تو نے اپنے واسطے [illegible] اٹھایا تھا | بڑھاپا تو [illegible]

زندگی باقی ہی - حواس درست ہے - توانائی پائی تو قدوری یا مارچ مین ملنے کی امید پر
اللہ آپکو خوش رکھے۔

انقلاب ہی انھین حالت سابق نصیر | یاروں نے مرا خانۂ ویران نہین دیکھا
جب یادِ غائب ہو گزرا ئے کہا سے | شمعون کی طرح لیمپ کو گرین نہین دیکھا
غفلت مین تحیر بھی نظر آتی ہی خود بین | حیرت مین جوانی کو بھی نازان نہین دیکھا

اکبر

الہ آباد - ۱۱ مارچ ۱۹۲۱ء

پیارے محشر صاحب - پچھلے مطبوعات مین آپکی نظمین بہت دلکش اور با معنی نظر آتی ہین - اللہ یہ بلند خیالی مبارک کرے - یاد آوری کا شکر گزار ہون - اِس سے لذت یاب ہوتا ہون کہ آپکے دل مین میری جگہ ہی - ضعف اور ناتندرستی کی وجہ سے قابل سفر نہین ہون۔ بہت کچھ کہہ چکا اب کیا کہون۔

ارمان بقدر طاقت ہمت نکل رہا ہی | قومین ابھی چل رہی ہین جو تا بھی چل رہا ہی
لیکن ہامین سا کت دل مین یہ بات سوچی | افسوس تو یہ ہے انھون انجینہ سوچی

اکبر

الہ آباد - ۲۲ مارچ ۱۹۲۰ء

میرے کریم - یاد آوری کا شکر گزار ہون ناتندرستی کی وجہ سے آپ تاب گاہ نہ آنے کا کل ارادہ ہی - ممکن ہی کہ لکھنؤ بھی پہونچ سکون -

حادثے اپنے طریقے سے گزرتے ہی رہے | کیون ہوا ایسا یہ ہم تحقیق کرتے ہی رہے
صفحۂ ہستی پہ آخر کس قلم کی ہے کشش | نقش مٹتے ہی رہے لیکن ابھرتے ہی رہے

انتظار آخر اجل سے کر گیا یاں ہمکنار　　چشم بد دور آپ اپنے گھر سنورتے ہی رہے
آتش غم سے رہی سینہ کی منزل شعلہ بار　　حضرت دل باوجود اسکے ٹھہرتے ہی رہے

کچھ دیکھتا نہیں میں دل زار کیلیے　　جو کچھ یہ ہو رہا ہے سب اخبار کیلیے

اکبر

الہ آباد - ۱۷ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء

پیارے عنایت فرما۔ الطاف نامہ کا شکرگزار ہوں۔ علالت کی سختیوں نے نشاط خاطر سے محروم کر دیا ہے۔ دعائے خیر سے یاد فرماتے رہیے۔ دل تو چاہتا ہے کہ آؤں اٹھ بھی تو سکوں، بہت محتاج خدمت ہو گیا ہوں، غذائے موافق کا انتظام مشکل ہو گیا ہے
ابھی ذہن میں آیا

میں تو سمجھتا ہوں کہ بس اب مرا　　لوگ کہتے ہیں ابھی دیر ہے

اکبر

الہ آباد - ۱۳ اگست سنہ ۱۹۱۱ء

برادرم سلمہ اللہ تعالیٰ - افسردگی طبع روز افزوں ہے، شاید کچھ کہا بھی ہو تو یاد نہیں

پہلے تنہائی سے گھبراتا تھا میں　　زندگی سے اب تو گھبرانے لگا

ارادہ ہے کہ آخر اگست میں لکھنؤ میں حاضر ہو جاؤں۔

آپکی محبت و یادآوری کا ممنون

اکبر

زندگی باقی رہی۔ حواس درست رہے۔ توانائی پائی تو ضروری یا مارچ میں ملنے کی امید ہے
اللہ آپکو خوش رکھے۔

احباب ہی انھیں حالت سابق کا تصور	یاروں نے مرا خانہ ویران نہیں دیکھا
جب یاد دہ غائب ہو گئے از لئے کیا ہے	شمع کی طرح لیمپ کو گریاں نہیں دیکھا
غفلت میں تو پیری بھی نظر آتی ہے خود بین	عبرت میں جوانی کو بھی نازاں نہیں دیکھا

اکبر

الہ آباد۔ ۱۱ مارچ ۱۹۲۱ء

پیارے محشر صاحب۔ پچھلے مطبوعات میں آپکی نظمیں بہت دلکش اور با معنی نظر آتی ہیں۔ اللہ یہ بلند خیالی مبارک کرے۔ یاد آوری کا شکر گزار ہوں۔ اس سے لذت یاب ہوتا ہوں کہ آپکے دلمیں میری جگہ ہے۔ ضعف اور ناتندرستی کی وجہ سے قابل سفر نہیں ہوں۔ بہت کچھ کہہ چکا اب کیا کہوں۔

ارمان بقدر طاقت ہو تو نکل جاتے	قومیں بھی چلا رہی ہیں جوتا بھی چلتا ہے ہر
لیکن ہاں ساکت دلمیں یہ بات سوچی	افسوس انتوبیت پر انکھوں انجمینہ مدد چاہے

اکبر

الہ آباد۔ ۲۲ مارچ ۱۹۲۰ء

میرے مکرم۔ یاد آوری کا شکر گزار ہوں ناتندرستی کی وجہ سے پرتاب گڈھ نہ آسکا
نئی ارادہ ہے ممکن ہے کہ لکھنؤ بھی پہنچ سکوں۔

حادثے اپنے طریقے سے گزرتے ہی رہے	کیوں ہوا ایسا یہ ہم تحقیق کرتے ہی رہے
صفحۂ ہستی پہ آخر کس قلم کی ہے کشش	نقش مٹتے ہی رہے لیکن ابھرتے ہی رہے

انتظار آخر اجل سے کر گیا یاں ہمکنار | چشم بد دور آپ اپنے گھر سنورتے ہی رہے
آتش غم سے یہی سینہ کی منزل جل گیا | حضرت دل باوجود اسکے ٹھہرتے ہی رہے

کچھ دیکھتا نہیں میں دل زار کیلیے | جو کچھ یہ ہو رہا ہو سب اغیار کیلیے

اکبر

الہ آباد - ۱۷ مارچ ۱۹۲۱ء

پیارے عنایت فرما۔ الطاف نامہ کا شکرگزار ہوں۔ علالت کی سختیوں نے نشاط خاطر سے محروم کر دیا ہے۔ دعائے خیر سے یاد فرماتے رہیے۔ دل تو چاہتا ہے کہ آؤں اٹھ بھی تو سکوں، بہت محتاج خدمت ہو گیا ہوں، غذائے موافق کا انتظام مشکل ہو گیا ہے۔ ابھی ذہن میں آیا

میں تو سمجھتا ہوں کہ بس اب مرا | لوگ کہتے ہیں ابھی دیر ہے

اکبر

الہ آباد - ۱۳ اگست ۱۹۱۱ء

برادرم سلمہ اللہ تعالیٰ۔ افسردگی طبع روز افزوں ہے، شاید کچھ کہا بھی ہو تو یاد نہیں

پہلے تنہائی سے گھبراتا تھا میں | زندگی سے اب تو گھبرانے لگا

ارادہ ہے کہ آخر اگست میں لکھنؤ میں حاضر ہو جاؤں۔

آپکی محبت و یاد آوری کا ممنون

اکبر



الہ آباد - ۱۳ رجون ۱۹۲۱ء

مکرمی - یہ مصرعہ آپ نے خوب لکھا ہے گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل بس یہی میرا حال ہے

عشق بتان و خاطر سخن دان نشکند — گر گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

صاحب کا بھی خوف ہے طوفان کا بھی — گر گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

دیدیا حضرت نے ٹھیکہ باغ کا صیاد کو — موسم گلزار میں بلبل کو چپ ہونا پڑا

زندہ رہا تو آخر جولائی یا اگست میں امید ملاقات ہے۔

خاکسار

اکبر

مؤلف کے نام

الہ آباد - ۱۵ رجون ۱۹۲۱ء

حضرت صفدر - آپ نے مدت کے بعد کروٹ لی۔ میں تو سمجھا تھا کہ حافظ سلمہ کی طرح آپ نے بھی بے رخی اختیار کی۔ میں جب کسی رسالہ یا اخبار میں آپکا کلام دیکھتا ہوں دلچسپی سے پڑھتا ہوں۔ مومن مرحوم کی طرح میں بھی شب ہجران قافیہ میں آپ کا شعر مجھے بہت پسند آیا۔ اللہ کرے مشق بہم اور زیادہ ہو۔ زندہ رہا تو لکھنؤ میں آپ سے جلد ملونگا۔

دعاگو

اکبر

امیر الانشا دبیر الملک سید علی صفدر صاحب ناظم ریاست ٹونک کے خطوط مؤلف کے نام

(۱)

مکرمی - میرے خط کے جواب میں آپکا عنایت نامہ اور مرقع ادب کا [illegible] وی - پی [illegible] ساتھ ساتھ لکھی دن کی ڈاک میں مجھے ملے [illegible] کے [illegible] میں اگرچہ ایک کثیر المشاغل آدمی ہوں لیکن اس عقیدت کی بنا پر جو مجھکو ان حضرات کے ساتھ ہے جنکے بعض کے خطوط مرقع ادب میں نقل کئے گئے ہیں - میں نے اسکے مطالعہ کے لیئے وقت نکالا اور اسکو دیکھا میری یہ رائے ہے کہ مرقع ادب ترتیب کی حیثیت سے [illegible] کی پہلی تالیف ہے کتاب لٹریری خوبیوں سے مملو ہے اور [illegible] محاسن کا ایک بہترین نمونہ ہے - میرا خیال ہے کہ وہ [illegible] ادب اللغہ [illegible] مٹے ہوئے ہیں آپکی نظر انتخاب سے [illegible] اور وہ حضرات جو لٹریری جواہر کے [illegible] ٹونک سے اور ٹونک کے باہر اسکی اشاعت کے لیے [illegible] دوسرے حصے کے شایع ہونے کا میں منتظر ہونگا - والسلام

سید علی صفدر ناظم ٹونک ۲۱ مارچ ۱۹۱۲ء

(۲)

مکرمی - عنایت نامہ ملا میرا ارادہ تھا لیکن آپ کا تقاضا مجبور کرتا ہے کچھ اور خطوط بھیجتا ہوں - یہ صرف آپکی فرمایش کی تعمیل ہے - اسکا [illegible] ہوں کہ جو کچھ ہذیان ہے وہ آپکے معیار انتخاب کے مطابق [illegible]

یہ آپ کا ایک محبانہ خیال ہے کہ مرقع ادب کے حصہ دوم کو اسکی طباعت سے

پہلے آپ مجھے دکھانا چاہتے ہین۔ لیکن عدیم الفرصت تو پہلے بھی کم نہ تھا اُسپر یہ اور طرہ ہے کہ گرمی کا موسم ہے اور کوہستان کی گرمی۔ قیامت کی گرمی ہی۔ جبتک مینھ کے برسنے سے طبیعت مین روانی نہ آلے اس قسم کے مشاغل کو اٹھا رکھیے۔ جس کتاب کی تالیف آپکے نام سے منسوب ہو اُسکی خوبی کی یہی ضمانت کافی ہے کہ آپ اُسکے مولف ہین۔

آپ بھی اچھے اور آپ کا کلام بھی اچھا ہے لیکن پھر بھی دیوان کی اشاعت کے بارہ مین میری جو رائے ہو اُسکے اظہار سے مجھکو افسوس ہوتا ہے۔ یہ مین بھی جانتا ہون اور آپ مجھسے بہتر جانتے ہین کہ شاعری کا مذاق گرد روزگار مین پل رہا ہی۔ خدا جانے یہ جدید شاعری کیا بلا ہے کہ اسکے آگے بیچاری قدیم شاعری کی کوئی بات بھی نہین پوچھتا یہ تو عام مذاق کی حالت ہی۔ اب آپ خود ہی سوچ لیجیے کہ دیوان شایع ہو تو اُسکے قدردان کہان سے آئینگے۔ والسلام

سید علی اصغر ناظم ٹونک۔ راجپوتانہ

۲۴ مئی ۱۹۱۵ء

مولوی عبدالحی صاحب شہاب مقیم علیگڈھ علاقہ ٹونک کے نام

کیون صاحب۔ کیا مراسم اتحاد اسی کے مقتضی ہین۔ یہ بیزاری اور اسقدر خفگی۔ مدتون خط نہین لکھتے بڑے جبروت ہو۔ فرمایے تو یہ تکلف کیون ہے، اور استغنا کس لیے۔ اُلفت گواہ اور محبت شاہد ہو کہ آپکی خبر سننے کے لیے کان ہمیشہ متعلق رہتے ہین اور منتظر آنکھین آپکے خطون کا بیچینی سے انتظار کیا کرتی ہین مگر آپ نے وہ سکوت اختیار کیا کہ الامان۔

مین عنقریب ایک تقریب کی وجہ سے ٹونک آنیکا ارادہ کر رہا ہون اُسوقت
آپ اور مین، مین اور شکایت، آپ اور انفعال ~

مرے دلمین ہی غالب شوقِ وصل و شکوۂ ہجران   خدا وہ دن کرے تم سے جو مین یہ بھی کہون وہ بھی

مولوی علی ظفر صاحب سے مین سترھوین اشرلیف کے جلسہ مین دہلی مین ملا تھا اور اُن کا
وہ مضمون بھی مین نے دیکھا جو اُنھون نے "وجود ممکن" کے عنوان پر لکھا ہے۔ مضمون کا
طرز استدلال اگرچہ محققانہ ہی۔ مگر اندازِ بیان مین شگفتگی کم ہے۔ اُسی کو دیکھکر مجھے بھی خیال
ہوا ہی اور اسی موضوع پر مین نے بھی کچھ لکھا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ دیکھنے والے
کیا کہتے ہین۔ والسلام

علی اصغر

پیرزادہ احسان اللہ خان صاحب جاگیردار ترمانہ کے نام

نیماہیڑہ۔ علاقہ ٹونک۔ ۱۰ فروری ۱۹۰۵ء

دل مین کھٹک رہی ہے خلش دوستونکی یاد
کانٹے بنے ہوئے ہین سفر مین وطن کے پھول

خود فراموش اصغر کے یاد کرنے والے۔ تسلیم۔ مزاج انور۔ بیمار جان بلب کو صحت سے
درویش بے نوا کو دولت سے ہجران نصیب عشاق کو وصال سے نکتہ سنجون کو صحبت
اہل کمال سے مجروح تشنہ کام کو چشمہ بہار کے تفریح بخش نہال سے اور

قمری کو وصل سرو سے اتنی ہو خوشی   آہو کو سبزہ زار دے بوقت رم

جو مسرت میرے شوق بھرے دلکو آپکے خط آنے سے ہوئی۔ یہ آپ نے صحیح سنا ہی

کہ نتائج المجالس چھپکر شایع ہوگئی ہے لیکن تقطیع بد قطع، کاغذ ناقص مضمون بے ربط چھپائی خراب، اُسپر متضاد یہ کہ لفظی تحریف جسکو دیکھکر جی جلتا ہے مگر جیسی کچھ ہے اُسکی ایک جلد آپکی خدمت مین بھیجتا ہون۔ تحشر خیال کی تصنیف کے سلسلہ کو اب منقطع سمجھیے۔ جو عزیز ہستی اُسکی تصنیف کی محرک تھی جب اُسی کا وجود دنیا مین نہ رہا تو بس اب کسکے کہنے سے لکھون گا۔ ایک خاص فرمایش کی تحریک سے مین آجکل ریاست ٹونک کی تاریخ لکھ رہا ہون۔ چھ حصون مین یہ تاریخ ختم ہوگی۔ حصہ اول کی ترتیب سے فرصت پائی ہے اور وہ بجنور کے ایک پریس مین چھپ رہا ہے عنقریب بھیجونگا۔ والسلام

علی اصغر

حکیم سید عبد المجید خان صاحب ناظم پرگنہ علی گڈھ کے نام

ٹونک ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ

مخدوم میرے، الطاف نامہ کے ورود نے آپکے لطف کا ممنون کیا۔ میرا حال یہ نہ پوچھیے۔ مین ٹونک مین ہون جہان آجکل ملک الموت کا تسلط اور ہیضہ کا دور دورہ ہے۔ شہر مین ہر طرف خوفناک خاموشی کی عملداری ہے

چلی جاتی ہے کشتی اُنکے ستم کی بڑھی جاتی ہے آبادی عدم کی

جسطرف آنکھ اُٹھایئے مہیب سناٹا پڑا ہوا ہے جسکو دیکھیے اداس ملول و غمگین جس سے ملیے دلگیر سراپا غم کی تصویر، حیران و پریشان۔ مین اگرچہ ابتک زندہ ہون لیکن مردہ سے بدتر ہو رہا ہون۔ میری دلگرفتگی کی کیفیت ذکر ربیع الثانی کی دسوین تاریخ اور چہار شنبہ کی قیامت خیز رات۔ اس کے دو بجے تھے کہ والدہ صاحبہ کو

تسلی اور تسلی کے ساتھ استغفار ختم ہوا۔ صرف ۱۲ گھنٹہ بیمار رہ کر پنجشنبہ کی رات کو گیارہ بجے سے کچھ پہلے اس دار ناپائیدار سے ہمیشہ کے لیے انتقال فرمایا۔ ہائے۔ ؎

میں سنوں اور اپنے کانوں سے　　وہ کریں اور انتقال دریغ

اس جگر فگار حادثے نے میرے سلطانِ دل میں لازوال بے چینی پیدا کر دی اور مسرت و انبساط کے سبزہ زار پر رنج و غم۔ درد و الم اور حسرت و یاس کی گھنگھور گھٹائیں چھا گئیں ہیں۔ برقِ الم نے خرمنِ شادمانی کو خاکستر بنا دیا ہے اور فرطِ غم سے دل و دماغ بیکار ہو گئے ہیں۔ زندگی کا لطف باقی نہیں رہا۔ اور جینے کا مزہ جاتا رہا۔ دل بے چین ہو کر پہلو سے نکلا جاتا ہے اور جگر خون ہو کر بہنے کے لیے مستعد ہے۔ حواس منتشر اور دماغ پریشان دل بےکل ہے اور جگر بے چین۔ دل ہے اور افسردگی۔ جگر ہے اور بے قراری۔ آنکھیں ہیں اور اشکباری ؎

اُنکے مرنیکا شہید کی حادثہ ایسا نہیں　　کچھ نہ روئے آہ گر ہم عمر بھر رویا کیے

علی اصغر

معتمد الملک سید محمد خان صاحب بہادر ناظم پرگنہ نیماہیڑہ کے نام

ٹونک۔ ۱۹ جولائی ۱۹۴۲ء

غمخوار میرے۔ شاید جون کا مہینہ تھا کہ آپکا مہربانی نامہ میرے مسیح کی عیادت میں آیا تھا۔ آپ نے لکھا تھا اور میرا بھی خیال تھا کہ مرض کے افاقہ سے طبیعت کو کچھ سکون ہو تو شفا کے جواب میں مزاج کی کیفیت لکھوں۔ لیکن دوا کا اور دعا کا۔ گوناگوں تدبیروں میں رات دن کی مصروفیت کا اور پانچ مہینے کامل تیمارداری کا انجام یہ ہوا کہ

جمادی الاول ۱۳۳۲ھ ہجری کی پہلی اور جولائی ۱۹۱۴ء کی سترھوین تاریخ تھی شنبہ کا قیامت خیز دن تھا اور دن کا ۸ بجا تھا کہ بوسنے گل سے یار دح نے جسم سے انتقال کیا ؎

اُنکی صورت دیکھکر جیتے تھے تم تو اے جلیل
اب کہو کیا دل پہ گزری اُنکی میت دیکھکر

خدا بخشے مرنے والے کے ساتھ میرے دیوانہ دلکو جو غیر معمولی تعلقات تھے وہ سب نہین تو کچھ آپ بھی جانتے ہین بس اُنھین پر اس اندوہناک حادثہ کے جانگداز صدمہ کا قیاس کر لیجیے۔ دل کو اور طرف متوجہ کرتا ہون لیکن نہین ہوتا۔ طبیعت کو ہرچند بہلاتا ہون مگر نہین بہلتی حیرت نے آنکھون پر قبضہ کر لیا ہے اور افسردہ دلی پہلو کا مرکز بنا ہوا ہے ؎

ہائے وہ دل جو خوشی کا گھر تھا
آج مدفن ہے تمنا دن کا

شوریدہ سر علی اصغر

مولوی سید سلیمان صاحب کے نام

ٹونک۔ ۲۲ محرم

ہمدرد دیرینہ جس بیمار کی عیادت مین آپ نے عنایت نامہ لکھا ہے اُس کا مزاج مختلف امراض کے متواتر حملون سے مغلوب ہو کر اعتدال کے حد سے متجاوز ہو گیا تھا۔ تجربہ کار ڈاکٹرون کی عقل گم تھی طبیب علاج کرتے کرتے عاجز آگئے تھے اور تیماردار سراسیمہ تھے۔

انجام یہ ہوا کہ گرمیون کا موسم تھا۔ محرم کی آٹھوین تاریخ جمعرات کا دن تھا اور دن کا

ایک بجے تھا کہ بیمار نے ورم جگر، یرقان، اور سرسام وغیرہ کی بیماریوں میں تین مہینہ کے قریب مبتلا رہ کر فنا ہونے والی دنیا سے ہمیشہ کے لیے انتقال کیا۔ اب میں ہوں اور افسردہ طبیعت۔ میں ہوں اور مضطرب دل۔ دن ہے اور بیقراری انیس۔ رات ہے اور اختر شماری کا مشغلہ۔ موت اور وہ بھی رفیق زندگی۔ ایک انیس زندگی کی موت۔ اسکا فراق اور وہ بھی دائمی۔ ہمیشہ کی مایوسی اور زندگی بھر کی بےچینی ؎

شب غم اور تیرے ہائے شب غم — فقط گرنا ہے باقی آسمان کا

علی اصغر

ایک حبیب کے نام

علی گڈھ۔ ۱۷ فروری سنہ ۱۹۰۲ء

میں بلاتا تو ہوں اسکو مگر اے جذبۂ دل
اسپہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

جان صغریٰ۔ تمہارا بھیجا ہوا خط مجھے ملا۔ اور میں نے کئی بار پڑھا۔ نمک بھی چھڑکا اور مرہم بھی بنا

؎ نرم باتیں کہیں نزاکت سے — گرم فقرے کہیں شرارت سے
لے لی چپکے سے دلمیں چٹکی بھی — کچھ تبسم بھی کچھ تشفی بھی

خط کے دیکھنے سے کبھی کا گزرا ہوا زمانہ نظروں میں پھر گیا۔ اور تمہاری بھولی بھولی باتیں اور پیاری پیاری ادائیں یاد آ آ کر بیقرار دلکو اور بھی بےچین کر گئیں ؎

کبھی کچھ چھیڑ کر وہ کچھ آنکھیں ملا کر کہنا — کبھی کچھ کہہ کے وہ خود آپ ہی شرما جانا۔

مین جس حال مین ہون شکر ہے اچھا ہون ۔ تمھاری مفارقت غم و الم کی انتہا ہی کیا ہر ۔ درد و کاوش ۔ رنج و قلق اضطرابی اور بیچینی ۔ تڑپ اور اُلجھن کسی کی بھی کمی نہین ہے

غم محبت درد فراق رشک رقیب ہجوم آفت داغ جان بقرار و دریغ

تحمل اور استقلال کا دامن میرے ضعیف دل کے کمزور ہاتھون سے چھوٹ گیا ہے ۔ ضبط کی تاب نہین صبر رخصت ہو چکا ہے ۔ بیچارہ صبر بھی کب تک نباہ کرے انتظار کی بھی آخر کوئی حد ہے

ریاض

سحر بھی ہوتی ہر چلتے ہین لے اجل ہم بھی
اب اُن کے آنیکا ہم کو بھی انتظار نہین

وصل و ملاقات سب تمھارے بس کی بات ہر تم چاہو تو سب آسان ہے ۔ اب بھی آجاؤگے تو مجھے جِلا لوگے ۔ نہین تو میری جان پر بن بنے گی ۔ پھر آسے تو کیا ۔ پچھتاؤگے اور سوا ئے مٹی کے ڈھیر کے اور کچھ نہ پاؤگے ۔

آرزو ہے بہت زیارت کی
تھوڑے دنوں سے ہون ناز کرکے بہت
مین ہوا ہون مکلف خدمت

اب نہین تاب درد فرقت کی
جان کر تم کو دلنواز بہت
ورنہ میری بھی نہین عادت

خط کا جواب ذرا جلد بھیجنا ۔ اور بات صاف لکھنا ۔ مجھے انتظار رہیگا

شوہر بیقرار
مضطر

اُنھیں کے نام

علی گڑھ۔ ۷ر اپریل ۱۹۱۲ء

دکھاتے ہیں تماشہ برق رخسار درخشاں کا
ٹھہر لے بیقراری ہم تری تدبیر کرتے ہیں

جان اصغر شراب اُلفت کا ساغر۔ محبت کے پھولوں کا گلدستہ یعنے تمھارا شوخیوں بھرا خط۔ پندرہویں اکتوبر کا لکھا ہوا۔ بڑے کافر دل دکھانے والے انتظار کے بعد۔ پرسوں کی ڈاک میں مجھے ملا۔ خط کے ملنے سے میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور تمھارا احسان مانا کہ ابھی میری جھوٹی سچی یاد سے تمھارے دل کو تھوڑا بہت تعلق ہے غنیمت ہے۔ مگر میں کیا بتاؤں کہ میرا کیا حال ہے۔ محبت کا تو نام ہی بُرا ہے۔ یقین مانو۔ تمھاری یاد دل سے اور دھیان خیال سے کسی وقت میں بھی جدا نہیں ہوتا۔ خدا جانے کیا ہو گیا ہے کہ میں ہر گھڑی ہر لحظہ تمھارے ہی تصور میں محو رہتا ہوں ؎

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا   جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

تمھارے وصل و ملاقات کا ذوق و شوق اور تم سے ملنے کے ارمان تمنائیں دل و دماغ پر مسلط ہیں۔ اور یہی رہ رہ کر دل سے دماغ میں اور دماغ سے دل میں چکر لگایا کرتی ہیں۔ دن کو اضطرابی و بےچینی سے کسی کام میں دل نہیں لگتا۔ اور بیکلی اور بیقراری مجھ سے رات بھر پہلو بدلواتی رہی ہے۔ دن کا ایک ایک منٹ ایک ایک گھڑی ایک ایک دن سے زیادہ معلوم ہوتے ہیں۔ جدائی کی پہاڑ سی راتیں ایسی کٹھن ہیں کہ کسی طرح کاٹے نہیں کٹتیں ؎

کیا اندھیرا ہے شب ہجر کہ دم گھٹتا ہے — تم جو آجاؤ یہی رات سہانی ہو جائے

اگرچہ دنیا کے مکروہات سے مجھے دم لینے کی فرصت نہیں۔ اور سرکاری کاموں کے ہجوم نے مجھے اندنوں معمول سے کچھ زیادہ عدیم الفرصت کر رکھا ہے۔ لیکن طبیعت کے اصرار اور دل کے اشتیاق اور سب پر مستزاد تمہارے تقاضہ کی تاکید سے بے بس ہو کر میں نے ارادہ کیا ہے کہ اسی مہینہ کی کسی تاریخ کو علی گڑھ سے چلکر ٹونک آؤنگا۔ یہ میرا ارادہ ہے تم بھی دعا کرو کہ بن پڑے

اصغر شوریدہ سر

ایک محبوب کے نام

سرونج۔ مالوہ۔ ۲۵ نومبر ۱۹۰۶ء

دل میں نے دیا تھا جسے دلدار سمجھکر
کیوں تم وہی معشوق ہو یا مجکو گمان ہے

او ظالم ستم کے بانی۔ کبھی تو خط لکھا کر۔ یہاں خط کا انتظار موت کا مزہ چکھا رہا ہے اور تجھے ناز سوجھتے ہیں۔ حیف ہے تم اور بے اعتنائی بے حد غفلت شعاری اور یہ بیخبری۔ یوں دیکھنے میں تو بڑے نرم۔ بڑے نازک ہو مگر واللہ حقیقت میں بہت سخت اور سنگدل ہو ؎

تجھسے ملنے پر بہت بیدرد یہ عقدہ کھلا — بھولی بھالی شکل والے ہوتے ہیں جلاد بھی

کیوں صاحب۔ انصاف شرط ہے۔ ذرا سچ کہنا۔ کیا یہی اقرار تھا۔ اسی کا نام الفت ہے۔ بھلا یہ بھی کچھ منصفی کی ہیں باتیں کبھی تم میرے دل کی حالت نہ پوچھو کہنے کو اور بہت کچھ ہے۔ مگر تجھ میں جونک لگنا معلوم اثر کرے تو یہ بھی بہت ہے ؎

طوفانِ نوح لانے سے اے چشم فائدہ — دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

شوریدہ سر اصغر

فقیر سید افتخار الدین صاحب پولٹیکل ایجنٹ کابل کے نام

ٹونک - ۱۲ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء

جنابِ اقدس - نامہ توقیر افزا کے ورود سے جناب کے مزاج [illegible] کا تذکرہ کیا خدا گواہ اور عقیدت شاہد ہے کہ طبیعت کی غیر معمولی ناسازی نے [illegible] عرصہ تک [illegible] سے قاصر رکھا۔ ورنہ پاؤں کا کام سر سے لیتا اور حاضر ہوتا۔ خیال تو ہوگا کہ کیوں چپ [illegible] نیازمند ہوں اور —

شکوہ ہوتا ہے [illegible]
کیا شکایت نیازمندوں سے

زیارت حاصل کرنے کا شوق حد سے گزرتا جاتا ہے اور اس شوق میں [illegible] ساتھ اب جگر بھی بیتاب ہے مگر زمانہ کے مکروہات سے مہلت بھی فرصت نہیں دیتی زندگی ہے تو کبھی نہ کبھی یہ تمنا بھی پوری ہو جائیگی ورنہ خیر جہاں [illegible]

گر بماندیم زندہ بردوزیم — دامنے کز فراق چاک شدہ
ور بمردیم عذر ما بپذیر — اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

نیاز اثر

علی اصغر

حضرت آرشد تھانوی کا خط
مؤلف کے نام

بھوپال۔ ۳۰ مارچ ۱۹۱۵ء

ظالم اظلم، جور و ستم کی انتہا ہو گئی، کتاب تیار کی یا تیرو نشتروں پر جلا دیے جب کوئی چیز تعریف کی حد سے گزر جاتی ہے تو مجبوراً مذمت سے کام لینا پڑتا ہے۔ یہی میں بھی کروں گا۔ کیسے کیسے خط جمع کیے ہیں۔ میں تو حیران رہ گیا۔ اُردو میں یہ اپنی قسم کی پہلی اور لاجواب شے ہے، اخراجات کی تو شکایت کرتے ہو، مگر صوری و معنوی دلکشیوں کا کریڈٹ حاصل کرنے پر جو سر در دفخر ملا اُسکا شکریہ ادا نہیں کرتے، یہ گویا کسرِ نفسی ہے، اے سبحان اللہ، ایسے ہی بھولے ہیں۔ اس سادگی کے قربان نہ جائیے تو اور کیا کیجئے، ریویو عنقریب لکھونگا اور مفصل، آپکی عاید کردہ شرائط سے مشروط قیمت کے بارہ میں مجھے محوی صاحب سے اتفاق نہیں ایک روپیہ بالکل ٹھیک ہے نہ کم نہ زیادہ اب رہی اشاعت اسکی ترکیب شاکر صاحب سے پوچھیے، اخباروں میں اشتہار دیجیے، آپ کثیر الاحباب ہیں اپنے احباب سے جس طرح ہو سکے اپنے خرچ کیے ہوئے دام سمیٹیے۔ مزا تو اُڑا لیں سب اور خرچ ٹھپے حضرت آپ پر یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ والسلام

آرشد تھانوی

جناب مرزا محمد جعفر صاحب اوج خلف اکبر مرزا دبیر مرحوم کا خط قاضی محمد خلیل صاحب حیران رئیس اعظم بریلی کے نام

لکھنؤ

محترمی دوستی دام مجدکم العالی۔ تسلیم میر سلام و سلامتی میخواہم۔ عنایت نامہ گلدستہ نجمن موصول ہوا۔ بدریافت خیریت مزاج گرامی شکر الٰہی بجالایا۔

فرق آمین صاحب کے پاس خط بھیجنے میں جو کوشش فرمائی گئی کمال ممنون فرمایا خانہ احسان آباد باد۔ واقعی آپ نے بڑی زحمت فرمائی اور بغیر اس زحمت کے خط کا پہنچنا ممکن نہ تھا۔

انشاء اللہ وقت فرصت اور سلام بھی بھیجوں گا۔ بالفعل یہ سلام مرسل ہے۔

جمال عارض سرور اگر مذکور ہو جاتا
پہ مجلس وادی ایمن پہ شجر طور ہو جاتا

نوٹ:۔ خوش کرد اور اشعار اس سلام کے مؤلف نے اس خیال سے نقل نہیں کیے کہ معراج الکلام مرتبہ حضرت تجبیر لکھنوی میں مرزا صاحب مرحوم کا یہ سلام ہو گا۔ مگر جب میں نے لکھتے وقت معراج الکلام میں تلاش کیا تو نہ مل سکا۔

مؤلف

سید محمد اعظم صاحب اعظمؔ لکھنوی کا خط مؤلف کے نام

لکھنؤ، ۱۵ جون سنہ ۱۹۲۴ء

مکرمی محترمی زید اللہ فصاحت کلامکم۔ تسلیم۔ محبت نامہ معہ تحفۂ شادی موصول ہوا سبحان اللہ کیا بات ہے، تمام اشعار مروارید کی لڑیاں ہیں، جدت مضامین، نشست الفاظ بیساختہ پن جو طبع عالی کا خاص شیوہ ہے، کس کس بات کی تعریف کی جائے۔ بہرحال رقعہ نہایت لطیف ہے اور ہر قسم کے محاسن نے مل ملا کر نظم میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ ویسے تو تصنیف اہل ذوق اگر وہ داد دیں یا نہ دیں لیکن اِس ممنون منت کی زبان مدح سرائی میں لال ہے۔

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

خاکسار محمد اعظم



جناب محمد لعل خان صاحب ادیب کڈپوی کا خط مؤلف کے نام

کوہی مقام، شہر نیل گری ۱۳ ر اکتوبر ۱۹۱۷ء

کس بیدرد کو دل کی تڑپ کا حال لکھتا ہوں
زبان کلک پر ہر حرف جیتا پانہ آتا ہے

میرے قبلہ میرے کعبہ میرے استاد آداب " لیجئے ایک مصرع میں آداب القاب سب ختم جسے میں نے زیب عنوان کیا ہے کیا حضور ہی کا شعر ہے؟ بندہ پرور آخر یہ کیا اندھیر ہے اپنے چاہنے والوں سے بیرخی بیزاری اتنا تغافل۔ کوئی خط پہ خط لکھے آپ جواب ہی نہ دیں ہائے رے شوق کہ دن کاٹتے ہیں گن گن کر آج آتا ہے نہ کل خط کا جواب آتا ہے ہاں آپ کو حسینان معانی کے بناؤ سنگار سے اتنی فرصت کہاں کہ غریب ادیب کے مزخرفانہ کا جواب لکھنے کو بیٹھیں خیر آپ اور کسی بات کا جواب دیجئے یا نہ دیجئے مگر یہ تو فرمائیے کہ مرقع کا دوسرا حصہ کب تک آپ کے گن ہار تھرے ہاتھوں سے سنور کر بازار میں یوسف ثانی بن کر آجائیگا۔ میں آپکی وجہ سے ستایا جا رہا ہوں۔ کل احباب مجھی سے پوچھتے ہیں خط پر خط آتے ہیں کہ مرقع کا دوسرا حصہ تیار ہو تو بھجوائیے۔ آپکے پر لطف اشعار "الناظر" میں پڑھے۔ واللہ ایک ایک شعر کو یاد نہیں کے کے بار پڑھا۔ اچھے کو برا کون کہتا ہے

"اللہ کرے زور قلم اور زیادہ" براے تمام ادیب

فقط

حکیم برہم صاحب اڈیٹر اخبار مشرق گورکھپور کے خط مؤلف کے نام

گورکھپور ۔ یکم اپریل سنہ ۱۹۱۶ء

مکرمی تسلیم ۔ کتاب "اصلاح زبان اردو" کی ایک جلد موصول ہوئی ۔ مؤلف نے دعویٰ کیا ہے کہ ناسخ و آتش کے عہد سے اسوقت تک جتنے الفاظ اردو زبان مین متروک ہوئے ہین اُن سب کو اِس رسالہ مین جمع کر دیا ہی ۔ اِس تصنیف کے متعلق میری یہ رائے ہے کہ یہ رسالہ اپنے مقصد مین بالکل ناقص بلکہ عوام الناس کو مغالطہ مین ڈالنے والا ہی ۔ مؤلف کا منشا بعض اساتذۂ اردو پر اعتراض کرنا پایا جاتا ہے کیونکہ متروک الفاظ تو تھوڑے ہی سے بتائے گئے زیادہ تر فرو گذاشت شعرا کی گرفت کیگئی ہی مثلاً آتش نے المضاعف کو المضاف باندھ دیا ہی ۔ داغ نے ناپید کو ناپیدا کہا ہے امیر نے طرفدار کو فارسی ترکیب سے کہا ہی ذوق نے نغشی موزون کیا ہی ۔ غالب نے جگر کھودنا لکھا ہی وغیرہ

یہ کام وہ شخص کر سکتا ہے جو زبان کا ماہر اور تمام استعمالات شعرا پر حاوی ہو مؤلف کا تو یہ حال ہے کہ اُردو عبارت بھی صحیح نہین لکھ سکتے دیباچہ کا پہلا فقرہ یہ کہ "خدا کی حمد زبان اور بیان سے باہر ہے" "زبان سے باہر غلط" "اردو زبان کی تحفظ" "تحفظ کر رہے" "اُس گدڑی مین خوش ہو جو اُسے ناسخ و آتش نے پہنایا تھا" "اوڑھی کہنا چاہیے" "سفیران سخن بنا گئے تھے" "سفیران سخن کے کچھ معنی نہین ہین" "غلط طور پر استعمال ہوئے ہین" "کون کون الفاظ"

فصحا نے چھوڑے ہین" "کون کون سے الفاظ ہونا چاہیے" غرض اسی طرح چند صفحے کے مضمون مین بیسیون غلطیان نظر آتی ہین۔

اساتذہ کے جو شعار اس رسالہ مین نقل کیے گئے ہین، اُن مین سے شاید ہی کوئی شعر صحیح ہو۔

اصلاح

(۱) ابتدا مین لکھتے ہین "احبابون، اشعارون، اخبارون، جواہرات، وجوہات وغیرہ جمع الجمع ہونے سے غلط ہین"

احبابون اشعارون وغیرہ تو کوئی ذی فہم نہین کہتا البتہ جواہرات بکثرت مستعمل ہے۔ اب اسکو داخل زبان سمجھنا چاہیے۔ علی ہذا القیاس مؤلف نے تنہا بیدار کو بھی غلط بتایا ہے۔ یہ لفظ بھی زبان سے اب جدا نہین ہو سکتا۔ احتیاط کرنے کا ہر شخص کو اختیار ہے جسکو تقوی کہتے ہین مگر ترک پر فتوی دینا بہت دشوار ہے۔

(۲) آفتاب تیز داغ سے شام ہونے تو دو چلے جانا + ہے ابھی آفتاب تیز بہت
"آفتاب کے لیے تیز بمعنی گرم قابل احتیاط ہے"

آفتاب کی حدت اور تیزی زبان زد ہے اور تیز بمعنی گرم بالکل صحیح ہے۔ آتش شوق تیز تر گرد

(۳) اُچکی ہوئی تقدیر۔ داغ سے

گر رسائی چاہتی ہو اور تو اپنا عروج
اُچکی ہوئی تقدیر دیکھو نہین گیا۔ اُچکی حد
اندنون اُچکی ہوئی[1] ہے سے کچھ اپنی [illegible]

(۴) اس طرح سے داغ سے

[1] اُچکی ہوئی یہ معنی لیتے معلوم نہین کہ کس [illegible]

کسی نے [illegible] تو وہ [illegible] چھپا کے مر رہے آ گئے   اسطرحسے آ کے کہ نہ آ کے مرے آ گئے

[illegible] اب متروک ہو [illegible] کہنا [illegible] ہے۔

[illegible] اگرچہ [illegible] [illegible] داغ اور اُن کی اتباع کرنیوالے بکثرت استعمال کرتے ہیں تو متروک کہنے کی کیا صورت ہے متروک تو اُسکو کہتے ہیں جسکو سب نے چھوڑ دیا ہو

[illegible] آشنا - آجکل

[illegible] مرے سب آشناؤں نے قضا کی

گو شعرانے دوستی کے معنی پر بکثرت استعمال کیا ہے مگر بول چال میں عموماً اطلاق اسکا ناجائز تعلق [illegible] قابل احتیاط ہے

[illegible] آشنا کا [illegible] قابل احتیاط بتایا جاتا ہے جو ثقات کی عمدہ زبان اور شاعری [illegible] آشنا اور صورت آشنا کی جگہ کیا استعمال کرتے ہیں [illegible] زبان سے محض نا آشنا ہیں۔

[illegible] آشنا [illegible] اپنے مطلب کا   فیصلہ ہو چکا ہے یہ کب کا

[illegible] آنسو   چلے جب اپنی روزن پھر کے آشنا ٹھہر

[illegible]   آج تک صورت آشنا ہوا

[illegible]   اک آشنا تھا اسکو بھی بیگانہ کر دیا

اور دار رکھتے ہو پردہ میں پھر آنا دل کا

[illegible] بے تکلف جائز رکھا ہے۔

داغ ؎ عرصۂ حشر مین اللہ کرے گم مجکو — اور پھر ڈھونڈھتے گھبرائے ہوئے تم مجکو

تعشق ؎ حسن اور عشق سے کیا چاہیئے قسمت اچھی — نیک نام آپ ہین شہرہ مری رسوائی کا

(۷) "انکھڑیان" جلال ؎

اپنی شوخ انکھڑیون مین کچھ تو حجاب آنے دو — راہ پر آئین جو یہ خانہ خراب آنے دو

انکھڑیان "اب تو بول چال مین نہین ہین"

انکھڑیان متروک نہین ہین "چشم معشوق کو کہتے ہین۔ دیکھیے امیر اللغات و گلشن فیض مولفہ جلال

بحر ؎ دو چار کو جو قتل کرین اُسکی انکھڑیان — شیرین سے بھی زیادہ غزالونکی دھاک ہو

آتش ؎ ان انکھڑیون مین اگر نشۂ شراب آیا — سلام جھک کے کرونگا جو پھر حجاب آیا

(۸) "اندر باہر لگے ہوئے ہین"۔ امیر ؎

کیا حالِ دل سُناؤن جاسوس اُس پری کے — اندر لگے ہوئے ہین باہر لگے ہوئے ہین

ذم کا پہلو ہے احتیاط چاہیئے۔

اندر باہر لگے ہوئے ہین ثقات کی زبان ہے۔ مؤلف کو "لگے ہوئے" کھٹکتا ہوگا۔ حالانکہ اس سے کوئی کلام اور کوئی تقریر خالی نہین ہے۔ "بستر لگے ہوئے ہین"، "پنکھے لگے ہوئے ہین"، آنے لگا، کہنے لگا، بُرا لگے، بھلا لگے، وغیرہ کیونکر زبان سے جدا ہو سکتے ہین ؎

کیا شاخ گل پہ پھول کے بیٹھی ہے عندلیب — ڈرتا ہون مین نہ چشم فلک ... لگ

(۹) آبادی۔ امیر ؎

بادہ خوارون کا زمانہ سے جدا عالم ہے

آبادی کی (ی) کا تقطیع سے گرنا خلاف

شعرا کا اصول ہے کہ فارسی کی (ی)

گرانا جائز نہیں رکھتے۔ جیسے جنون، خفا بی، غم و شادی وغیرہ لیکن مفرد لفظ کی (ی) گرنا جائز رکھا ہے مثلاً

داغ ؎ وہ بت کرے خدائی کی باتیں خدا کی شان — جو حرف پڑھ سکے نہ کلام مجید کا

رند ؎ اجاڑا موسم گل ہی میں آشیاں میرا — الٰہی ٹوٹ پڑے تجھ پہ آسمان صیاد

ناسخ ؎ صبح فراق میں ہوئی قدر شب وصال — آیا ہے یاد پیری میں عالم شباب کا

ذوق ؎ عجب نہیں ہے کہ کرارا بت زندہ سے — خدائی پہنچا ہوں تاکہ چاند و بید الخیر

جلال ؎ وہ تم کو وصل میں کیا رونمائی میں دیتا — کہ نہ سکے دل سے اک ادا بھی نکال سکا

(۱۰) اُس نے ہنس دیا یعنی ؎

دیکھ اشک لالہ گوں رقیب اُس نے ہنس دیا — دیکھا نہ میرے دیدۂ خونبار کی طرف

غیر فصیح بلکہ صحیح ہے۔ اُسے ہنسی آگئی، وہ ہنس دیا، بولتے ہیں کیونکہ ہنس دینا مصدر لازم ہے وہ ہنس دیا اگرچہ ترجیح رکھتا ہے مگر اُس نے ہنس دیا بھی غلط نہیں ہے کیونکہ دینا فعل متعدی ہے دونوں طرح استعمال کر سکتے ہیں۔

(۱۱) بل بے - ناسخ

بل بے طول شب فرقت نہ ہوئی پیدا صبح — ہو گئے آہ مرے موئے سیہ فام سفید

... غم سے اے ... تیری ... تھا — ابھی تو زرا آیا کہ دم باز پسیں تھا

... قصہ ... سے ... استعمال بہ لحاظ موقع ہو سکتا ہے،

... تو اس سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا جس حالت

... زبان پہ موجود ہے۔

مجال کس کی ہے اے ستمگر سنائے تجکو جو چار باتین ۔ بھلا کیا اعتبار تو نے ہزار منھ مین ہزار باتین

"بھلا" متروک ہے۔ ایسے موقع پر "اچھا" کہنا چاہیئے۔

"بھلا" متروک نہین ہے اور اس شعر مین خاص محل پر استعمال ہوا ہے جسکو اہل زبان ہی سمجھ سکتے ہین اور یہ ظاہر ہے کہ داغ کی گویائی معترض کی زبان سے بدرجہا مستند ہے۔

(۱۴) بو کرنا۔ آمیر ؎

مین بھی تو خاک راہ کسی گلبدن کی ہون ۔ سونگھین نہ گلحسین مری مٹی کی بو کرین

"بو کرنا۔ بمعنی سونگھنا غیر فصیح اور غلط ہے"

آمیر ہوے یا مرزا غالب چونکہ فارسی گوئی مین بھی ان حضرات کو انہماک تھا بیجا بی مین کہین کہین فارسی محاورات کا ترجمہ موزون کر گئے ہین مثلاً "جگر کاوی" کا ترجمہ "جگر کھودنا" اور "نگذاشت" بمعنی اجازت "اور نہ داد" کا ترجمہ "نہ چھوڑا" اردو مین باندھا ہے۔

غالب ؎ پھر جگر کھودنے لگا ناخن ۔ آمد فصل لالہ کاری ہے

چھوڑا نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام لون ۔ ہر اک سے پوچھتا ہون کہ جاؤن کدھر کو مین

اسی طرح آمیر کے یہان بھی "بوئیدن" کا ترجمہ "بو کرنا" اور "خواب کردن" کا ترجمہ "خواب کرنا" کیا گیا ہے جو قابل لحاظ نہین ہے اور نہ خلاف محاورہ ہے۔ یہ عیب نہین بلکہ قادر الکلامی اور اُستادی کی خاص ادا ہے۔ سودا و میر نے بھی ایسا کیا ہے۔ اکثر اساتذہ کے کلام مین موجود ہے

(۱۵) بغل مین مار کے لیجانا۔ آتش ؎

(۱۶) پھر بغل مین مار کے لے تو چلے ہین چوک ۔ کہتی ہے کیا نگاہ خریدار دیکھیے

"بغل مین مار کے لیجانا غیر فصیح اور متروک ہے (دبا کے لیجانا) فصیح ہے"

بغل مین مارنا بغل مین لینے کے معنی مین اب بھی مستعمل ہو۔

(۱۵) "پہ" امیر ؎

سر سے اُٹھا کے ہاتھ ہوا سرفراز مین ۔۔۔ دنیا پہ لات مار کے پامرد ہو گیا

داغ ؎ ہم پہ ہی کیوں غصہ مرتے ہین اپنی اجل ہم ۔۔۔ دشمن پہ ہو جو ہرگز قائل نہین قضا کا

جلال ؎ دل کسکو دیا لاکھ یہ پوچھا کیے احباب ۔۔۔ دل ہی مین رہا لب پہ ترا نام نہ آیا

"پہ کا استعمال اب اکثر فصحا نے ترک کر دیا ہو اسکے بدلے پر بولتے ہین۔ آخر مین داغ و جلال نے ترک کر دیا تھا۔"

کسی نے ترک نہین کیا اور نہ کوئی شاعری اس سے خالی ہو سکتی ہو۔ داغ کے آخر دیوان مین صدہا جگہ پہ بندھا ہوا ہو۔

داغ ؎ نہ چھوڑی خاک تک مجھکو دُشوق پامالی ۔۔۔ ترے قدمون پہ جو آئی وہ اپنے سر پہ لی آئے

تعشق ؎ کیا جنون رنگ پہ ہو آپکے سودائی کا ۔۔۔ طور ہر داغ مین ہو لالۂ صحرائی کا

تسلیم ؎ جب سوتے ہین چمن مین ہم باد صبا کو ۔۔۔ بالین پہ کبھی دوڑ کے چلنے نہین دیتے

اور خود مؤلف بھی "ادیب" فروری ۱۹۱۲ء مین لکھتے ہین۔

پڑ گئے سب پہ قدامت کے کچھ ایسے پردے ۔۔۔ کہ نظر تک نہین آتے ہین کسی کے آثار

درحقیقت ہین زمانے مین وہی خوش تقدیر ۔۔۔ نام مرنے پہ بھی مٹتا نہین جن کا زنہار

(۱۶) پر۔ داغ ؎

مشتاق بہت ہین ترے کہنے کے پہلے داغ ۔۔۔ یہ وقت ہو ایسا کہ نہین کچھ کہنا جس حالت

"لیکن اسکے معنون مین پر کا استعمال اب فصحا نے ترک کر دیا ہو۔ آخر مین جلال مرحوم بھی ترک کر دیا تھا"

پر کا استعمال لیکن کے معنی پر بکثرت ہی اگرچہ کچھ لوگ نہین کہتے تو اس سے شریک نہین ہو سکتا۔ آمیر نے آخر تک اسکو جائز رکھا ہی اور دیگر شعرا ابھی استعمال کرتے ہیں

(۱۷) پسینہ جھاڑنا۔ ناسخ ؎

پسینہ اپنے ماتھے کا نہین جھاڑا ہی انگلی سے — یہ اُس بیقدری نے توڑا ہی سیاک در مکنون کو

"پسینہ جھاڑنا" نہین سُنا گیا۔ پسینہ پوچھنا بولتے ہین"

یہ کوئی محاورہ نہین ہی۔ پسینہ الگ ہی۔ جھاڑنا الگ ہی۔ یعنے پسینہ پونچھ کے جھاڑ دیا۔

(۱۸) پکارے۔ آمیر ؎

ہون وہ میکش جو کرون رُخ در توبہ کی طرف — بہکے جاتے ہو پکارے وہ خم مجھکو

پکارے بجائے پکار کر کہنے کے غیر فصیح ہے"

پکار کر کہنے کی ایک ہی کہی۔ اتنی خبر نہین کہ پکارنا مستقل مصدر ہی اور روزمرہ کی بول چال ہے۔

بہار عشق ؎ پائینچے ناز سے جو اُسنے اُٹھائے — مین پکارا خدا کمر کو بچائے

طور پر حضرت موسیٰ جو گرے غش کھا کر — جلوۂ یار پکارا ابھی دیکھا کیا ہی

آتش ؎ شیرین بان ہوئی ہی فرہاد کے سن مین — لیلیٰ پکارتی ہی مجنون کے پیرہن مین

آمیر ؎ یون پکارے ہین مجھے کوچۂ جانان والے — ادھر آ بے ابے او چاک گریبان والے

جلال ؎ کس سے کہے خواب مین کیون کوئی ناصبور یا — پکار ہی کہ مری نیند میں خلل آیا

(۱۹) بیری۔ ناسخ ؎

صبح فراق مین ہوئی قدر شب وصال — آیا ہے یاد بیری مین عالم شباب کا

بیری کی (ی) کا تقطیع سے گرانا جائز نہین۔

اس کا جواب نمبر (۹) مین دیا جا چکا ہے۔

(۲۰) حضور۔ آسیر ؎

کیا حقیقت دو جہان کی وسعت دے لکے حضور   لامکان اک مختصر گوشہ ہر اس تعمیر کا

تا سنج ؎ دل کیا ہین مرئی کی تاثیر کے حضور   دم بھر مین کرے قطرۂ خون بے قرار کو

حضور سامنے کے معنون اردو مین نہین یہان (سامنے) صحیح ہوتا ہے۔

عبارت نقل کردیا نون سے کے بعد "مین" اور "ہوتا ہے" کی جگہ سمجھا جانا چاہیے۔ حضور بنا عربی کا ہے اردو کی چال مین نہین ہر تو نہ ہو شعر سے خارج نہین ہو سکتا۔

(۲۱) خوش۔ ناسخ ؎

خلوت مین دل مرا خوش ہے   ساقی سیم ساق دہوش ہر

ہمسفر وہ ہے جسپہ جی خوش ہے   دشت غربت مقام اشراش ہر

خوش کا قافیہ ہوش کے ساتھ جائز نہین"

خوش کا قافیہ ہوش کے ساتھ اور خود کا قافیہ بد کے ساتھ صحیح ہے۔ فارسی والون کا معمول یہ ہر اردو فارسی کی تتبع ہر۔

سعدی ؎ پس پردہ بیند عملہائے بد   ہمون پردہ پوشد بآلائے خود

حافظ ؎ صوفی ما کہ زورد سحری مست شدے   شامگاہش نگران باش کہ سرخوش باشد

یہ غزل خش۔ ہوش کے قافیہ کی ہے۔

(۲۲) خونخواری۔ ناسخ ؎

شب وصل مین بھی ہاتھ سے تلوار نہ چھوٹی   خونخواری کی عادت ہو جسے یار نہ چھوٹی

فصحائے حال کے نزدیک فارسی (دی) کا تقطیع سے گرانا جائز نہیں"

جائز ہے۔ دیکھئے نمبر (۹)

(۲۳) خون جگر کھا لیا۔ داغ ؎

کھا لیا ہم نے شب ہجر میں سب خون جگر — روز فرقت نہیں اب تا بہ قیامت گزر جائیگا

خون جگر کھا لینا نہیں بولتے (پی لینا) بولتے ہیں۔

خون جگر کھا لینا بالکل صحیح ہے اور یہی فصحا کی زبان ہے

(۲۴) دینی۔ ناسخ ؎ حاشیہ ۲

اگر دلبر چھونے کی تجھے تعذیر دینی ہے — ہمارے ہاتھ بندھوا اپنا در وازہ کھلا رہنے دے

(تعذیر دینی) یعنے تعذیر دینا ہے یا روٹی کھانی، مٹھائی لانی ہے، اسی طرح کے وہ تمام الفاظ جن کی مصدری علامت بدلکر مصدر کے معنی لیے جائیں فصحائے حال کے نزدیک ناجائز ہیں، روٹی کھانا تھی، تعذیر دینا تھی، مٹھائی لانا تھی، بولنا چاہیئے، مگر دہلی کے فصحا اسکو جائز رکھتے ہیں"

تعذیر دینی اہل لکھنؤ کی بھی عمدہ زبان ہے بلکہ اسکو تعذیر دینا پر ترجیح ہے

جلال ؎ خیال غیر پہ ہے آپکو باتیں جو کرنی تھیں — جگہ دی ہے بلا کر یہ ہمیں پیکار بیٹھے ہیں

امیر ؎ آنکھ اسکو کھولنی بھی دشوار ہو گئی ہے — چلئے چمن میں نرگس بیمار ہو گئی ہے

امیر ؎ شاید اُس قاتل خونریز کا کوچہ ہے یہی — راہ چلنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی

(۲۵) دانت جھڑنا۔ ذوق ؎

مالے گر مِسی وہ زلف پُر عرق — جھڑ پڑیں دندان دہان یار سے

(جھڑ پڑیں دندان) شاید قدمائے دہلی کا محاورہ ہو، لیکن اب فصحا گر پڑیں بولتے ہیں"

ایسے موقع پر دانت جھڑنا اب بھی فصحا بولتے ہین۔

(۲۶) دھرنا۔ امیر ؎

نہ کی کسی نے اُنھین خبر گیا جہان سے کوئی گزر　　ای آرزو مین کئی پہر مری لاش در پہ دھری رہی

دھرنا متروک ہی، رکھنا بولنا چاہیئے"

غضب ہی دھرنا روزمرہ کی زبان ہی۔ اُسکو متروک کہا جاتا ہے۔

امیر ؎ کیا ڈر ہی کہ مردۂ عاشق ہی گور مین　　آپ ہاتھ دلبرا ایک جگر پر دھرے ہوئے

داغ ؎ کہا تجھکو سودائے زلف پری ہی　　یہ اُٹھتی نہین ایسی تہمت دھری ہے

(۲۷) دم ہو چکا۔ داغ ؎

بجر اُلفت سے نکالین آشنا　　تھک گیا میں تھمین دم بس ہو چکا

دم ہو چکا غیر فصیح ہی (دم آچکا) کہنا چاہیے"

دم ہو چکا بمعنی دم ختم ہو گیا بہت فصیح ہے۔

(۲۸) دون کی لینا۔ امیر ؎

بس بس زبان روک لو آتنا نہ بڑھ چلو　　ہم جیسے ہین آپ دون کی سو بار لیجئے

دون کی لینا عامیانہ محاورہ غیر فصیح ہی"

دون کی لینا بمعنے لاف زنی تعلّی کا روزمرہ ہے معلوم نہین مؤلف کا خیال کس طبقہ سے وابستہ ہی۔ دیکھیے گلشن فیض

جلال ؎

دون کی آپ سے دم ساز لیا کرتے ہین
حضرت داؤد کو تا نون مین دبا لیتے ہین

(باقی آیندہ)

جناب باسط بسوانی کا خط
مؤلف کے نام

بسوان - یکم ستمبر ۱۹۱۵ء

بھائی صفدر - سلام مسنون - آپ کا خط ملا تھا جواب مین تاخیر ہوئی - پہلے سرگذشت سُن لیجیے پھر خفا ہوجیے - پرسون شب کو کھانا کھا کر عشار کی نماز پڑھ کر جو بستر پر دراز ہوئے برسات کی پیاری رات کالی کالی گھنگھور گھٹائین دیکھکر طبیعت جو مزے مین آئی تو اپنی پرانی غزل کا ایک شعر حسب حال گنگنانے لگا ؎

رات برسات کی ہے اور وہ پہلو مین نہین — خوب برسینگے مرے دیدۂ تر آج کی رات

اس کا گنگنانا تھا کہ غضب ہوگیا - کہین بادل خان جو دن ہی سے فلک مینائی پر اپنی فوج کا پرا جمائے ہوئے تھے اُنکے کانون مین بھی یہ صدا پہونچ گئی - پھر کیا تھا کڑک کر بول اُٹھے دیکھین آپکے دیدۂ تر کیسے برستے ہین" مین کمبخت کیا سمجھا تھا کہ یہ ظالم سُن رہا ہوگا - مین تو اس دھوکہ مین تھا ؎

نالہ اس زور سے کیون میرا دُہائی دیتا — اے فلک گر تجھے اونچا نہ سُنائی دیتا

شامت اعمال مجھے بھی انکے یون برس پڑنے پر نہ رہا گیا دو ایک شعر اپنی پرانی غزل کے پڑھکر سنائے -

برق مضطر جب نہ ٹھیرے قلب مضطر کا جواب — ابر باران ہوسکے کیا دیدۂ تر کا جواب
گوہر غلطان کی صورت پیہم ہین اشک غم — ابر نیسان کیا ہو میرے دیدۂ تر کا جواب

یہ حضرت داغ کی مشہور زمین ہے جس کا مطلع ہے

سُن چکا ہوں چار دن پہلے مقدر کا جواب　　نامہ بر کہتا ہے اب لاتا ہوں دلبر کا جواب

کمبختی یہی کیا کم تھی کہ میں نے اس زمین میں فکر کی اور یہ نتیجہ جواب بھگتنا پڑا شاید اُسی کا خمیازہ ہو۔ زحمت نہ ہو تو دو ایک شعر اور سُن لیجئے۔ آمدم بر سر مطلب ہاں تو میں اس فلک ناہنجار پر چوٹ کرتے ہوئے بس یہ کہہ اُٹھا ؎

گھر کی دیواریں ہوئیں ہیں بس در کا جواب　　ہمنشیں میں تجھے کیا طوفانِ اشکِ غم کہوں

کمبخت نے کہا کہ اچھا دیکھو تم تو صرف خیالی پلاؤ پکا رہے ہو ہم در و دیواروں کو در کا جواب بنائے دیتے ہیں"بس بھائی پھر کیا تھا۔ اللہ دے بندہ لے۔ برس پڑا رات گذری۔ دن ہوا۔ پھر رات ہوئی۔ غرضکہ یوں ہی دن رات ہوتے رہے اور یہ حضرت اپنی جان کو روتے رہے۔ وہ دھاچوکڑی مچائی کہ الاماں۔ تمام قصبہ عالم آب نظر آتا تھا۔ اڑا اڑ را دھڑ دھڑیم، اڑا اڑ را دھڑ دھم کی ہولناک صداؤں سے کانوں کے پردے پھٹے جاتے تھے' کچے تو کچے پکے مکان بھی نیک ہمسایہ کرتے ہوئے زمین پر آ گئے۔

حضرت کہیں یہ نہ خیال فرمائیگا کہ یہ اشعار کے چلتے ہوئے جادو کا اثر ہے کہ مانسون نہ چلنے پر راجپوتانہ میں مجھے ان اشعار کے ذریعہ سے پانی برسانے کو کہا جائے اور دیر سے تو میری جان پر ستم ڈھایا جائے نا بھیا نا۔ اتفاق کی بات کہتا ہوں حکم خدا۔ تائید غیبی۔ خانماں بربادوں کی اچھی خاصی تعداد ہوگئی۔ آج سُنا کچھ بھانڈ طبلہ سارنگی چھوڑ برساتی تھاپ کی چوٹ ڈھولکیوں سے ہٹے روں، مُردوں کے بجائے اللہ توبہ یا اللہ توبہ کی راگنی دل سے چھیڑتے ہوئے معہ عیال و اطفال جامع مسجد کی کوٹھریوں میں۔ مقبروں میں۔ خانقاہوں میں جا بسے۔ میں تو انکی اُپج کو مانتا ہوں سب نے سمجھی کہ اگر اللہ میاں تم نہیں مانتے تو ہم تمہارے ہی گھر میں بستر لگاتے ہیں

جی چاہے اسے بھی گرا دو اگر پرسش ہوئی تو کہدونگا کہ حضرت تو تیرے ہی گھر میں خواہ جنت میں بھیج خواہ دوزخ میں جگہ دے۔ ہاں اسکا افسوس ضرور ہر وقت کی بات کہ میری ضد کا نزلہ سارے قصبے پر گرا۔ آج سے کان پکڑے۔ اب میں شب ہجر کو نہ روؤنگا۔ اور اگر روؤں بھی تو اس ظالم آسمان کو مخاطب نہ بناؤں گا۔

بھائی صفدر خطا معاف۔ یہ تو پھر کہونگا کہ اگر رونے پر آؤں تو میں خود تو ڈوب ہی جاؤں گا مگر اس ظالم کو بھی لے ڈوبوں، یار سمجھکر نہیں دشمن ناہنجار سمجھکر۔ خلق خدا کا پاس ہے ورنہ ہم تو جان سے جاتے مگر اس ستم ایجاد کو بھی مزہ چکھا دیتے۔ واللہ آپ اسے شاعرانہ تخیل کی بلند پروازی نہ سمجھیئے گا کچھ ہمیں پہ یہ مبالغہ شاعری نہیں منحصر ہے اساتذہ قدیم و جدید سب کہہ گئے ہیں۔ شیخ ناسخ کہتے ہیں۔

شب فرقت میں جو رونے کو میں کل بیٹھ گیا ابر آ کر دم میں گردوں کا محل بیٹھ گیا

سید بندہ کاظم جاوید یوں گوہر فشاں ہیں۔

جس طرف دیکھو نظر آتا ہے پانی پانی میرے رونے سے تو برسات ہوئی جاتی ہے

کیا ان بزرگوں کی زبان میں اثر نہ تھا۔ آخر اس ظالم نے ہم سے کیوں ضد کی۔

اسکول کا وقت قریب آگیا لہذا رخصت۔

خادم

باسط بسوانی



جناب بشیر احمد صاحب سب انسپکٹر کا خط مؤلف کے نام

از پولیس باڑودہ۔ڈاکخانہ لچھمن گڈھ۔ ۷ ر نومبر ۱۹۱۹ء

ہم دشت نوردون مین ابھی ذکر ہوا تھا
خوب آئے خضر عمر تمھاری بھی بڑی ہے

حضرت صفدر زاد لطفہ تسلیم مزاج لطیف آپکا محبت بھرا خط رقمزدہ ۲۶ اکتوبر مع نشاط سخن ایک ساتھ وصول ہو کر مسرت افزائے خاطر انتظار ہوا آپکے مہربانی نامہ کے دلپذیر فقرون اور دلنشین جملون نے ذوق شوق مین یہ حالت کر دی کہ خط کسی کا جب سے آیا ہے مین ہون اس شغل مین گاہ پڑھ لیا گاہ اُٹھایا گاہ پڑھ کر رکھ دیا پیارے صفدر۔ آپکے انداز تحریر نے دلکو تڑپا دیا۔ خط پڑھ کر دونون ہاتھون سے کلیجہ تھام لیا۔ آپکی سادگی مین بھی قیامت کی ادائین ہین۔ غرضکہ آپکی دلکش طرز تحریر نے جسقدر دلکو لبھایا اُسکا عشر عشیر بھی ضبط تحریر مین آنا ناممکن۔ بقول جناب ۔ع
لن ہے کہ ہوتا ہو مگر ہم سے نہین ہوتا یہ فقرہ آپکا کہ "جو نظم ادیب مین شائع ہو گی وہ جوانی کی تھی اب طبیعت مین وہ شوخی کہان" واہ کیا خوب لکھا۔ آپکی سی رنگین اور دلفریب طبیعت اور اس سے شوخی نکل جائے یہ ممکن نہین ہے۔ ع: ضعیفی مین بھی اے ظالم تری شوخی نہین جاتی
مذ مشقی وہ چیز ہے کہ جس پر ہزار نو مشقی نثار لاکھ نوجوان طبیعتین قربان۔ نو آموزی در نو مشقی جسقدر ہیچ کہنہ مشقی اپنے تجربہ اور مجاہدہ سے صاف کر دیتی ہے یہ وہ زمانہ ہوتا ہے کہ طبیعت مین وہ جوہر بے بہا پیدا ہو جاتے ہین جو جوانی مین میسر نہین ہوتے اسوقت

جو نظم و نثر بے تاثیر طاس ہوگی وہ حقیقت میں موتیونکی لڑی ہوگی۔ الغرض زمانہ پیری میں لٹریچر کا شباب آتا ہے جسکی تائید میں جناب قیصر بھوپالی کا یہ مقولہ ملاحظہ ہو ؎

قیصر اس بات کے شاہد ہیں غزلہائے یاض
کہ بڑھاپے میں طبیعت پہ شباب آتا ہے

یہ آپکا فرمانا کہ میں نظم تو بالکل نہیں کہتا اور نہیں آتا جس شوخ مزاج کی اک عمر چلبلاہٹ میں بسر ہوئی ہو اُسکا ایسے علمی مشغلہ سے تارک ہونا بعید از قیاس ہے ؎

صفدر نظم اور عزم حرم مانوں کسطرح
حضرت کی ذات سے تو نہایت بعید ہے

میری فرمایش پر آپنے اپنا تازہ کلام دل آویز مرحمت فرمایا اسکا شکریہ میں کس زبان و قلم سے ادا کروں۔ آپکے اشعار نے میرے دل پر جو تیر و نشتر کا کام کیا وہ کچھ میرا ہی دل جانتا ہے۔ سنئے

آ بیٹھا ہے تیر ستم تازہ سے ظالم نے دیکھا
نگاہیں بول اُٹھیں وہ لے لیا دل

اس انداز تماشا سے دل و جگر دونوں نے مزے لوٹے۔ زبان نے چاشنی فصاحت کے آگے۔ جذبات سے لیئے۔ تمام اشعار اپنی خوبی میں بے مثل و لاجواب ہیں۔ معانی اول مطلع خورشید ہے تو مقطع میں غضب کی نازک خیالی ہے۔ چراغ مزار اور شمع مزار کی ادا سے جو سوز ہے جو تحیر بشیر کے دل پر بجلیاں گرائیں اُس کا اندازہ ناممکن الوقوع۔ ہائے دل ہوئے ان کے سلسلہ سے بدنامیاں ہی ہیں۔ ہستی ہی کیا تھی ورنہ چراغ مزار کی ہائے اس شعر میں پہلے مصرعہ کے لگانے کی کیا تعریف ہو سکے۔ اہل نظر ہی ان کو دیکھ سکتے ہیں۔ کیا خوب فرمایا مجھے بیحد پسند آیا "دل و زلف" کے مضمون کا شعر تو بے اختیارانہ ہے عجب دلکش ہے۔ بے اختیار دل پھڑک گیا۔ یہ شعر آپ کی صفائی کلام اور شستگی زبان کا آئینہ ہے۔ کیوں نہو غزل میں چوٹی کا شعر ہے۔

لسان الملک حضرت ریاض خیرآبادی!!

زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا — کہ میرے نطق نے بوسے مری زبان کے لیے

ظالم صفدر، ستم ایجاد صفدر، بے رحم صفدر نے حضرت ریاض کا کلام بھیجکر میرے دل پر کٹاری اور برچھی کے وار کئے ہیں۔ مگر ان کے ان ظالمانہ برتاؤ میں بشیر کو مزہ آرہا ہے۔ اسکو اس قسم کے جور و ستم میں دلچسپی ہی نہیں بلکہ محبت ازلی ہے۔ مجھے حضرت کے کلام سے وہی محبت ہے جو قیس کو لیلی کے ساتھ اور فرہاد کو شیرین کے ساتھ تھی۔ مجھی پر کیا منحصر یک زمانہ ان کے تیغ قلم کا قتیل ہے۔ چنانچہ خود ایک غزل کے مقطع میں فرماتے ہیں۔

ہیں یوں تو ریاض اور بھی دنیا میں سخنور — مشکل ہے تمھاری سی طبیعت ہو کسی کی

اکثر اشعار حضرت کے میری زبان پر ہیں۔ آپ کا کلام خاص طور پر دلنشین و دلپذیر دتا ہے ؎

کھوئے ہوئے ہیں نشۂ ہستی کی دھن میں ہم — یہ بھی چلبل ایک جنون ہے شباب کا

یہ معلوم کر کے زیادہ مسرت ہوئی کہ حضرت سے آپکا خاص تعلق ہے جو سفر و حضر میں آپکو سایہ کی طرح ساتھ رکھتے ہیں۔ یہ آپکی خوش قسمتی ہے۔ ریاض جیسے صاحب کمال کی میں تعریف کیا کروں چھوٹا منہ بڑی بات ہے کوئی اس پایہ کا ہو تو کچھ لکھے پڑھے (ع) کہ ایوان کی ہر خشت اونچی گری۔ ہاں آپکو دیا ہے "شباب کا" اور رات کا ذرہ ان دونوں اشعار نے قریب بیس منٹ مجھ پر وجدانی کیفیت طاری رکھی۔ ہنستے کیا کہا کھوئے ہوئے بیٹھے ہیں کھوئے ہوئے بیٹھے ہیں" ان الفاظ کی ندرت ... رات کے ان تھے اس رات کا ذرہ دیکھا ان الفاظ کی شوکت کبھی آستانہ کالی سے پایہ رہے یا سحر سامری کا چلتا ہوا جادو ہے ؎ جو مزاج اُبھرتا ہے شوخی سے الخ۔

اس شعر مین جو معنوی خوبیان بھری ہین اسکا وہی نکتہ بین نظرین اندازہ کرسکتی ہین جو بحر سخن کے عمق تک پہونچکر موتی نکال لاتی ہین عجیب و غریب شعر ہے۔ یہ تو طباعی خداداد ہے۔ آبدتواس د حافظ شیرازی کے رنگ مین کسی دوسرے کا قلم اُٹھانا تحصیل حاصل ہے۔ اس مشرب مین اپنی نازک خیالیون سے دونون کے قلم توڑ دیے۔ میری طرفسے حضرت کی خدمت مین خاص طور پر تسلیم نیازمندانہ عرض کر دیجیے گر قبول اُفتد زہے عز و شرف۔ حضرت نہ مین اہل زبان نہ زبان دان ایک ایسے ویرانہ مقام پر ہون جہان سوا ئے خس و خاشاک یا ریت کے ٹیلوں کے نہ کوئی ناظم نہ ناشر اسلیے میرے اس زبان پر آپ ہنسیے گا نہین۔ یہ لکھنؤ یا دہلی نہین ہے جہان کی زبان اہل زبان ایک کور دیہہ مقام ہے پھر (۶) لائین کہان سے حضرت صفدر کی بول چال۔ ذرا اس دل دیوانہ کی وارفتگی تو ملاحظہ ہو کہ لکھنے کیا بیٹھا تھا اور لکھ کیا گیا۔ خیر آمدم بر سر مطلب آپکی کتاب مشاطۂ سخن کی نسبت جہان بڑے بڑے علما و فضلا رداح ثناخوان ہین وہان میرا کیا شمار مگر اتنا لکھے بغیر نہین رہ سکتا کہ واقعی آپکو علمی مشاغل سے دلی اُنس ہے آپکے دل و دماغ سے جو بات نکلتی ہے وہ دل و دماغ مین رکھنے کی ہوتی ہے۔ ایجاد و اختراع تو آپکے قبضۂ قدرت مین ہین جس باب مین آپ قلم اُٹھائین گے گلستان نظر آئیگا اور جس موضوع پر آپکا قلم شوخی دکھائیگا۔ دیکھنے والون کو اتنی اجازت بھی نہ دیگا کہ غریب دونون ہاتھون سے دلکو تو سنبھال سکین ع

پھر نہ سعدی کی حکایت اور نہ آتش کو فروغ　　　　جب ہوا پیش نظر باب گلستان خلیل

واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب کی ترتیب و تالیف مین آپنے غیر معمولی جد و جہد سے کام لیا ہے آپکی جگر کاوی آپکی سرگرمی آپکی عرقریزی، آپکی جانفشانی سے نہ

گلزارِ سخن مین گل کھلائے ہین اُنکی نکہت عنبر بیز سے جوانانِ چمن کے دل و دماغ معطر ہو رہے ہین۔ آپ نے اِن چھوٹے چھوٹے الماسی ٹکڑون کو۔ خوشنما موتیون کو جب اپنے کلکِ جواہر سلک سے عروسِ مشاطہ سے کے جڑاؤ زیور مین جڑے ہونگے اسوقت آپکے فکرِ فلک پیما کا کیا رنگ ہوگا۔ کھوٹے کھرے کی نقادی کس درجہ ملحوظ خاطر ہوگی ے

ساقی ترا مستی سے کیا حال ہوا ہوگا جب تونے یہ مے ظالم شیشہ مین بھری ہوگی

غرضکہ یہ علمی بے بہا مجموعہ اپنی نوعیت و جامعیت کے لحاظ سے دنیائے ادب مین سبق آموز ثابت ہوگا ع یہ سخن دہر کر رکھین گے سخندان دلین۔ آپکی نکتہ سنجی و دقیقہ رسی کا اک زمانہ قائل ہے۔ در اصل آپ شاہدِ سخن کے اعلیٰ درجہ کے نقاد اور سخن شناس ہین۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ آخر مین بکمال ادب ملتجی ہون کہ آپ اپنے و نیز حضرت ریاض کے تازہ بتازہ نو بنو کلام سے اسی طرح محظوظ و مسرور کرتے رہین گے۔

نیاز کیش فقیر بشیر

جناب محمد اسحاق صاحب بصبر بریلوی کا خط

حضرت بسمل کے نام

محبت نامہ باعث تشکر ہوا۔ آپکو کیا معلوم کرم آپکے بصبر پر اِس گذشتہ زمانہ مین کیا گذری لطف غم مین آپ کیون شریک ہوتے۔

بارہا دیکھی ہین اُن کی رنجشین پر کچھ اُنکی سے سرگرانی اور ہے

آزردہ خاطر آپکے گلے کا باسی ہار

بصبر

جناب افضل حسین صاحب ثابت مؤلف حیات دبیر کا خط مؤلف کے نام

ریاست کوٹہ ملک راجپوتانہ - ۱۹ر نومبر ۱۹۱۶ء

میدان سخنوری کے صفدر تسلیم۔ لیجئے ایک مصرع مین القاب آداب سب آگیا۔ آپکی عطیہ کتاب مرقع ادب اور کارڈ مورخہ ۹ر نومبر ۱۹۱۶ء شرف صدور لایا۔ تمام رقعات و خطوط کو چشم دل سے دیکھا۔ سبحان اللہ جتنے پھول ہین اُتنے نہین بلکہ اُس سے دہ چند رنگ ہین۔ ایک منشی مبتدی کو یہ کتاب منشی کامل بناتی ہے ادائے مطلب کا ڈھنگ سکھاتی ہے۔ ایک کم علم کو صحیح و غلط الفاظ بتاتی ہے۔ کوئی رقعہ ایسا ہے کہ جسکو پڑھکر بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ابھی بیٹھے بیٹھے دم کے دم مین کشمیر کے زعفران زار مین پہونچ گئے۔

کہین بزم مشاعرہ کا نظارہ ہے اور مشاعرہ کی غزل پر تنقید و تقریظ ہے اور وہ بھی نئے ڈھنگ کی۔ صفحہ ۱۰۶ پر حکیم فضل علی صاحب موہانی کی غزل کا شعر ؎

ساقیا بخش لذت ہے جو ملے بے حساب ۔۔۔ اسلئے ناپ کے پیتا ہون مین پیمانے سے

پھر اس پر تنقید "نرالی تنقید" جی ہان شراب کیا ہے ڈاکٹری سیرپ ہے۔ اسی حساب سے مالک جہنم آتشی تھرمامیٹر بھی لگائین گے" عجیب لطف دیا ہے۔ کہین کسی لفظ کی تحقیق ہے تو وہ اعلیٰ درجہ کی۔ کہین کسی کے رنگ پر کسی کی زبان پر کوئی صاحب منہ آرہے ہین کسی لفظ یا ترکیب کو برا جانتے ہین اور اسکے ساتھ زیادہ تر لکھنؤ والون کا تکیہ کلام فرماتے ہین۔ یہ سچ ہو یا جھوٹ مگر ہمکو اس مین بھی مزہ آتا ہے۔ آخر مین مولوی نظرالحق صاحب

کا خط صفحہ ۲۱۴ پر شروع ہوا ہے جو تعزیت کا طریقہ سکھاتا ہے مصیبت بھی کس کی لکھتا ہے۔ سید الصابرین سید الشہداء امام حسین علیہ السلام روحی فداہ کی مرثیہ کا پہلو بھی موجود ہے۔ آپکا کمال یہ ہے کہ اسی خط پر آپ نے کتاب ختم کر دی ہے۔ کسی کا مقبول و مشہور شعر ہے سہ

درپس ہر گریہ آخر خندہ ایست مرد آخر بین مبارک بندہ ایست

اگر کمی ہے تو حسب ذیل باتوں کی۔

(۱) جہاں جہاں غیر مانوس محاورے اور الفاظ آگئے ہیں انکے متعلق اگر حاشیہ پر نوٹ لکھدیا جاتا کہ اہل لکھنؤ یا اہل دہلی یا دونوں ایسے موقع پر یوں بولتے ہیں تو اہل دنیا سے دور افتادہ لوگوں کو بڑی ہدایت ہوتی جسکا نام ایصال الی المطلوب ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی شاید اُن کاتبان خط کو ملال بھی ہوتا۔ پس اس ہونے سے نہ ہونا ہی بہتر ہے۔

(۲) جا بجا کتابت کی غلطیاں ہیں مگر مجھے یہ دیکھکر کچھ صبر آگیا کہ میری کتاب حیات میر جلد دوم میں چھپا ہوں اُسمیں بھی ایسی ہی کثرت سے غلطیاں ہیں۔ آپ میرے ہمدرد ہیں آپکو تالیف و تصنیف کی قدر ہے۔ آپ اس کو دکنوں و کلاہ برآوردوں سے واقف ہیں جو مصنفوں اور مولفوں کو مصیبتیں پیش آتی ہیں۔ آپ نے جو حیات میر کی مدح فرمائی میری محنت کی داد دی اُسکا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اصلاحی الفاظ کی توجیہ ضرور لکھیے مگر ایسے ملایم الفاظ میں جو مختلف الرائے دیکھے اُسکی دلشکنی نہو ورنہ ملک میں مفت کی لڑائی چھڑ جائیگی اور حاصل کچھ نہ ہوگا۔

ایک اہم مسئلہ ترک الفاظ ثقیلہ کا ہے جو ایسا ثقیل ہے کہ آجتک اس کا تصفیہ نہیں ہوا مصحفی کے پیرو زبان کی توسیع کے حامی ہیں اور ناسخ کے ماننے والے اسکے مخالف ہیں۔

فرصت مین اصلاحین تلاش کر کے بھیجون گا۔ آجکل تو بجز میرے سارا گھر مبتلائے امراض ہے اُمیدوار دعا ہون۔ آپ یہ نہ کہیے کہ مرقع ادب کی صرف تعریف ہی پڑتا لا لیجئے ایک خریدار بھی لیجئے

ریاست کوٹہ ملک راجپوتانہ۔ سید محمود حسن صاحب ثاقب دہلوی وکیل کے نام وی پی ایک جلد مرقع ادب بھیجدیجئے ۔

لکھنؤ مین آپ سے ملکر بہت خوش ہوا۔ آپ کا کلام یون تو نہایت ہی رنگین اور دل فریب ہے مگر آپکی اِس غزل کے اشعار

اور ہی عالم ہے اِس کافر کا عالم دیکھکر ہمکو اب مرنا پڑا دشمن کا ماتم دیکھکر

بھولنے کی چیز نہین خصوصاً یہ شعر تو مجھے ورد ہو گیا ہے۔ بار بار پڑھ کر دل ہی دل مین مزے لیتا ہون ۔

طور پر اُن کی نگاہِ گرم تھی بجلی نہ تھی کچھ نہ بولے ہم مزاجِ یار برہم دیکھکر

دیکھیے اب کب ملاقات میسر آئے ۔

بندہ فضل حسین ثابت



شاعر نازک خیال حضرت جلال لکھنوی کا خط حضرت وصل بلگرامی کے نام

جلال نواز سلامت۔

سلام شوق کے بعد دعا نگار ہون کہ مین بفضل الٰہی اسوقت تک مع متعلقین بخیر و عافیت ہون اور آپکی خیریت و صحت کا ہر وقت درگاہ باری سے خواستگار۔ واقعی آپ سے مجکو نیاز حاصل ہو چکا ہی مین نے خوب آپ کو پہچانا۔ قصیدہ آپکے اُستاد کا مین نے دیکھا واقعی بہت بے بدل قصیدہ فرمایا ہے کیا کہنا ہی۔ پانچ جلدین قصیدہ کی جو سوا میرے اور برخوردار حکیم سید محمد مہدی کمال سلمہ اللہ تعالےٰ کی جانب سے ارسال فرمائی تہین وہ یہان کے اہل شعر کو تقسیم کردین حکیم سید محمد مہدی کمال سلمہ اللہ المتعال کی جلد میرے پاس رکھی ہے اسواسطے کہ وہ بالفعل لکھنؤ مین نہین ہین ایک ریاست ہی تروا نام ضلع فرخ آباد مین ہین بلکہ وہان کے راجہ کے طبیبون مین ملازم ہین۔ آپ چاہیے اُن کو ایک تحریر اپنے اُستاد کے دیوان کی تاریخ کے بارہ مین بہ نشان مذکور الصدر ارسال فرما دیجیے تو انسب ہی اور حضرت یاس کا پتہ یہ ہی۔ لکھنؤ میدان ایلچی خان میرزا ذاکر حسین صاحب یاس کے مطالعہ مین موصول ہو۔ اب ایک امر مین یہی آپکو تکلیف دیتا ہون اور وہ یہ ہی کہ میرا غزلیات کا دیوان چہارم موسوم بہ اسم تاریخی نظم نگارین و اسم غیر تاریخی حسن مقال کہ بالفعل معرض طبع مین ہی خدا نے چاہا تو عنقریب چھپ کر تیار ہو جائے گا پس آپکو اور آپکے تذکرہ فرمانے پر اور جس جس کو دیوان کی خریداری منظور ہو اور جسقدر نسخے چاہیے ہون اُن کی قیمت بطور

پیشگی جلد تر ارسال فرما دیجیے تو عین عنایت ہے۔ قیمت پیشگی اُسکی ایک روپیہ ہے
بعد طبع ہو جانے مضاعف ہو جائے تو عجب نہیں فقط والسلام

ہیکال
جلال

جناب سید بندہ کاظم صاحب جاوید لکھنوی کا خط

سید مجاور حسین تمنا لکھنوی کے نام

نور العین سید مجاور حسین سلمہٗ ۔ بعد دعائے ترقی عمر و اقبال واضح ہو کہ خط عدم کے رہنے والوں کو ملا۔ لحد کے سونے والے کروٹیں بدلنے کے قابل ہوئے تن بیجان میں اسقدر جان آنا بھی قابل تشکر ہے۔ اُسوقت کی روئی ہوئی آنکھیں سوائے خدا کے اور کوئی دیکھنے والا نہ تھا ۔صدہا شاگردوں میں ایک پر محنت کر کے جسے اپنا جانشین بنایا اُسنے ساتھ چھوڑ دیا اور یوں چھوڑا کہ جیسے دشمن کو چھوڑتے ہیں چھنگا صاحب نے جب تعداد قیام کو حد محشر سے ملایا تو نشان قبر کے ہونے کی امید بھی دل سے بیتابانہ رخصت ہوئی۔

راقم

سید محمد کاظم جاوید عفی عنہ



۵۳۸۶

نواب فصاحت جنگ جلیل القدر حضرت جلیل جانشین امیر مینائی رح کے خطوط حضرت دل شاہجہانپوری کے نام

مجبی مشفقی تسلیم نامہائے عنایت صادر ہو کر باعث امتنان پذیری ہوئے آج خدا خدا کر کے آپکی غزل ملاحظہ سے گذری جسے ہمراہ رقیمہ نیاز بھیجتا ہوں۔ آپ شاگرد ایسے شخص کے ہوئے جو تمام عالم کا استاد ہے پھر کیونکر اصلاح میں تاخیر نہ ہو۔ اصلاح طلب کلام کے بستے کے بستے پڑے ہیں۔ میری جانب سے آپکی تعمیل ارشاد میں مطلق تساہل نہیں ہوتا اور نہ کبھی ہوگا۔ دوسری غزل بعد کو روانہ کیجائیگی۔ ابھی اسکا وقت بھی دور ہے۔ آپکی تاریخ داخل دیوان ہوگئی۔ چار مصرع رکھے گئے ہیں۔

میرے اُستاد کا پہلا دیوان ۔۔۔ تھا بلاغت کے چمن کا گلِ تر
اسکی تاریخ یہ لکھدے اے دل ۔۔۔ اب فصاحت کا چھپا ہے دفتر

اور سُرخی یہ ہے محمد ضمیر حسن خان دل شاہجہانپوری۔ شاگردی کی اضافت کسی کے نام کے ساتھ نہیں رکھی گئی اور چار مصرعوں سے زیادہ کوئی قطعہ تاریخ نہیں ہے۔ سوا حضرت داغ کے۔ صدہا تاریخیں آئی تھیں۔ مگر چن کر انتخاب الانتخاب لکھی گئیں۔ باقی حضرت نے واپس کر دیں۔ حضرت قبلہ و کعبہ آپ کو بہت بہت دعا کہتے ہیں اور سب سلام رساں ہیں ۳۰ مارچ ۱۹۰۲ء

آپکا نیازمند جلیل ذلیل

والنواز تسلیم تذکرہ میں جو مضامین مطلوب ہیں وہ یہ ہیں۔ نام تخلص۔ باپ کا نام عمر وطن۔ اگر کوئی شرف خاندانی ہو تو اسکا دو ایک جملوں میں اظہار۔ زمانہ شاگردی۔

تصانیف کا ذکر۔ استعداد علمی۔ عہدہ۔ بس یہی باتیں اختصار کے ساتھ لکھی جائینگی۔ کلام منتخب و مختصر یعنی ایک متوسط غزل لے یا ایک منتخبہ غزل اور زیادہ کی گنجایش نہیں ہے۔ آپ کو جو کچھ بھیجنا ہے جلد بھیجئے جناب قبلہ و کعبہ کی طرف سے دعا۔ شاہجہانپور میں جو جو صاحب قبلہ و کعبہ کے شاگرد ہوں اُن سے بھی حال و کلام بھجوا دیجئے۔

جلیل حسن، رامپور۔ دفتر امیر اللغات

۵ ستمبر ۱۸۹۶ء

مولوی عبد الغفور صاحب شہرت کے نام

دلنواز، سلام مسنون۔ دو تاریخیں آپکی انشاء اللہ درج ہونگی فیض عظیم اور ساغر جم۔ حضرت کوثر کی خدمت میں نیاز نامہ بھیجا گیا ہے۔ انکی تاریخیں بھی آئی ہیں۔ دیوان کی قیمت ابھی تجویز نہیں ہوئی ہے۔

آپکے سوالات کا جواب۔

ہمکو فقرہ دیا، ہمسے فقرہ کیا۔ دونوں طرح مستعمل ہے۔ آپ نے جو مطلع لکھا ہے ہر طرح درست ہے۔ بیٹھک ساحلِ دریا ان نہیں ہے بیٹھک کا لفظ بمعنی جیبا مستعمل ہے جیسے اُن میں ایک قسم کی مناسبت ہے یا مناسبت پیدا ہو گئی ہے۔

مجھے سخت خجالت ہے کہ آپ ایسے دوست کی خدمت گذاری سے قاصر رہتا ہوں حتیٰ کہ خط لکھنے کی بھی نوبت نہیں آتی۔ کچھ ایسی پریشان خاطری ہے کہ کوئی بات نہیں بن پڑتی۔ آپ اپنی خیریت سے مسرور کرتے رہیے۔ صدیق بخیریت ہے، سلام عرض کرتا ہے۔

جلیل حسن کان اللہ لہٗ۔ ۹ رماہ مبارک ۱۳۲۱ھ

حیدرآباد دکن، ۳ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

دلنواز۔ سلام مسنون۔ آپکی تاریخ بہت اچھی ہی۔ مگر دیوان چھپ جانیکے بعد آئی۔ بہت افسوس ہوا۔ ایک غزل دیکھ کر بھیجتا ہون باقی پھر انشاء اللہ تعالے۔

حضرت اکبر کے اس شعر مین

آنکھ وقتِ نزع پھر کر چشمِ قربانی ہوئی　　　کشتیِ عمرِ رواں چکرا کے طوفانی ہوئی

چشم قربانی سکے معنی قربانی کی آنکھ ہی یعنے جو حیوان ذبح ہو چکا ہی اُسکی آنکھ سے قائل نے اپنی آنکھ کو تشبیہ دی۔

غالب مرحوم کے اس شعر مین

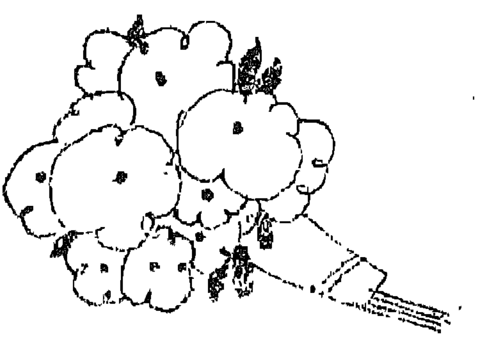
نظر لگے نہ کہیں اُنکے دست و بازو کو　　　یہ لوگ کیوں مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہین

کوئی باریکی نہین ہی۔ عاشق کا زخم جگر جو کہ معشوق کے دست و بازو کی گلکاری ہی۔ لہذا اس زخم کے دیکھنے سے اندیشہ ہی کہ معشوق کے دست و بازو کو نظر نہ لگ جائے۔

جلیل کان اللہ لہٗ

نوٹ:۔ اسی قافیہ مین حضرت مخاطب کا شعر بھی نذرِ ناظرین ہی ملاحظہ ہو۔

یہ آپ ہی کی نظر نے تو گل کھلائے ہین　　　پھر آپ کیوں مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہین



مولانا سید جمیل احمد صاحب جمیل سہسوانی شاعر دربار بھوپال کا خط

مولف کے نام

دوست کس دل سے لکھوں مگر اخوت اسلامی سب سے بڑی نسبت ہے اس نسبت کے لحاظ سے ابتدا ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپکا تحفہ نشاط سخن عبدالغفار کے ذریعہ سے مجھے ملا۔ نفسانیت جو خاصہ بشری ہے اُسپر ریویو لکھنے کی اجازت نہیں دیتی تھی مگر انصاف نے دامن پکڑا۔ اور کچھ نہ کچھ لکھنے پر مجبور کیا حق کہے بغیر نہ رہونگا۔ جو دل میں ہے وہی زبان قلم سے نکلے گا۔ یہ تالیف آپ ہی کا حصہ تھی کسی زبان میں اسکا نظیر مسموع و مشاہد نہیں۔ فجزاکم اللہ خیر الجزا۔ میں نے جو کچھ اسپر خامہ فرسائی کی ہے انصافاً کی ہے۔ وہ دوسرے ورق پر ملاحظہ ہوگی۔ سیدائین تاریخ گوئی کی وجہ سے اگر کوئی لغزش ہو تو قابل معافی ہے۔ ہاں جناب یہ تو فرمایئے آپ نے تسلیم مرحوم کو پیمبر اور مجھے اُستی جائز التقصیر کیوں تسلیم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان بعض الظن اثم۔ اگر حقیقت حال آپکو معلوم ہوتی تو شوخی تحریر سے مجھکو معاف رکھکر شاید برخلاف اسکے اپنا قیاس قایم فرماتے۔ والسلام خیر السلام ماموں سید عابد حسین صاحب عابد سے ملاقات ہو تو میرا سلام فرما دیجیئے گا۔

المکلف

سید جمیل احمد سہسوانی غفراللہ

نشاط سخن کی تاریخیں

ہوالله الغنی الوسیع

۱۳۳۶ھ

ناز جمال حُسن یہ نشاط سخن ٭ کیا خوب ہے بنی ٹھنی پاکیزہ اک دلہن

۱۳ھ ۲۲ ۱۳۵۵ ۳۲

(تقریظ تاریخی)

جمیل یہ مشاعرۂ سخن ہے یا دلاویز دلہن — مسرت کی انجمن ہے یا کامرانی کا چمن

نیا تیر گلدستہ ہے یا اسلوب اصلاح کی راہبر ہے — اس نہج میں تجدد کا لاجواب سہرا اسی کے سر ہے

استادان سخن کی مرغوب ہے — مستفیدان مستعد کی مطلوب ہے

کمال قدردانی شعرا کی سزاوار — تحسین کملائے عالی قدر کی امیدوار

اگر آئینۂ کمال طبع سخنور کہوں تو بیجا — یا پایۂ آگاہی نقص و حسن سمجھوں تو روا

یہ پائے پسندیدہ لائق دید ارباب سخن ہے — عز فزائی مولف قابل قدردانی اہل فن ہے

رب کریم اسکو پیرایۂ قبول عطا فرمائے — مولف بہروال کی محنت ٹھکانے لگائے

دعا از مستفید گیہان ترا ج — نا آشنائے فرح سخن جمیل

میرے مکرم تسلیم عنایت نامہ کیا آیا سب شکایتوں کو مٹایا۔ الحمد للہ اب

نہ آپکو کوئی گلہ نہ مجھکو شکوہ ہے جمیل

دلوں کے میل فنا کردیے صفائی نے — جلا سے صاف ہوئے زنگ خوردہ آئینے

میں آپکے کریمانہ الفاظ کا تہ دل سے شکر گزار ہوں۔ رب العالمین آپ کے

مقاصد دارین بر لاوے آمین سہ آمین۔ مشاعرۂ سخن کو دیکھتے دیکھتے صفحہ ۵۲ پر ایک

شعر نظر پڑا ہے

روزی گرے پڑوں کو پہونچتی ہے انکے گھر — ہے میرے آبلوں کا لہو نقش پا

منشی صاحب نے اس شعر کی تعریف فرمائی اور کچھ اصلاح نہ دی۔ لیکن میرا

خیال ہے کہ آبلوں سے لہو نہیں ہوتا پانی ہوتا ہے۔ معلوم نہیں جناب منشی صاحب کی نظر

سے کیونکر رہ گیا۔ اسکو نہ ہوا ہے یہ نظر کے اور کیا کہوں عریضۂ سابق کی روانگی کے بعد

دو فقرے تاریخی اور ذہن میں آ گئے اُن کو بھی اور نیز ایک قطعہ تاریخ کو تقریظ رسالہ میں مناسب موقع پر اضافہ فرما دیجئے۔

ماشاءاللہ غزل کا ہر شعر دلنشین ہے۔ مدت میں یہ زبان گوش آشنا ہوئی دو شعر تو حصے کے ہین۔ اچھوتا رنگ ہے۔ آپکا شاگرد عبدالغفار تسلیم عرض کرتا ہے اور محمد فاروق اختر کو سلام عرض کرتا ہے والسلام

سید جمیل احمد عفی عنہ

دونون فقرے اور قطعہ درج ذیل ہے

مصلحین کی بامزہ اصلاح قابل تعریف — اصلاح کے مفید فوائد عمدہ مقاصد تالیف

قطعہ

لاریب یہ ترنم ارباب ذوق ہے — مشاطۂ سخن ہے نئی چیز بامزہ
مضمون جمیل اسکے ہوئے سب خدا کا شکر — تقریظ لطف پاتا ہون تازہ نیا مزہ

نوٹ:- پیارے محترم دوست حضرت جمیل کو تاریخ گوئی مین جو کمال حاصل ہے اسکا اندازہ ناظرین اُن کے دونون جملون سے کر سکتے ہین۔ ایک مادہ تاریخ نکالنے مین جو زحمت ہوتی ہے وہ وہی حضرات سمجھ سکتے ہین جن کو اس فن تاریخ سے مناسبت ہے۔ نکہ ہر فقرہ مین تاریخ۔ یہ اُن کے کمال تاریخ گوئی کی عینی شہادت ہے۔ اللہم زد فزد۔

مؤلف

سید جالب صاحب ایڈیٹر اخبار ہمدم لکھنؤ کے خطوط مؤلف کے نام

دفتر اخبار ہمدم - لکھنؤ - ۱۴ نومبر ۱۹۲۱ء - دوشنبہ

مخدومی و مکرمی۔ تسلیم نیاز۔ چونکہ خان بہادر شمس العلما مولوی محمد یوسف صاحب جعفری رنجور عظیم آبادی سابق ہیڈ مولوی بورڈ آف اگزامینیشن کلکتہ جنھون نے قابل قدر تالیف و تصنیف کے علاوہ اعلیٰ خدمۃ کام مین زبان اردو کی اشاعت کرکے ملک و قوم کی بیش بہا خدمت سرانجام دی ہو حسن اتفاق سے ان دنون لکھنؤ تشریف لائے ہین لہذا یہان کے منتخب حضرات شعرا اور اپنے مخصوص کرمفرماؤن کو مولوی صاحب موصوف سے متعارف کرنے کی غرض سے زیر اہتمام خاکسار واقع دھرم سالہ مہاراجہ درگجے سنگھ آنجہانی نمبر ۱۳۴ ایبٹ روڈ متصل ناکہ ہنڈولہ مین آئندہ یکشنبہ واقع ۲۰ ماہ نومبر ۱۹۲۱ء کو بعد از مغرب ایک مختصر بزم سخن منعقد ہونے والی ہے۔ خاکسار کو آنجناب کی دیرینہ عنایت سے توقع ہے کہ وقت مقررہ پر خاکسار کے قیام گاہ واقع دفتر ہمدم تک قدم رنجہ فرمائین اور مصرعہ طرح ذیل پر اپنے نتائج افکار گوہربار سے شرکائے بزم کو مستفیض فرمانے کے ساتھ مجھے منت پذیر بنائین سہ

شرکت بزم سے بڑھ جائیگی عزت میری　　　میرے گھر آئین قدم آپکے قسمت میری

مصرع طرح　ملا چاک گریبان اپنا آکر چاک دامن سے۔ دامن، گلشن قافیہ سے ردیف

خاکسار

سید جالب دہلوی ایڈیٹر روزنامہ ہمدم لکھنؤ

دفتر ہمدم لکھنؤ ۔ ۲۹ دسمبر ۱۹۱۷ء

تسلیم بالتکریم ۔ مجھے تحفظ زبان اردو کے مسئلہ پر جناب سے
کچھ گفتگو کرنا ہے اور بقدر امکان قطعی آپ سے امداد کی امید ہے۔ لہذا ملتجی ہوں کہ ۲ جنوری کے
بعد کوئی دن معہ وقت مقرر فرمائیں کہ میں حاضر ہو کر اس مسئلہ پر مشورہ کروں۔

امیدوار جواب نیازمند

سید جالب ایڈیٹر ہمدم



لفظ بوٹا کی تحقیق

تین مسلم الثبوت اساتذہ حضرت جلال و داغ کی تحریرین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شعرائے محقق و فضلائے زبان اردو کی خدمت مین التماس ہے کہ اس بارے مین اپنی رائے ظاہر کر کے مرہون منت فرمائین کہ لفظ بوٹا بواو معروف کے کیا معنے ہین اور عام اشجار پر اس لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہین مثلاً آم کا بوٹا۔ املی کا بوٹا۔ تاڑ کا بوٹا وغیرہ اور دہلی و لکھنؤ مین اسکے معنون مین کوئی فرق ہے یا نہین۔ فقط

خاکسار وصل بلگرامی

بوٹا اصل مین فارسی زبان کا لفظ بوتہ واو معروف اور تائے قرشت کے ساتھ ہے جسکے معنی چھوٹا درخت جو بہت بلند نہ ہو اُسی کی تے کو تائے ہندی اور آخر کی ہائے مختفیہ کو الف سے تبدیل کر کے بوٹا لفظ ہندی بنا لیا ہے معنون مین کوئی فرق نہین اردو مین چھوٹے درخت کو بوٹا کہتے ہین جیسا کہ جناب سحر مرحوم کے اس شعر مین توضیح کے ساتھ موجود ہے ؎

راستی چاہیے خُردی و بزرگی کیسی   بڑھ گیا سرو سے قد یار کا بوٹا ہو کر

اسی وجہ سے اکثر پھول کے درخت پر اس لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے جیسا کہ ناسخ مرحوم نے کہا ہے ؎

چمن کے کوئی گل کا بوٹا ہے تو   ستارہ و یا بن کے بوٹا ہے تو

اور تصغیر ہی کے لحاظ سے چھوٹے خوشنما قد کو بوٹا سا قد کہتے ہین جیسے ناسخ مغفور ؎

گھٹ گئے رنگ گلبن ترے بوٹا سا قد کو دیکھ کر | تھا کبت گل میں جو زر گویا وہ فتنہ ہو گیا

اور نیز بہ لحاظ خُردی پودے کو بھی کہہ سکتے ہیں جیسا کہ بحر مرحوم کے اِس شعر سے مترشح ہوتا ہے ؎

سیر کے قابل ہے اب باغِ جوانی یار کا | بیل زلفوں کی چلی قامت کا بوٹا بڑھ گیا

اور گل برگ وغیرہ کی تصویر کو بھی بوٹا کہتے ہیں جو کسی چیز پہ بنی یا چھپی ہو جیسے بحر مرحوم کے اس شعر میں ؎

اپنی بہار خاک دکھائیں غریب لوگ | بوٹی نہ چھینٹ کی ہے نہ بوٹا ہے شال کا

انھیں دونوں معنوں میں برعایت معنی مذکورہ بالا اس شعر میں فرماتے ہیں ؎

عجب بہار ہے بیلونکی اور بوٹونکی | ہری ہری وہ پٹڑی تری غیرت چمن کیا خوب
رنگیں کفن بھی کیا ہمیں رنگین مزاج تھا | نیچے کفن سے بیل بوٹے ہوں اوپر کفن پہ پھول

اب رہا یہ سوال کہ ہر درخت کو چاہے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو بوٹا کہہ سکتے ہیں یا نہیں مثلاً آم کا بوٹا۔ املی کا بوٹا۔ تاڑ کا بوٹا وغیرہ ایسا نہ تو اصل فارسی بوتہ کے معنی سے مفہوم ہوتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور نہ محاورۂ اردو میں فصحائے لکھنؤ کی زبان سے سُنا نہ اُن کے کلام میں نظر سے گزرا۔ دہلی کے قدمائے محققین کے کلام میں بھی یہاں تک دیکھنے کا اتفاق ہوا سوا معانی مذکورہ کے ان معنوں میں ہونے کا خیال نہیں۔ میرے نزدیک تو کسی بہت بڑے درخت کو بوٹا نہ کہنا چاہیے فقط واللہ اعلم۔

خادم الشعرا
محمد محمود تہور لکھنوی

بوٹا کا اطلاق محض درخت گل یعنی گلبن پر کیا جاتا ہے اور کسی درخت کو نہین کہہ سکتے -

جلال بیکمال

بوٹا چھوٹے خوبصورت درخت کو جو خلقت مین چھوٹا ہو یعنی پودے کو کہتے ہین اور گلبن کو بھی کہتے ہین - آم کا بوٹا، تاڑ کا بوٹا، املی کا بوٹا مین نہین جانتا۔ متوسط موزون اور خوبصورت قد کو بوٹا سا قد کہتے ہین -

فصیح الملک داغ دہلوی



جناب مولانا الطاف حسین حالی کا خط

جناب قاضی محمد خلیل صاحب جیرانؔ بریلوی کے نام

پانی پت - ۲ مارچ سنہ ۱۹۱۱ء

جناب قاضی صاحب مخدوم و مکرم دام مجدکم۔ تسلیم۔ امید ہے کہ جناب مع الخیر بریلی پہونچ گئے ہوں گے۔ باعث تصدیع یہ ہے کہ جس عزیز کے علاج کے واسطے خاکسار بریلی حاضر ہوا تھا وہ بدستور علیل ہے اسکے لیے بزمانہ قیام بریلی بندہ جناب شاہ معین الدین صاحب عرف ننھے میاں خان صاحب کی خدمت میں جو حضرت مولانا نیاز احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں حاضر ہوا تھا۔ جناب ممدوح نے بکمال شفقت عزیز مذکور کے واسطے ایک دوا بتائی تھی جسکا نام اسر دل ہے اور عظیم آباد کے عطاروں میں دستیاب ہوتی ہے اور یہ فرمایا تھا کہ یہ دوا جنون اور نیز مرگی کے واسطے نہایت مجرب ہے۔ چنانچہ وہ دوا میرے ایک معزز دوست نے جو عظیم آباد کے رئیس ہیں بہت تجسس و تلاش سے بہم پہنچا کر بہت دن ہوئے میرے پاس بھیجدی تھی مگر اب تک اسکا استعمال نہیں ہوا تھا۔ چونکہ مرض بدستور چلا جاتا ہے اسلیے ارادہ ہے کہ جناب ممدوح کے ارشاد کے موافق اسکا استعمال شروع کرایا جائے۔ اسر دل کے استعمال کی جو ترکیب جناب ممدوح نے لکھوائی تھی وہ میرے پاس موجود ہے مگر چند باتیں دریافت طلب ہیں۔ اسمیں لکھا ہے کہ پانچ خوراکیں پلائی جائیں اور ہر دوسری خوراک پہلی خوراک سے دو دو روز بعد دیجائے۔ اسمیں یہ شبہ رہتا ہے کہ تیسرے روز دی جائے یا چوتھے روز۔ دوسرے یہ کہ اسر دل تنہا یا مرچوں کے ساتھ

کتنا پانی پلایا جائے اور تیسرے کھانے مین کسی چیز کا پرہیز ہے یا نہین اور پھر تو کتنے دنون تک پرہیز کرنا چاہیے چوتھے یہ کہ مریض کو یہ خیال ہو کہ اسکے استعمال سے کوئی سخت حالت یا تکلیف تو پیدا ہو جائیگی اگر کوئی حالت ایسی پیش آوے تو کچھ ہونیکا اندیشہ تو نہین ہے پانچوین یہ کہ دوا جنون اور مرگی دونون کے واسطے ہے یا صرف جنون کے لیے ہے۔ مریض کا حال یہ ہے کہ جب دورہ ہوتا ہے تو ایک سخت آواز نکلتی ہے اگر کوئی سنبھالے نہین تو فوراً بیہوش ہو کر گر پڑتا ہے جھاگ وغیرہ کچھ منھ سے نہین نکلتا۔ البتہ ہاتھ پاؤن مین تشنج دیر تک رہتا ہے اور اکثر دورہ کے بعد دیر تک بیخبر پڑا رہتا ہے معلوم ہوتا ہے بیخبر پڑا سوتا ہے۔

جنون کا یہ عالم ہے کہ کوئی بات اپنے مزاج اور خواہش کے خلاف نہین سننا چاہتا اکثر ذرا ذرا سی بات پر ناراض ہو کر گھر سے نکل جاتا ہے اور سخت سردی یا سخت دھوپ مین کپڑے اُتار کر پھینک دیتا ہے تین تین چار چار وقت کھانا نہین کھاتا ہے پاکی اور ناپاکی کا خیال جنون کے درجہ تک پہنچ گیا ہے بات بات مین توہم شک اور ہر ایک بات کے لیے بے انتہا اضطراب اور جلدی کرتا ہے کپڑے اور جوتے وغیرہ بے ضرورت بنوا کر رکھتا ہے اور پہنتا نہین اسی طرح کی اور باتین ہین جن سے خلل دماغ معلوم ہوتا ہے آپکی خدمت مین التماس ہے کہ یہ تحریر کسی ذریعہ سے حضرت شاہ صاحب کے ملاحظہ سے گذران کر جو جواب وہ عنایت فرمائین از راہ عنایت بہت جلد آپ لکھوا کر بھیج دیں مین نہایت ہی ممنون ہونگا۔

خاکسار

الطاف حسین حالی

سید حافظ حسین صبا الہ آبادی کے خطوط

مولف کے نام

پیارے صفدر۔ سلام شوق۔ تمہاری شکایت بجا ہے سر آنکھوں پر۔ پیارے صبا مرحوم کی خبر انتقال اشارۃً دلمیں کر کے ایسے غائب ہوئے کہ اب نظر آئے ہو۔ تم نے صبا کا جنازہ بھی نہ اٹھایا پھول میں بھی نہ شریک ہوئے حالانکہ وہ شیفتۂ گل رخسار حسیناں تھے اور تم قدیم رازدار۔ اسلئے تمہیں ایسا تغافل سزاوار نہ تھا۔ ہم بھی قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہیں کیا امید تم سے کی جاسکتی ہے۔ لہذا زندگی کے پر لطف باتوں تک شاید آپ کا ساتھ ہو مرنے کے بعد بھول کر بھی فاتحہ سے بھی نہ یاد کروگے بقول ریاض ؎

لحد پہ آ کے لگے کیوں پھونکنا کوئی   مٹے ہوؤں کا کسکو خیال کیا ہوگا

ہماری موت زندگی کیا ایک شخص ناکارہ۔ تم جم جم جیو۔ اردو علم ادب پر تم احسان عظیم کر رہے ہو۔ مرقع ادب تمہاری لیاقت کا ایک ادنی کرشمہ ہے حصہ دوم انشاء اللہ بیحد دلچسپ ہوگا۔ قدردانی سے دلمیں شوق اور طبیعت میں امنگ پیدا ہوتی ہے۔ جسکا صلہ ملک کے ہر گوشہ سے تمکو مل رہا ہے۔ مولینا شرر کی تنقید حق بجانب ہے جو کچھ مولینا نے مرقع ادب کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے وہ تمہارے لیے باعث فخر ہے ؎

خدا کے فضل سے یوسف جمال کہلائے

اب اور چاہتے کیا ہو پیمبری ہو جائے

تم اگر مجھ تک پہنچ جاؤ تو زمانے اور مردانے خطوط کا ڈھیر لگا دوں جج صاحب بتسلسل د
بھائی صاحب مرحوم مبتلا اور نہ آپ کے صدہا خطوط ہیں ان میں بیشتر نہایت مفید اور پُرلطف۔
بغیر تمہارے آئے ہوئے ایک خط بھی نہ دوں گا۔ تمہارا بیحد مشتاق ہوں لکھنؤ سے ہمیرپور بہت
قریب ہے تم باآسانی آسکتے ہو لہذا ضرور ضرور آؤ ریل گو ہماری جاری ہو گئی۔ سفر میں اب
زحمت کسی قسم کی نہیں ہے میں اپنے مصائب کا اظہار فضول سمجھتا ہوں تین ماہ نائب تحصیلدار
تعلقہ داری رہا اپریل مئی جون بندیل کھنڈ کی گرمیاں دیہات کا دورہ اور دھوپ کی شدت
موت کا ذائقہ زبان پر آگیا۔ اب راحت و لطف کا دور شروع ہوا تھا کہ پھر یکم اگست سے
نائب تحصیلدار ہمیرپور خاص ہو گیا۔ مالگذاری باقی پڑی ہوئی ہے دیکھوں کیا حشر ہوتا ہے
مرقع ادب کے متعلق میں اپنے خیالات حقیقتاً ظاہر نہ کر سکا۔ میرے خیالات کا تعلق تمہاری
ذات تک محدود رہے تو خیر وہ اس قابل نہیں کہ مقصدوں کے ذیل میں اس کو جگہ دی جائے
اور میں مولانا شرر مدظلہ سے مشہور انشاپردازوں کے پہلو بہ پہلو نظر آؤں یہ بے ادبی مجھ سے
نہ ہوگی یہ وعدہ کر دو کہ تم شائع نہ کرو گے تو لکھوں۔

میرے دوست مسٹر والا قدر صدر قانونگو جنکو مذاق سخن اعلیٰ درجہ کا ہے حسن اتفاق
سے دورہ میں ایک مقام پر مل گئے اس زمانے میں مرقع ادب ہر وقت میرے پیش نظر رہتا تھا
یا پہلو میں کسی شوخ حسین کی طرح اسکی جگہ تھی اسکو دیکھکر وہ بیحد محظوظ و مسرور ہوئے
اور قلم برداشتہ انھوں نے اظہار خیالات کیا اسکو دیکھکر تم نہایت خوش ہو گے اور دیا آؤ
تو یہ سب پیش کش کیا جائے تاریخ اور وقت آمد مجھ سے دریافت کر دیکھو نہ آئے تو اچھا
نہ ہوگا سه میں بلاتا تو ہوں انکو مگر اے جذبۂ دل ۔ اُنپہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

سید حامد حسین
ہمیرپور ۲۹ اگست ۱۹۱۵ء

پیارے صفدر - پیارے تمہاری ضیافت طبع کے خیال سے مرقع ادب کی تنقید انتظاماً ایسے موقع سے روانہ کی گئی تھی کہ افطار کا لطف دوبالا ہو۔ لکھنؤ کی مشہور اور پر لطف افطاری کے ساتھ غذائے روحی کا بھی سامان ہو۔ قفلی اور برف اکوزۂ نبات اور شربت قند سے اگر حرارت خارجی کم نہ ہو تو مرقع ادب کی تنقید لطیف سے دل ٹھنڈا ہو جائے اگر کسا اور باریک ککڑیوں سے اگر مجنوں کی پسلیوں اور لیلیٰ کی انگلیوں کی یاد تازہ ہو رہی ہو تو نقاد کے ابتد خیالات سے غالب کی روح پیش نظر ہو جائے سنگترہ کی قاشوں کے ذائقہ سے اگر زبان لطف نا آشنا ہو رہی ہو تو نقاد کے حسین اور دل آویز فقرے کسی مہوش کا سیب زنخداں پیش کش کر دیں۔

ہم نے تمہارے مذاق شاعرانہ کے لحاظ سے ایسے پاکیزہ اور لطیف خیال کو دل میں جگہ دے رکھی تھی اور امید تھی کہ تم اُن نکات کو سمجھکر کمال محظوظ ہو گے۔ کیا خبر تھی کہ جناب کا وقت افطار ٹل جائیگا روزہ گندہ اور مکروہ ہو جائیگا اور برادر صفدر شاکی ہوں گے۔ بھائی جان روزہ وقت پر خود کھل جاتا ہے۔ لکھنؤ میں رہ کر مسائل افطار سے ناواقف ہونا تعجب انگیز ہے۔

دولت کدہ مشروالا قدر پر تمہارا نیاز مند مقیم ہے۔ کیا لطف سے بسر ہو رہی ہے علمی مشاغل و مباحث میں زیادہ وقت کٹتا ہے۔ تمہارا نامۂ محبت مکرمی والا قدر صاحب کی موجودگی میں صادر ہوا۔ نہایت ذوق و شوق سے وہ پڑھا گیا۔ اشعار پر جب نوبت پہونچی کلیجہ تھام تھام لیا۔ دل اسقدر ضعیف ہو گیا ہے کہ وہ ایسے دردناک اور چٹیلے اشعار سننے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس شعر کو پڑھکر دلکو بیحد تکلیف پہونچی۔ ؎

ہمارے سینے سے کیا یاس ہوگئی انکو　　اٹھائے نبض سے کیوں اپنا ہاتھ رکھ لیا دلپر

خدا جانے کیا کیا مناظر پیش نظر ہو گئے۔ صفدر صاحب کے لئے ایسے شعر نہ کہا کرو۔ تمام رات کروٹیں لیتے رہے۔ کسی کا غم تازہ ہو گیا۔ بخدا تمام غزل مرصع ہے اور مقطع تو بے مثل ہے۔ میں لکھنؤ کیسے آسکتا ہوں۔ قائم مقامی کا زمانہ۔ مقام غیر میں جنبش نہیں کر سکتا۔ فی الجملہ تم آزاد ہو۔ اس لئے تمہیں کو یہ تکلیف گوارا کرنی چاہیئے۔ پتہ کیا دریافت کرتے ہو مسٹر ذوالاقدر صدر قانون گو ہمیر پور۔

سید حافظ حسین
۱۷ اگست ۱۹۱۵ء

پیارے صفدر۔ پیپار۔ سلام شوق بصد ذوق۔ نامہ محبت کہوں یا پیرہن یوسف دمعاف کرنا) نظر پڑتے ہی فوارہ نور آنکھوں سے جاری ہوا دل و دماغ روشن ہو گئے وفور انبساط سے شیروانی جسم پر تنگ ہو گئی۔ چٹ چٹ دو بٹن ٹوٹ گئے۔ اہلیہ گھبرا گئی بچے ہنس پڑے۔ قلب کی عجیب کیفیت ہوئی۔ اسکی حرکت اعتدال سے زیادہ بڑھ گئی اور چند ساعت کے لئے میں دوسرے عالم میں جا پہنچا۔ تمام کوائف گذشتہ موجود فی الذہن اور میرے خیال نے اُس انجمن کی تصویر پیش نظر کر دی جسکو مدت ہوئی چرخ گردون درہم و برہم کر چکا تھا۔ صدقے اس انجمن اور نثار اس انجمن آرا کے۔

دل میں ایک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے ہمیں کیا جانے کیا یاد آیا

پیارے صفدر کی صفت رنگ طبیعت کی جولانی۔ خان مرحوم کی تان سین سے بڑھی ہوئی سگے بازی۔ حزیہ بر آن مرحوم کی خوش طبعی و ظرافت۔ گھٹیا کے اکوار ستیاں کے بہترا ستیاں پہنچے ہیں ...... ارے

صبا کی رنگین بیانی - بیساختگی - برجستگی - خوش آوازی - کس کس بات کو یاد کرون ہائے مرحوم نے آخر خط مین لکھا تھا کہ منیر کا لبدکے دفت محبت کا ایک جز واعتدال سے زیادہ عطا کیا گیا ہے - اسی افزائش کا ممنون ہون جس نے میری تحریر کو آپکے دل مین پُر اثر بنا رکھا ہے - اسی جذبہ کی ایک قطرہ اشکباری نے میرے سینے مین آگ لگا رکھی ہے اکثر اوقات دھوان اٹھنے لگتا ہے جس سے دم گھٹ گھٹ کر رہ جاتا ہے - باوجود مُردہ زمانہ ہونے کے اب تک یہ کیفیت ہے " حیف صد حیف ایسے زندہ دل احباب چل بسین اور حافظ زندہ رہے بقول اکبر الہ آبادی سے

ہم نشین اُٹھ گئے اس بزم سے تم بھی اکبر .... باندھو اب جلد کمر
نہ وہ جلسے ہی رہے اور نہ وہ صورت ہی رہی .... کیا ہو جینے کا مزا

احباب کا کافی ماتم کر چکا - ثواب فاتحہ سے اُنکی روحون کو شاد کرکے اب جواب نامہ لکھتا ہون - لیکن دل نہایت مکدر ہے اور سینہ سے برابر آہ نکل رہی ہے - حلقہ غم و الم مین اب تک سر بزانو بیٹھا ہون -

پیارے صفدر - بدیل کھنڈ مین ۲۲ سال ہو گئے - نہ زبان پر قدرت رہی نہ کسی قسم کا مذاق باقی رہا - بخدا افسردہ سے بدتر ہون زندہ درگور سمجھنا بالکل بجا ہوگا کسی قسم کا حس باقی نہین شدید انتظار موت ہے - عروس مرگ شربت وصال سے دیکھئے کب شاد کام کرتی ہے - اُف ! افسوس مجھکو اور تمکو پیارے کہنے اور لکھنے والا اب کوئی باقی نہین رہا - مجھ کو لے دوستون مین ایک لنگوٹیا یار تم باقی ہو - خدا تمہاری عمر دراز کرے - اور بے تکلف جسکو پیارے کہہ سکتا ہون اور لکھ سکتا ہون لیکن جیسا معلوم ہوتی ہے - بوڑھے چونچلے جنازے کے ساتھ یہ حرکت بھی

عجیب ہے۔ بال تمام سر اور داڑھی ہو بہو کے سفید ہو گئے۔ دو داڑھیں گر گئیں۔ اُن میں
ایک عقل داڑھ تھی۔ سامنے کے دو دانت ہل رہے ہیں اُن کی بھی زندگی دو ماہ
سے زیادہ نظر نہیں آتی۔ تم اگر پیارے لکھو گے تو لوگ کیا کہیں گے جسکا جی چاہے
کہے اب اسکا کیا غم ہو حافظ صفدر کو پیارے صفدر کہے گا اور لکھے گا۔ دنیا ہے جسکو جی
چاہے سمجھے۔ میں جانتا ہوں کہ تمہاری حالت مجھ سے زیادہ خراب ہو گئی ہے۔

پیارے صفدر تم مجھکو اخبار اور رسالوں میں اکثر نظر آجاتے ہو لیکن میں کسی
شکل میں تمکو دکھائی نہیں دیتا۔ افسوس بخدا اُنکے کسی میں صفدر کا نام نظر آیا اور دل
لوٹ گیا۔ سب سے پہلے نگاہوں نے تمہیں اور تمہاری غزل کو ڈھونڈھ نکالا۔ اور
جھوم جھوم کر شعر پڑھنا شروع کر دیا۔ واللہ عجیب ذوق و شوق سے تمہارا کلام پڑھتا ہوں
جو حالت قلب کی ہوتی ہے۔ اُسکا اظہار لفظوں میں ناممکن ہے۔ اکثر شعروں پر سر دھنتا
ہوں اور مہینوں وہ لوگ زبان رہتے ہیں ہر صحبت میں تمہارا ذکر ہر موقع پر تمہارا
تذکرہ اور تمہارے شعروں سے لطف۔ غرضکہ حافظ کے دل سے تمہاری یاد اس وقت
تک نہیں گئی۔ ماشاءاللہ اب تم نہایت بلند پایہ شاعر ہو گئے ہو۔ لکھنؤ کے قیام اور
وہاں کی صحبتوں سے تمہاری شاعری میں چار چاند لگ گئے اور تم ترقی کے اُس زینہ پر
پہنچے۔ جہاں تمہارے پہونچنے کا خیال بھی نہ تھا۔ اساتذہ کی غزلوں میں بھی عام طور سے
دو چار شعر اچھے ہوتے ہیں۔ ظالم تیری غزل مرصع ہوتی ہے اللّٰہم زد فزد

صفدر مرزاپوری نے ہندوستان میں کافی شہرت حاصل کر لی ہے۔ ماشاءاللہ
ہندوستان کے مشاہیر شعرا کی صف اول میں پیارے صفدر کی بھی کرسی ہے حاجت
کے مشاعرے کی غزل بھولنے کی چیز نہیں یوں تو ساری غزل مرصع ہے۔ مگر یہ شعر حافظ

کے دل سے کبھی محو نہین ہو سکتا ؎ محبت ہی بُری شئے در کیون جاؤ ہین دیکھو
ہمین نے بار ہا سر رکھدیا ہے چلے دشمن پر

بھائی۔ زمانہ قدر دانون سے ہمیشہ خالی رہا۔ اردو کے شعرا اگر خوش حال زندگی بسر کرتے ہوتے اگر انکو انکی محنت کا معاوضہ ملتا ہوتا تو اردو کی شاعری ہر زبان کی شاعری سے فوق لیجاتی اور صفدر کو زمانہ کی ناقدر دانی کا گلہ نہ ہوتا اور صفدر گوندہ ایسے کو رہتے مقام پر رشک پر اپنی قیمتی زندگی نہ خراب کرتے تاریخ شاعری شاہد عینی ہو۔ آب حیات جسکی زندہ مثال موجود ہے۔ خیال کرو شعر مندرجہ ذیل کس مرتبہ کے شاعر کا ہے سُنکر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین۔ اور دل ہل جاتا ہی ؎

نہ چھیڑ اے نکہتِ باد بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین

تمہارے حالات مصائب کسی کسی سے سُنے ہین تفصیل سے بیخبر ہون۔ یون سُنا تھا کہ کوٹھے سے گر سے ہو سمجھا کہ بام دلآرام ہوگا توند کی وجہ سے کود پڑے ہوگے یا کسی رقیب روسیاہ نے ڈھکیل دیا ہوگا معمولی چوٹ آگئی ہوگی مین نے نہین سُنا کہ تمہارا انگوٹھا کاٹ ڈالا گیا۔ تم نے یہ نہ لکھا کہ ایسا کیون ہوا خیر اسکا جو سبب بھی ہو۔ روحی صدمہ ہوا۔ صفدر۔ معاف کرنا۔ شان خط مین ذرہ برابر فرق نہین آیا وہی چمک وار روش تحریر آنکھونکو نور آگین کرنے والی ہو تمہارے حالات مجھے یہان تک معلوم ہین کہ تم حاکم خزانہ لکھنؤ کے اجلاس مین اہلمد فوجداری تھے اور شاید تمہین نے مجھے یہ لکھا تھا غالباً اسی انگوٹھے کے قصے مین اہلمدی بھی رخصت ہوگئی۔ اب تمہارے کئے بچے ہین بیوی کہان ہے تفصیلی حالات لکھو مین تمہین اپنے حالات زندگی لکھکر کیا معلوم کرون ؎

افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را۔ کیا حاصل بہرحال تمہیں واقف کرنے کے لئے مختصر لکھتا ہوں
غالب تم نے سنا ہوگا کہ بھائی صاحب اور جج صاحب کا انتقال ہوگیا بہن کا انتقال
پہلے ہوچکا تھا بھائی صاحب کی لڑکی کے شوہر مرزا مظفر حسین سب انسپکٹر کا لکھنؤ
میں حرکت قلب بند ہوجانے کی وجہ سے دفعتاً انتقال ہوگیا۔ بھائی صاحب کی بیوہ
لڑکی مع دو بچوں کے موجود ہے دو لڑکیاں ہیں دونوں قابل شادی ہیں۔ بھاوج
صاحبہ موجود ہیں۔ ان پے در پے حوادث نے مجھے کسی کام کا نہ رکھا۔

زندگی زندہ دلی کا ہے نام　　　مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

تمام خاندان کا بار عظیم حافظ کی ذات واحد پر پڑگیا۔ گردن دوتا ہوگئی۔ تمہیں معلوم
تھا کہ خاندان میں سب سے خورد میں تھا یا اسوقت بزرگ خاندان ہوں اور اسوجہ
سے محزون اور بار پریشانی بنا رہتا ہوں میری تنخواہ یا آمدنی کافی نہیں ہوتی پریشان
رہتا ہوں زمانہ پنشن قریب ہے مسائل تخفیف کی وجہ سے روح لرزاں رہتی ہے
اندیشہ تخفیف حد سے زیادہ پریشان کن ہے۔ آئندہ زندگی خدا جانے کیسے بسر ہو
میرے پانچ بچے ہیں۔ عارف حسین پہلی بیوی سے آئندہ جبلپور میں ای، آئی ریلوے
میں ملازم ہے۔ اُس سے چھوٹا لڑکا آصف حسین وہ الہ آباد میں پڑھتا ہے۔ ۱۶ سال
انٹرنس کا امتحان دیگا ۱۸ سال کی عمر ہے۔ ماشاءاللہ خوب پڑھتا ہے۔ مصارف
تعلیم نے ادر دیوالہ نکالدیا ہے دو لڑکے چھوٹے ہیں۔ واصف حسین کی عمر ۹ سال
ثاقف حسین کی عمر ۷ سال کی ہے ایک لڑکی حافظہ خاتون عمر ۱۱ سال ہے اسکی
بلوغیت اور مکلف ہے کچھ سامان شادی ابھی تک بہم نہ ہوسکا بہرحال توکلت علی اللہ
اب درد دکھ کی کہانی چھوڑ کر دوسری جانب متوجہ ہوتا ہوں۔

سیاسی مشاعرے اس تحصیل مین بھی ہوئے پہلی طرح یہ تھی

۶ - اسے لوگ دشمن ہے امن و امان کا"

حکما ہرا تحصیل کو کہنا پڑا مین نے بھی جھک مارا ہے

منایا ہو تو کون کو سب نے برادر　　ملایا ہو رشتہ کہاں کہاں کا

آئین بائین شائین بک کر نجات حاصل کی مگر ستم یہ ہوا کہ محمد علی خان صاحب انسپکٹر المنتخب آزاد شاگرد داغ مرحوم اور علی اختر صاحب نائب تحصیلدار نے سیاسی رنگ کو چھوڑ کر اصلی رنگ مین مشاعرے شروع کر دئے تحصیل کے چپراسی پولیس کے کانسٹبل گردن پر سوار ہین کشان کشان مشاعرہ مین لئے جاتے ہین عجیب مصیبت مین جان تھی نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن عجیب بلا مین پھنس گیا اور وہ گت بنی کہ پیٹتے پیٹتے شاعر بن گیا مگر خیال کرو کہ جس شخص کو شباب اور عنفوان شباب مین باوجود تمام سامان شاعری موجود ہونے کے ذوق و شوق پیدا نہین ہوا وہ اس بڑھاپے مین کیسے شاعر ہو سکتا ہے بوڑھے طوطے کہین پڑھتے ہین لیکن مین کچھ کرنے لگا ہون مین نے اپنی کمزوریون پر نظر کرتے ہوئے کسی کو غزل دکھانے کی جرأت نہین کی - چاہتا تھا کسی ایسے دوست کو غزل دکھاؤن جو میری کم مائگی اور ہیچ مدانی سے واقف ہو بھائی مظفر حسین قمر الہ آبادی کو مین نے منتخب کیا اور ایک غزل اصلاح کے لئے مین نے بھیجی انھون نے وہ غزل نواب جعفر علی خان صاحب اثر لکھنوی کو دکھلائی جو الہ آباد مین ڈپٹی کلکٹر ہین ممدوح نے زیور اصلاح سے اسکو آراستہ کر دیا اور بھائی صاحب نے واپس فرمائی اور بجد اصرار کے ساتھ تاکید کی کہ آئندہ غزل اثر صاحب کے حضور مین روانہ کرو مجھے یہ رویہ پسند نہ آیا ذوق سخن مجھے ہمیشہ سے ہے تم جانتے ہو کہ مجھے اپنی یادہ گوئی

اور لغو یات سے ایسے بڑے شخص کو باخبر کرنے کی کسی طرح ہمت نہ ہوئی۔ مین اپنے عزیز دوست سے مشورہ اور اصلاح چاہتا ہون اسی خلجان مین مبتلا تھا کہ تمہارا نامۂ محبت موصول ہوا اور سارا خیال کھینچکر تمہاری طرف جا پہونچا اب تم اس زحمت کو گوارا کر و اور ایک بار کر اصلاح دو۔ وہ غزل بھی بھیجتا ہون جسکی اصلاح اثر صاحب نے فرمائی ہے کچھ شک نہین کہ مکمل اصلاح ہے۔ اور مین دل سے اس اصلاح کو پسند کرتا ہون لیکن مین اپ کو شاعر نہین سمجھتا اسلئے مجبور ہوکر اپنے عزیز اور بے تکلف دوست سے صرف اصلاح چاہتا ہون جسکے لئے تم سے بہتر شخص نگاہ مین نہین ہے تم پردہ پوشی کر سکتے ہو لہذا چند غزلین ارسال ہین اپنی رائے سے اطلاع دو والسلام اسے اپنی مشاعرہ کے بعد سے یہان برابر مشاعرے ہوتے ہین۔ زبردستی مین بھی شاعر بنا دیا گیا ہون آٹھ دس مشاعرون مین شریک ہو چکا ہون اب مجھے بھی کچھ دلچسپی سی ہوگئی ہے۔ قصد ہے کہ آیندہ سے اپنی غزل بنظر اصلاح بھیجا کرون بشرطیکہ جناب کو زحمت نہ ہو اس مرتبہ چند غزل بھیجتا ہون۔

سید حافظ حسین

یکم جولائی ۱۹۲۳ء

پیارے صفدر۔ پیار۔ یہ ہردان فقرہ بیساختہ زبان قلم سے نکل گیا۔ کہان استاد کہان یہ پیار۔ توبہ توبہ بظاہر کچھ حرج نہین معلوم ہوتا اگر استاد کی دُم کا پرکا ما ئدا نکال کر یہ لفظ بڑھا دیا جائے اور اگر ہم اپنے دوست قدیم کو پیارے استاد لکھین تو کیا اسمین قباحت لازم آویگی۔ ہمارے پرانے راز و نیاز بھی قائم رہینگے اور ... استادی کا طرۂ امتیاز بھی ہاتھ سے نہ جانے پائے گا۔ لطف مین ہمارے تمہارے

کمی نہ ہوگی، کہین لطف کہین چھیڑ، کہین مذاق کہین پھبتی ہو موقع ادب جہان ہے
مودب دوزانو بیٹھے نظر آئینگے غرضکہ ہر دو طریقے لطف سے خالی نہین ہین اور مذاق
کا پہلو بھی ہاتھ سے نہ جانے پائیگا۔ کیون استاد کیسی کہی، (ہاتھ ملا دیا یا دو ڈالا) بازاری جملہ
ماشاءاللہ کیا شاگرد ہے ۴۱ سال کا بڈھا کہو سنت شعر و سخن کا بڑھاپے مین
شوق سخت زحمت تمکو ہوگی، اُسپر طرہ اصلاح ایسی نہین ایسی ہو۔

۶۔ "برین عقل و دانش بباید گریست"

کیون صفدر۔ اگر تمہارے ساتھ ساتھ میری شاعری نے بھی نشو و نما پایا ہوتا تو کیا
مین ایسا ہی کورا ہوتا جیسا آج ہون، اسی لیے تم تم! استادی کے لیے تجویز کیئے گئے
ہو کہ نکتہ چینی سے محفوظ رہون اور استاد کو بے تکلف تم اور تو جو جی چاہے لکھوا...
خط اور غزل اصلاح شدہ پہونچی، دونون کا علیحدہ علیحدہ شکریہ قبول کر دیا ...
ہونے کے تم نے میری قابلیت کا اندازہ نہین کیا۔ میرا کوئی مضمون کسی ...
رسالہ مین تم نے دیکھا ہے جو مجھ سے مضمون کے خواہان ہو۔

اصلاح فی الجملہ غنیمت ہے۔ لیکن مجھے زیادہ پسند نہین ہے۔ میرے شعرونکو ...
تم نے تبدیل کر دیا ہے ردو بدل الفاظ سے تم نے شعر کا پایہ تو بلند کیا مگر ...
کہدیا۔ بعض بعض اصلاحین مجھے بہت پسند آئین۔

تمہارا اصلاح شدہ شعر یہ ہے میرا شعر تھا۔
چمن مین پھول لاکھون ہین مگر تشبیہ کیا ان سے
ترے رخسار کو جانان ہو نسبت کیا گل تر سے

تمہارا اصلاح شدہ شعر یہ ہے۔

چمن میں پھول لاکھوں ہیں مگر تشبیہ کیا دینا　　گلِ رخسارِ جاناں کو ہو نسبت کیا گُل تر سے

یہ پاکیزہ اصلاح ہے صرف دو لفظوں کے ردّ و بدل سے شعر کہاں پہونچ گیا۔ میرے مطلب کو پیارے اُستاد تم سمجھے۔ میرے مفہوم کو احمق استاد تم نے جانا۔ یوں دو اصلاح جناب استاد صاحب قبلہ۔

مشاعرہ میں میں نے غزل پڑھی۔ اینجانب کی دھوم تھی۔ حیرت سے میرا منہ لوگ تکتے تھے۔ یار پڑھنا نہیں آتا جھینپتا ہوں۔ جھینپ دور ہونے کی کیا تدبیر ہے کوئی نسخہ عنایت ہو۔

سید حسانظ حسین

۱۷ جولائی سنہ ۱۹۲۳ء

پیارے مقتدر۔ سلام شوق بعد ذوق۔ تم نے اپنے نیازمند قدیم کی کم مائگی اور ہیچمدانی کو غلبۂ محبت میں بالکل نظرانداز کر دیا۔ اسکو ایسی خدمت پر مامور کیا جس کا وہ کسی طرح اہل نہیں ہے۔ تم میرے لنگوٹیا یار ہو کر ایسی ناواقفیت اور نادانی کا اظہار کرو سخت تعجب ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے تم میرے علمی مذاق اور جوہر ذاتی سے ناآشنا محض ہو یا تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہو۔ جہاں تک میں خیال کرتا ہوں علمی صحبتوں میں میرا تمہارا ساتھ نہیں رہا۔ صرف لطف کی صحبتوں تک میرے مذاق میں تم شریک رہے وہ کامیاب صحبتیں تمہیں اب تک یاد ہیں (میری وہ خوش بیانی، ظرافت، حرکتیں پیٹ میں بل ڈال دینے والی۔ جنہیں سنجی تم اب تک نہیں بھولے)۔ اپنی تو یہ صفت خود ہی فرما دے ہیں

پیارے مقتدر اب اُنکو بھول جاؤ ؏ "اک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے"

وہ دیوانہ پن اور طباعی محض جوش شباب کے اثر سے تھی۔ اور وہ حرکت بالکل نیچرل تھی

موجودہ حالت سے اُسکا مقابلہ ہرگز نہین ہوسکتا نہ وہ جوش وجذبات ہین نہ وہ دل ہے نہ وہ طبیعت ہے اور نہ وہ صحبت ہے نہ وہ ہم ہین

۶- "دیا داُس ویرانہ کی آتی ہو آبادی مجھے"

مین نے تمکو بارہا لکھا ہو کہ ذوق شاعری اگر ابتدائی عمر سے مجھے ہوتا تو نہایت اچھے مواقع شاعری کے فروغ کے تھے اکبر الہ آبادی جس کا عزیز قریب منشی باقر حسین ذبیح جسکا برادر حقیقی اور وہ ایسا جاہل کندہ ناتراش ہو، مجھے زیادہ محجوب و شرمسار نہ کرو میری موجودہ قابلیت مجھے نہایت نادم اور شرمندہ کرتی ہے، تمہاری اور میری حالت کا مقابلہ نہین ہوسکتا مین ملازمت کے جال مین پھنس گیا اور شبانہ روز جہلا کی صحبت رہی جو کچھ جانتا تھا وہ بھی بھول گیا خلاف اسکے تمہارا صرف ایک شغل شاعری رہا اُسمین ماشاءاللہ تم نے ایسی ترقی کی کہ آج حافظ کے اُستاد ہو سمجھے جاتے ہو۔ اور آج دنیائے شاعری مین صفدر مرزاپوری کی دھوم ہے لکھنؤ کی صحبتون نے اور جلا دیدی۔ لکھنؤ کی بودی نے چار چاند لگا کر نہین بام عرش تک پہونچا دیا یہ تمکو ایسا اچھا موقع ملا جس کا نہایت متانت اور سچائی سے تمکو اعتراف کرنا چاہیئے۔

صفدر! تمکو کیا ہو گیا ہے کیون تمہاری عقل زائل ہو گئی ہے۔ تم نے میدان سخن کا مجھے پہلوان سمجھا ہے اور مین اپنی قوت کا اندازہ کرتے ہوئے ایک مور ضعیف سے بھی بدتر ہون ۲۵ سال بندیل کھنڈ مین ہو گئے۔ صحیح محاورات بھول گیا زبان مین اگلی سی شستگی و رنگینی نہ رہی۔ دیہقانیون کی صحبت، گنوار ٹھیکداریون سے تعلق لودھے زمیندار کاشتکار سے واسطہ۔

یہ ہیں اور تنقید … وہ آلات حرب کہاں سے لاؤں جن کی ایسے موقع پر ضرورت ہوتی ہے ذخیرۂ علمی کہاں۔ کیا مصیبت میں جان ہے، خدا سمندر سے بچے۔
آپ تحریر فرماتے ہیں، "بجو لا و آستین تک تو خیر غنیمت۔ دامن کو پونچھو دیدۂ تر سے" اے احمق الذی دامن کو دیدۂ تر سے نہیں پونچھا جاتا۔ بلکہ دامن سے دیدۂ تر پونچھا جاتا ہے"۔ واہ استاد خوب سمجھے اور خوب مطلب گڑھا دامن کو دیدۂ تر سے کس مسخرہ نے پونچھا ہے اور پونچھنے کا ذکر کہاں ہے۔ بیوقوف واس پونچھو دیدۂ تر سے ہے۔ بوقت اصلاح ذرا آنکھیں کھول لیا کرو۔ ذرا قلم ہوشیاری سے اٹھایا کیجئے ذی علم استاد صاحب ورنہ شامت آجائیگی۔ شاگرد بہت شوخ اور چابک دست ہے۔ واضح رہے۔
مجھے مطلق آگاہی نہ تھی استادکندۂ ناتراش۔ چوب خشک ہیزم سوختہ ہے پچاس برس کے سن میں استاد بھی ملا تو صفات مذکورۂ بالا سے متصف۔ واہ رے تقدیر۔ کہاں ٹوٹی ہے کمند۔ مزاج شریف کیسے اصلاح کا پھل پایا۔ ایسے ادب نواز شاگرد دشمنوں سے نصیب ہوتے ہیں۔
محرم کی وجہ سے فوراً جواب نہ دے سکا معاف کرنا۔ آج عشرہ ختم ہوا خط لکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ رات زیادہ آگئی ہے یعنی گیارہ بج گئے نیند کا غلبہ ہے مستدعی رخصت۔ والسلام علیک، یقیناً اصلاح کے متعلق پھر خبر لی جائے گی۔

خادم دیرینہ شاگرد لو

حافظ حسین عفی عنہ

۲۶ اگست ۱۹۲۳ء

مولوی حمیدالدین صاحب حمید اعظم گڈھی کا خط

مولف کے نام

جونپور، ۲۲ رفروری ۱۹۱۱ء

حضرت سخنو۔ صفدر تسلیم۔ صحیفۂ گرامی پرسون مجھے بنارس مین ملا، چونکہ اسی دن مجھے جونپور آنا تھا۔ تہیۂ سفر مین تھا۔ جواب حوالۂ قلم نہ کرسکا۔ مشاعرہ کی کیفیت اور آپ کے اشعار کی داد جن حضرات سخن سنج نے دی معلوم ہوئی۔ ان اشعار کو پڑھکر مجھے بھی وجد آگیا۔ بالخصوص "کوئی دیوانہ بنائے کوئی دیوانہ بنے"!!

اس مصرعہ نے تو قیامت ہی کردی اور وہ لطف پیدا کیا جسکا اظہار ناممکن ہے سرور صہبائے سخن نے مجھے اب تک مست کررکھا ہے اور غالباً یہ کیفیت بہت دن قائم رہیگا۔ آپکی رسائی طبیعت۔ زبان کی نزاکت مضمون کی لطافت۔ بندش الفاظ کی داد تو وہی دے جو آپ جیسا سخنگو، سخن فہم ہو۔ میرے پاس وہ الفاظ نہین ہین جن سے آپ کے اس شعر کی داد دے سکون۔

خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

بزم خیال کا پارسل اب تک میرے پاس نہین پہونچا۔ آج میرا ارادہ دیہات جانیکا ہے وہان سے واپسی پر اطلاع دونگا۔ تو دو جلدین بزم خیال کی میرے نام بھیجدیجئے گا انکی قیمت بذریعہ منی آرڈر پیشگی ارسال خدمت کرونگا۔

خیر طلب حمید

جناب مولوی محمود الرب صاحب خالد بنگالی کے خطوط

ڈاکٹر محمد عبدالغفور صاحب بریلوی بسمل کے نام

۲۳ اکتوبر ۱۹۱۹ء

بندہ نواز- طویل انتظار کے بعد آج آپ کا دلنواز نامہ آیا

ایسے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی جس محبت کی پرستش کیجاے وہ توسل کے حصہ کی چیز ہے کہاں

سے لاؤں- کاش آپ خالد ہوتے اور میں بسمل- آپ کا تخلص لائق رشک ع......

فرمادیجئے اجل نہ جائیگا تخلص ناشناس کی قدر انتہائے خلوص کا نتیجہ ہے-

ممنون محبت ہوں مرہون نوازش ہوں

آسمان چپ تھا- مدت کی بیتابیوں کے بعد میری امید دلگیر کی شکل میں بر آئی تھی آخر

ظالم سے ضبط نہ ہو سکا اور

پھر گئی تقدیر میرے سامنے آئی ہوئی

طوفان نمونہ قہر الہی تھا- کائنات درہم برہم معلوم ہو رہی تھی- اسے احباب کی دعا کا

اثر سمجھئے- یا محض لطف خداوندی جانیئے بہرحال میں مع متعلقین خیریت سے ہوں-

محبت کی لذت ریز بیتابی آئت مصرع خدا بھلا کرے آزار دینے والوں کا

بھائی بسمل یہ کیا لکھ دیا کہ خط کا جواب لکھنے کو جی نہیں چاہتا- آپکی ہمدردی

مضمون سے نجات کا باعث ہوگی- بندۂ احسان ہوں-

آپکا خالد

۱۵ ار نومبر ۱۹۱۹ء۔ مخلصی۔ شکریہ توجہات۔ آپ شاد ہین اور شاد کی ہستی مخمور ہوتی ہے، یہ ظلم کہ آپ اپنے کو مغموم ہستی خیال فرماتے ہین بارگاہ فطرت مین آپکا یہ جرم ناقابل معافی ہے، ماشاءاللہ ابھی آپ نوجوان ہین پاک ارمانون سے بھرا ہوا دل پہلو مین موجود ہے یا نہین۔ خود زندگی آپ کی محتاج ہے نہ یہ کہ آپ محتاج زندگی کہ ہر خیال گیا گیا خیال کر بیٹھے، آپ کو خبر نہین۔ خود ذرات کائنات آپکو اپنا مقصد حیات سمجھتے ہین پھر آپ کی طبیعت اس قدر ٹھوس نہ ہونی چاہیے جس مین یاس آگین آرزون پر فریب ناکامیون کی گنجائش بھی ہو سکے۔ زندگی کے آخری لمحے نہین معلوم کس کہنہ مین مدفون ہین۔ عرصہ حیات کو ابھی مدتون تک آپ کے نقش قدم سے زینت حاصل کرنا ہے۔

بھائی تبسم۔ خدارا ایسی باتین نہ کیجیے جن کو مین ایک سفاک قاتل کی زبان سے بھی اپنی نسبت سننا نہین چاہتا۔ جواب لکھنے مین آپ جناب دلگیر کی خیریت کا تمتع فرمائین مین اپنے حسب معمول حاضر ہوا کرونگا۔ آپ کے احباب آپ کے لئے مضطرب ہین۔ ع شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم۔

میری وجہ سے آپ ستائے جا رہے ہین۔ ذرا سا جملہ اور اک جہان تاثیر۔ کاش آپ کی وجہ سے مین ستایا جاؤن اور مین پھر آپ سے کہون

ع "تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر"

بدستور

خالد

بشاہ نظام الدین صاحب دلگیر اکبر آبادی ایڈیٹر نقاد کے خطوط

مؤلف کے نام

دفتر نقاد آگرہ، ۲۴ اگست ۱۹۱۵ء

اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ
اسقدر دشمنِ اربابِ وفا ہو جانا۔

کیا آپ کی مہر خاموشی کا توڑنا میرے خط ارسال کرنے پر منحصر تھا؟ یہ سچ ہے تو میں جواب کا منتظر رہونگا۔ معلوم ہوا کہ آپ میری غیر معمولی خاموشی کا (جو مجبوری وقوع پذیر ہوئی) بدلہ لے رہے ہیں۔ اچھا لیجیے خدا جزائے خیر دے۔

اگر آپ مرقع ادب پر ریویو کرانا چاہتے ہیں۔ تو جواب اور تاوان سکوت دیجیے ورنہ مجھ سے نقد کی توقع نہ رکھیے۔ مرقع ادب کو میں نے "اپنی پر لطف تنہائیوں" میں کہیں کہیں سے پڑھا۔ اب تفصیلی نظر ڈال رہا ہوں، اسکی نسبت کیا رائے قائم کی، یہ آپ کے بمنت اصرار پر بتاؤنگا۔ ابھی صرف جلانا مقصود ہے۔ دفتر الناظر حویک میں آنا مبارک ہو۔

آپکا دلگیر

دفتر نقاد آگرہ۔ ۲۸ اگست ۱۹۱۵ء

پیارے صفدر۔ خدا خدا کر کے تمہارا خط ملا تسکین دل زار کا باعث ہوا یاد رکھیے مجھے آپکا ایک خط بھی جس کا ذکر آپ اس خط میں کر رہے ہیں نہیں ملا ورنہ ممکن نہ تھا کہ جواب نہ دیتا سخت تعجب و افسوس ہے کہ آپ کے خطوط کیا ہوئے

میری ڈاک کبھی ضائع نہیں ہوئی۔

مرقع آدب پر رسالۂ عام، ابن ریویو دیکھا اس سے بہتر تو شاید نہ لکھ سکون لیکن ہان کچھ لکھون گا، اگر آپ کے توقعات اُس سے پورے نہ ہوئے تو معاف کرنا کیونکہ آجکل دل و دماغ ٹھیک نہیں ہے آگرہ کی گرمی بلائے جان ہو رہی ہے۔

مرقع آدب اردو کلاس مین سلئے جانے سے مجھے واقعی مسرت ہوئی، خدا کرے ہمارا سررشتۂ تعلیم بھی اُسکی قدر افزائی کرے جس کا وہ ہر طرح مستحق ہے۔ اور جسکی تحریک "مشرق" نے بھی کی ہے۔

محوی کا خط بھوپال سے مجھے ملا تھا۔ آج اُنکو بھی جواب لکھا ہے۔ نقاد انشاء اللہ تعالےٰ اوائل ستمبر مین شایع ہو جائیگا۔ نقاد کا تازہ نمبر قابل دید ہوگا۔ اگست کا الناظر مجھے اب تک نہیں ملا۔ اگر ممکن و مناسب ہو تو ارسال فرما دیجئے۔

"زمانہ" کے تازہ نمبرون مین آپ نے شاکر کے متعلق نظر لکھنوی کا مضمون دیکھا۔ اُس نے تو بیچارے شاکر کی رہی سہی لُٹیا ڈبو دی۔ شاکر کی اس بیوقری پر مجھے کمال ہمدردی اور افسوس ہے۔ کیا ان اعتراضات کا کچھ جواب ہو سکتا ہے؟ مسٹر اسحاق علی آج کل کہان ہین؟

آپ کا

دلگیر

دفتر نقاد آگرہ ۶ ستمبر ۱۹۱۵ء

مطلب کی کہی نہ ایک ظالم!
کیا بات ہے تیری گفتگو کی؛

پیارے صفدر۔ پرسون آپ کا لفافہ اور آج ستمبر کا الناظر ملا۔ اس بات کا قائل ہون کہ طویل صفحات مین بھی حرف مطلب زبان قلم سے نہ ادا ہو سکا۔ ادرجواب طلب امور کا جواب لے ہے جن کو پھر نمبروار لکھتا ہون اگر ابکی بھی اُن کا جواب دیا تو خط و کتابت بند سمجھئے۔

(۱) کسی کے امر خاص مین آپ مجھ سے مشورہ کرنا چاہتے ہین؟

(۲) مسٹر اسحاق علی ایڈیٹر الناظر آجکل کہان ہین؟

(۳) جون اور اگست کا الناظر جلد بھیج دیجئے۔ صرف لکھئے نہین کہ بھیجدیا بلکہ واقعی بھیج دیجئے۔

حضرت ریاض کا حال آپ کے خط سے معلوم ہو کر اطمینان ہوا۔ سلسلہ اشاعت کی حالت پر افسوس ہے۔ کیا العصر نکلیگا؟

... ن کا حال پڑھکر سخت افسوس ہوا۔ طوفان نوح اپنی آنکھون سے آپنے دیکھ لیا الناظر مین ہر کولی دردمندگی مین نالے سناجا رہے "بغور دیکھا جب تو انداز تحریر سے یہ مضمون آپکا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کیا میرا خیال صحیح ہے۔ اگر صحیح ہے تو مین ایڈیٹر زمانہ اور ایڈیٹر العصر کے متعلق جو فقرے آپ نے لکھے ہین انکی خاص طور پر داد دیتا ہون۔

عنوان ... ون بھی مجھے پسند آیا اسکی سلاست کہہ رہی ہے کہ مدیر خصوصی

کے دماغ کو اس سے کوئی نسبت نہین۔

نقاد اگرچہ دیر نکلیگا لیکن ایسا نکلیگا کہ اہل نظر دیکھکے تڑپ جائینگے اس پرچہ کی ترتیب مین خاص مضامین نظم و نثر کے مہیا کیے گئے ہین جو صرف دیکھنے سے تعلق رکھتے ہین۔ میرے چند صفحے بھی آپکے پڑھنے کے قابل ہین۔

شاہ دلگیر

دفتر نقاد آگرہ ۲۰ ار نومبر ۱۹۱۵ء

پیارے سخت آشوب چشم مین مبتلا ہون۔ آپ کا خط دیکھنے کے لیے آنکھین ترس رہی تھین اور دل بیتاب ہو رہا تھا۔ لیکن خط کس وقت ملا جب دل گیا اور آگئیں آنکھین مختصر نویسی کو معاف کرنا اسلیے کہ معذور و معطل ہو رہا ہون۔

آپ کو نشاکر او رمحوی وغیرہ سے دریافت کیا کہ کہان ہین لیکن کچھ جواب نہ ملا۔ اسلیے خاموش ہو رہا۔ بہر حال آپنے مجھپر احسان کیا کہ خیریت سے مطلع کیا۔ آپ کی حالت قابل رحم ہے خدا صبر دے۔ برا نہ مانو تو ایک بات کہون۔ اس افسردگی کے انقطاع کا شرعی علاج تاہل ہو۔ اگر جی چاہتا ہو تو کہین اور سلسلہ کرلو۔ اور جلد خوش ہوا کہ آپ کا تعلق مشرق سے ہو گیا وہان آپ خوش رہینگے۔ آگرہ آؤ تو فقیر کی مسرت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہو۔

دونون مطلعے نہایت پاکیزہ ہین خصوصاً اس مطلع کی بیساختگی تو مارے ڈالتی ہو

گیا اب آفتاب حشر کا بھی جلوہ گر ہونا — شب فرقت ہماری ہو یہ کیا جانے سحر ہونا

یہ کیا جانے سحر ہونا، یہ ٹکڑا قیامت کا ہے جس سے آپکی کہنہ مشقی اور نازک خیالی کا ثبوت مل رہا ہے میری غزل تو نقاد مین دیکھی ہوگی شاید پسند آئی نقاد انشاء اللہ تعالے جلد شائع ہوگا۔ دلگیر

آگرہ، ۲۲، ستمبر ۱۹۲۲ء

باُمروّت مقتدر - نوازش کارڈ اور حسن ادب دونوں ملے۔ کس کس کا شکریہ ادا کروں؟ اگر میں مولوی انعام اللہ خان صاحب عارف سے آپکی بے اعتنائی کی شکایت نہ کرتا تو یہ دونوں مجھے نہ ملتے بہرحال میں آپکی یادآوری کا ممنون ہوں۔ مرقع ادب کی ترتیب پر مبارکباد دیتا ہوں۔ میرے خط اس میں سے نکال دیجئے اُنکی اشاعت موزوں نہیں۔ خدا جانے وہ میں نے کہاں اور کس حالت میں لکھے ہوں مجھے رسوا کرنے سے کیا فائدہ؟

ہندی کے خط مجھسے ہوش بلگرامی نے منگوا لئے۔ وہ انکے خطوط کا مجموعہ شایع کرنے والے ہیں۔ یہ مس مریم کون ہیں۔ پورا پتہ دیجئے۔

حسن ادب دیکھا رئیس التحریر نیاز کے جواب میں ملک التحریر شوکت خوب ہے بشرط فرصت انکی نسبت کچھ لکھونگا۔

حضرت ریاض کا یہ مطلع سہ بھول جائیں گے خدائی کا مزا میرے بعد
یاد آئیگا بتوں کو بھی خدا میرے بعد

اس سے قبل مشرق میں پڑھ چکا تھا۔ لاجواب کہا ہے۔ میری طرف سے داد دیجئے آجکل کہاں ہیں گورکھپور میں یا کہیں اور۔ محوی مدت سے لاپتہ ہیں آپ کو کچھ خبر ہو تو بتائیے۔ محبوب سے ملاقات ہو تو میرا اسلام شوق کہیئے۔ برابر یاد فرماتے رہیئے۔

بدستور
دلگیر

ڈاکٹر محمد عبدالغفور صاحب بسمل بریلوی کے نام

آگرہ - ۱ - جولائی

پیارے بسمل - آپ کا عنایت نامہ ۲۸ - جون کو مجھے مل گیا تھا - جواب آج دیتا ہوں - کیا بتاؤں موسم نے کسقدر پریشان رکھا - اب بھی حواس ٹھکانے نہیں - گرمی کا پارہ ۹۹ درجہ تک چڑھا ہوا ہے - دل سے شعلے نکل رہے ہیں - جیسا جی چاہتا ہے شاید جواب ویسا نہ لکھا جائے معاف کرنا کہ دل محزون میرے قابو میں نہیں -

روزوں کے اضمحلال اور دل کی افسردگی نے آپ کو اسٹیشن پہنچکر رخصت نہ کرانے دیا جسکا آج تک ملال ہے - ہائے رے مجبوری - افسوس ہوا کہ آپ متألم رہے اور ہیں - خدا شادکامی کے سامان پیدا کر دے - دلگیر ہمیشہ غمزدوں کا شریک حال ہے - وہ زمانہ کا ہم مشرب نہیں - اس لئے - ؎

آ جنید لیس سے دل کے کریں آہ و زاریاں

دلگیر

آگرہ - ۱۰ - نومبر ۱۹۶۲ء

عزیز بسمل - انتظار کے بعد محبت نامہ ملا مسرت ہوئی - بریلی میں آپ بہت مشغول و منہمک رہے کسقدر مسرت ہے - ؟

کل ۹ - کو یاران نجد کے ساتھ سینما دیکھنے گیا تھا شکنتلا کا فلم تھا - اسٹیج اسطرح بھرا ہوا تھا جسطرح کسی حرماں نصیب عاشق کے دل میں حسرت و ارمان کا ہجوم بسمل

یقین کرو کہ سارا کافرستان ٹوٹ پڑا تھا۔ ہائے یہ اجتماع رنگ و بو بھولنے کی چیز نہیں۔ ساریاں قوس قزح کے رنگ میں ڈوبی ہوئی۔ جہاں ہم جا کر بیٹھے وہاں ایک سترہ برس کی دوشیزہ کی ہرن نظر نگاہوں کو خیرہ کئے دیتی تھی۔ یہ کھلی کشمیری گلاب کی تھی جسکی بھینی بھینی خوشبو نے یاران نجد کی حالت تباہ کر دی۔ سب کی نگاہیں اُسی برق حسن کی طرف سمٹ آئیں لیکن بسمل یادگر وہاری شکنتلا بھی تھی۔ جو ہمارے قریب ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ تم اسکے شباب کا فرشباب کا عالم دیکھتے تو زندہ نہ رہ سکتے۔ تماشے کے اختتام کے بعد اہل تماشا نے کئی زندہ لاشیں باہر نکلتی ہوئی دیکھیں۔ تم جان گئے ہوگے کہ وہ لاشیں کسکی تھیں۔ میں اُس کافر کی آنکھوں کے شبنمی سیل کو دیکھتا تھا اور بار بار گنگنا کر یہ شعر سناتا تھا ؎

مستی سے اس نگاہ کی اے محتسب بہر — دُنیا تمام بزم خرابات ہوگئی

یہ شعر متانت لب و لہجہ میں پڑھ پڑھ کر میں نے کائنات کی آنکھوں میں نیند طاری کر دی۔ سارا اسٹیج سو رہا تھا اور پیاری شکنتلا (آہ) کے سوا کوئی بیدار نہ تھا۔ اس خواب کو آنکھیں ہمیشہ یاد رکھیں گی۔

آج دیوالی کی رات ہے شہر میں چراغاں ہوگا اور پریاں سیر کرنے باہر نکلیں گی۔ یاران نجد بھی گشت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آج دیکھئے کتنی بلاؤں کا سامنا ہوتا ہے۔ فسانۂ شب بعد کو لکھوں گا۔ ہمیشہ یہ رات اپنی ایک مستقل یادگار چھوڑ جاتی ہے۔ الف لیلہ کی طرح اگر میں چاہوں تو دیوالی کی راتیں لکھ سکتا ہوں۔ ع

اس کی ہر رات سے ہے ایک کہانی پیدا

(مزدہ ہو! انتقاد انشاء اللہ تعالیٰ نومبر میں شائع ہو جائے گا۔ درشٹے سامان)

کے ساتھ۔

آپ کب تک آگرہ تشریف لائینگے۔ ملنے کے لئے بیچین ہون۔

بدستور آپ کا

دلگیر

آگرہ۔ ۲۵۔ نومبر ۱۹۲۰ء

عزیزی۔ محبت نامہ اور مخزن دونوں ملے شکریہ بہ جہات

وصل کی شب کی درازی کا لطف آپ کیا جانیں؟ ابھی آپ کی جوانی معصوم ہے

اس بلائے کامرانی کو زندان بلاکش سے پوچھئے۔ میرے ہذیانات کی آپنے قدر کی۔ مرحبا!!

فسانۂ شب دلگیر آپ سے نہ سنا جائے گا۔ آہ! حسن موٹر دن میں تھا حسن تانگون

مین تھا۔ حسن فٹنون مین تھا!! یاران تجد ساتھ تھے۔ ایک بازار سے "محمل" گزرا۔ نگاہیں

جذب ہو کر رہ گئیں۔ یہ نہ پوچھئے اس مین کیا تھا؟ کون تھا؟ ؎

آغاز عشق عشق کا انجام ہو گیا

پہلی نظر مین آنکھ مرا کام ہو گیا

ایک سرو زرین کمر بلا کی چم خم، قیامت کی توڑ مروڑ، کشیدہ قامتی وہ لہرین لینے والی کمر!

اُف اُف آسمانی ساری کمر زین والون کے لئے بلائے ناگہانی۔ سر کھلا، سر کا ایک ایک

بال کھلا۔ چوٹی کھلی اور اُس کا ہر پیچ و خم کھلا۔ گردن کھلی، اور اُسکی رگون کا ہر ہر جال

کھلا۔ سینہ کھلا اور اُس حد تک کھلا کہ اگر اُسکے آگے ذرا اور کھلجائے تو دیکھنے والی نگاہیں

شرما کے خود آپ ہی جھک جائیں۔ یہ بھی اُسوقت تک کا حال ہے جب تک میری اُسکی

نظر چار نہیں ہوئی کیونکہ تصادم نگاہ کے بعد کس کا فرکو یہ ہوش رہا ہوگا کہ ہم کہیں بیٹھے

نہین بسمل تھا تو اُن کا فرنگا ہون یہین شبنمی بیسیل گر۔ سور رشبنم طوفان۔ مین تو اسی مین غرق ہوکر رہ گیا۔ فنا ہو گیا۔ ع

کھو گئے خود ہی ترے جلوؤن کا کسکو ہوش ہے

زہرہ لاشعون کا سلام قبول کیجئے جو دیوالی کی رات کے بعد بالکل مُردہ ہین۔ مخزن دیکھا تنقید بالکل لغو اور جہالت کی نمایش ہے۔ ہرگز اُسکا جواب نہ دینا چاہئے۔

آجکل مسٹر عبدالشکور آگرہ آئے ہوئے ہین۔ مجھ سے دو بار مل چکے ہین۔ ابھی دو ایک روز اور قیام کرینگے۔ حضور سے ملانے کا ارادہ ہے۔ آج صبح کی ملاقات مین وہ مجھ سے دریافت کرتے تھے کہ کناری بازار مین ایک صاحب تسخیر درویش شمس الدین نامی رہتے ہین جن سے بسمل صاحب نے میرا تعارف پہلے کرایا تھا آپ کو معلوم ہے کہان رہتے ہین؟ سوائے اسکے کہ مین ان درویش سے اپنی لاعلمی ظاہر کرون اور کیا جواب دے سکتا تھا۔ آپ نے مجھے اِن درویش سے نہین ملایا۔ آفتاب کو چھپایا یا غضب کیا شمسی دور مین یہ اندھیر!

تمہارا پرستار۔ دلگیر

آگرہ ۔ ۱۲۔ دسمبر ۱۹۲۰ء

عزیزی بسمل۔ خدا خدا کرکے آپ کا خط ملا۔ یہ کہئے کلیر شریف لیگئے تھے پھر بیمار ہو کر کیون نہ آتے سجاؤن سے ملنے کا نتیجہ یہی ہے۔ سُنتا ہون سارا پنجاب اُمنڈ آیا تھا۔ تعجب ہے کہ اس ہجوم مین آپ کھوئے نہین گئے۔ میرا تو پتہ بھی نہ لگتا۔ آہ! یہ کیا لکھ گیا۔ ع کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

آپ کی امید آخر، کیا مین دریافت کرسکتا ہون؟؟ میرے خط کا کچھ جواب نہین۔

صرف اتنا ہی لکھ کر ٹال دیا "آپ کے طلسم ادب کی سحرکاریوں پر ایمان لے آنا پڑا" اس اختصار کا جواب میں بھی مختصر نویسی سے دیتا ہوں ورنہ خدا جانے اور کیا کیا لکھتا! یاران نجد کا جگت ٹوٹ گیا۔ مقدس لکھنؤ سدھار رہے۔

آپ یہ سنکر خوش ہوں گے رسالہ نو سے اختر نکل رہا ہے۔ لکھنے کے لئے میرے پاس آیا ہے۔ نقاد بھی انشاء اللہ تعالیٰ ۲۰۔دسمبر تک شائع ہو جائے گا مرنے کے لئے ابھی سے تیار رہیئے۔

خالد کو خط لکھئے۔ اب جواب دینگے۔ اختر کے لئے کوئی نظم ضرور لکھئے اور جلد بھیج دیجئے "مخمور شام چمن" پر نظم معرا لکھ رہے ہیں۔ آپ صبح گنگا لکھئے کہیں ایک رات کی فرصت نکال لیجئے۔

خراب محبت

دلگیر

آگرہ-۲۲-دسمبر ۱۹۱۲ء

عجب حسن اتفاق ہوا کل آپ کا خط اور نذر بسمل کے چھوٹے بھائی کا ایک ساتھ ملا مسرت ناقابل اظہار ہے شادی کا افسانہ اور فلسفہ دونوں معلوم ہوئے نہ بلانے کی شکایت بدستور قائم رہی۔ میں سمجھا تھا کہ یہ عقد بند بلکھنڈ (!) میں ہوا ہوگا لیکن ع

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

رفیق بسمل کا یہ حسن سلوک کہ وہ آپ کو کبھی تنہا نہ چھوڑیں آپ کی "وحشت کی چیرہ دستیوں" کا (معاذ اللہ) بہترین علاج ہے!!

کچھ نہ سمجھے خدا کرے بسمل

خزینہ بنارس کی خاک پاک میں آلودہ ہے۔ غیرت عشق نے گوارا نہ کیا کہ دلگیر کا

سرِ شوریدہ گنگا جی کی بیتاب موجون کی نذر ہو۔

کہین سے ایک خط آیا ہے جی نہین چاہتا کہ اُس کے لطف مین تمھین نہ شریک کرون، بجنسہٖ نقل روانہ کرتا ہون۔ اُس طرف دیکھئے۔

"شاہ جی!

مین بھی ہون ایک عنایت کی نظر ہونے تک

آخر عدالت کی طلعت ریزیان محبت سوز کیون؟ آنریری مجسٹریٹی کا خدم و حشم دیرینہ الطاف و کرم کیون محو کرے۔ غرور و ناز آپ کا جب بجا ہو سکتا ہے جس روز آپ کی مہر نگار کرسی کے دو طرفہ کچھ ساری باز کچھ سایہ پوش خواتین بہ ہزار ناز و عشوہ گری استغاثہ دائر کرین کہ یہ وہ کٹرہ کے کنھیا ہمارے دل چُرا لیگئے۔ آپ دلا دیجئے اور اس شہادت مین مجھے پیش کرین پھر مزہ آئے۔ بہر حال اس عزت افزائی کی مبارکباد قبول فرمائیے۔

افقِ اکبرآباد پر ایک نگار آتشین رخ عنقریب نمودار ہونے والا ہے۔ کیا مین اُمید کرون کہ نقاد کی دل آویزیان اس دوشیزہ مین نظر آوینگی۔

ظالم! تجھے خبر ہے کہ کیسی کیسی لطیف الجثہ ہستیان تیری جادو بیانی کی منتظر ہین اچھا تو ہی سپر ڈال دے اور اپنا دل دردمشت اور اپنا خامۂ خونچکان کسی کے سپرد کردے ...... مین احسن کی ذات غنیمت ہے کبھی کبھی شام کے وقت اُسی .... دارالمطالعہ مین بزم احسن منعقد ہو جاتی ہے اور دو چار مضمحل صورتین ایک کھوئی ہوئی روشنی اور ایک جلوۂ گم شدہ کے ماتم مین نالہ و شیون کر لیتی ہین۔ کاش ...... کا قلم دلگیر کی خاموشی کی تلافی کر سکے۔

"اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"

لٹریچر سے پتہ چلا کہ یہ خط کس کا ہے؟

خورشید رقم آج کل بلا وجہ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں اور نقاد کی کاپیاں لکھنا نہیں دیتے اس وجہ سے نہایت افسوس ہے۔ نقاد فروری میں نہ شائع ہو سکے گا۔

خالد کے شکوے کے متعلق میں چاند سا بیٹا پیدا ہوا اور سارے جہان سے اچھوتا آگیا۔ گو ذریعہ بخشش ہاتھ آیا مگر انہیں بڑا صدمہ ہے۔ فوراً خالد کو تعزیت کا خط لکھو۔ تم سے ملنے کے لئے بے چین ہوں کبھی ایک جگہ قیام کرو تو آؤں۔ برابر یاد کرتے رہو۔

ہمیشہ تمہارا۔ دلگیر

آگرہ۔ ۲۴ جنوری ۱۹۱۲ء

حبیبی۔

میں منتظر ہی تھا کہ آپ کا محبت بھرا خط ملا۔ وجہ دلگیری ظاہر ہے۔ مجھے بھی آپ کے جانے کا بڑا قلق ہے۔ اب کوئی غمخوار نہیں رہا۔ یہاں سے چلے جانے کے بعد یہ راز کھلا کہ "یہیں سے فنائیات کی ابتدا ہوتی ہے" آپ کی اجنبیت دور کرنے کے لئے میں اپنے عزیز دوست مولوی محمد حسین صاحب محوی لکھنوی سے آپ کا تعارف کراتا ہوں یہ علیم لائبریری کے منتظم ہیں اور مدرسہ الٰہیات سے بھی کچھ تعلق ہے۔ اگر یہاں پتہ نہ چلے تو مولانا آزاد سبحانی سے ان کا پتہ پوچھ لیجئے۔ میرے مخلص ہیں اور نقاد کے شیدائی۔ یقین ہے کہ آپ محوی کی رنگین صحبتوں سے خوش ہوں گے اور ان سے مل کر کانپور بہت اچھا شہر رہیں گے۔ میں انکو علیحدہ خط لکھتا ہوں۔ آپ سے ضرور ملیں "قریب سے محل گزرا کرتے ہیں" ہائے اس فقرے نے دل پر بجلی گرادی! آپ کے تحمل کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ نقاد رسالہ ہے پیشے کی لاعلمی کی وجہ سے تعمیل نقاد میں آتی ہے

ورنہ کب کا تیار رکھا تھا: امید آخر ! بتائیے تو مجذوب عالم شاہ سے دعا کی سفارش کروں۔ ...... تمام کانپور پر بجلی کی حکومت ہے" مجھے نہ لکھ کر یہ فقرہ برباد کر دیا۔ جن کو لکھا ہو وہ لطف بھی نہ اُٹھا سکینگے۔ کہیئے قیام کہاں ہے؟ سیول لائین یا کہیں اور؟

حضرت اکبر بڑے اصرار سے مجھے الہ آباد بلا رہے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ مجھے جانا ہی پڑے گا۔ اِسی جنوری میں واپسی میں چند گھنٹوں کے لئے آپ کے پاس بھی ٹھہرونگا

دل سے نزدیک

دلگیر

آگرہ ۹ فروری ۱۹۲۱ء

میرے بسمل۔ میری عدم موجودگی میں ایک دستی لفافہ اور گئے اور کل ایک کارڈ بذریعہ ڈاک ملا۔ میں نے ۲۸ دسمبر کو آگرہ چھوڑ دیا تھا اور کل ہی اپنے طویل سفر سے واپس آیا ہوں خبر نہیں کہاں کہاں پھرا صرف اتنا معلوم ہے۔

"اُڑائے پھرتی ہے ہر سو ہوا کی رنگت دو مجھکو"

میں مجنوں نہیں جو دعوت شادی میں یار ہائے جگر و لخت دل قبول کروں میں تو وہ چیز چاہتا ہوں جو نظر کو فرحت اور قلب کو تازگی دے۔ آپکی غم بھری داستان کس طرح سنتا؟ آپ نے کبھی سنائی بھی؟ شریک غم کیسے ہوتا جب میں غم ہی سے ناواقف رکھا گیا چپکے چپکے شادی کر لینے کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ مشورہ لیتے شریک کرتے تو تہنیت طوفان کرنے کی نوبت ہی نہ آتی۔

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

خالد کو لکھ کر جواب طلب کروں گا۔ یہ مصرع آپ پڑھئے۔

شاید رسید برلب قمر النسا الیم

مین اسطرح پڑھ سکتا ہون ع اکثر رسید برلب قمر النسا الیم
رشک آئے تو مین ذمہ دار نہین -

اس سفر مین بنارس بھی جانا ہوا علی الصباح گنگا جی کے درشن - اشنان کرنے والیون کی ایک ایک ادائین قیامت سے کم نہ تھین - لب دریا وہ جمگھٹے تھے کہ دیکھنے والونکی نگاہین محو حیرت ہو کر رہ جاتی تھین - اُس ساحل کی یہ رنگین فضا اور دل دلگیر!

اصلیت بھی ہی کچھ اسکی یا سمان ہے خواب کا

کشمکش حیات سے کبھی فرصت ملے تو کاشی جی کے کنارے یہ دلفریب نظارہ تم بھی دیکھو -

ساریان قوس قزح کے رنگ مین ڈوبی ہوئی - ساحل گنگا کی پیدا دار میرا یہ شعر ہے

اُس کی رنگین صباحون کے نثار
صبح کے وقت وہ گلاب کا رنگ

بنارس کی راتین سینما مین گزرتی تھین - یون کہئے کہ صبح مشرق مین ہوتی تھی اور رات مغرب مین -

پیارے سچ کہتا ہون قوت انتخاب مجروح تھی سمجھ مین نہین آتا تھا کہ رعنائی کو اپنے دل مین جگہ دون یا حسن پر تمکین کو -

شور سے ہوتے ہین رعنائی و زیبائی مین
دل مین اس کا ہو گزر آنکھون مین گھر سکتا ہو

سینما مین ایک آنکھ دیکھی جس مین شعلہ نمی سیل تھا - اور آپ جانتے ہین - مورد اشبنم طوفان ،

مین نیم جان تو ہو ہی چکا تھا - اس طوفان مین ڈوب گیا - غرق ہو کے رہ گیا؟

ایک رات ایک پیکر رعنا کو شب خوابی کے لباس مین اس طرح دیکھا کہ تخیل کے لئے کچھ باقی نہ رہا - اب تک وہی خواب شیرین دیکھ رہا ہون - خدا کرے حشر تک نہ جاگون!

شب ہجران کے جاگنے والے
ایسے سوئے کہ کچھ خبر نہ ہوئے

بسمل یاد کرو (بنارس مین) منزل عشق مین ہر ہر قدم پر مین تمھارے خیال سے وابستہ تھا گویا تم میرے ساتھ ہوتے تھے -

نقاد انشاء اللہ تعالیٰ آخر ماہ تک آپکے دست مبارک مین ہوگا - آپ بھی آمین ہین -

دلگیر

آگرہ - ۲۸ نومبر ۱۹۲۰ء

قاتل بسمل -

محبت نامہ بالکل مایوس ہونے کے بعد ملا - مین سمجھ چکا تھا تم بقید حیات نہین فطرت نے میرے خیال کو غلط ثابت کیا - اس قسم ظریفی کا قایل ہون - عنوان کا شعر تم نے غلط لکھا جسکے تمام الفاظ شرمندہ معنی نہین - طویل خاموشی کا عذر - عذر لنگ ہے - نہ کرتے تو اچھا تھا - تبادلے مانع خامہ فرسائی نہین ہو سکے!

چاندنی راتون مین صحرا نوردی کرتے ہوئے آخر!! میری یاد نے تمھاری خاطر حزین مین گدگدیان پیدا کی ہین - جھوٹ - اختر! مجھے ایک منٹ کے لئے بھی یقین نہین فنا غم سناؤگے یا داستان شادی! قصہ شب عروسی سننے کے کان مشتاق ہین -

بسمل، افسوس - بغیر مجھے شریک مسرت بنائے شادی کر بیٹھے - انجام بخیر ہو نا تمام خبر ہوا

آپ تو خفا تھے نقاد کس طرح نکلتا۔

خالد بھی عرصے سے کھوئے ہوئے تھے۔ تمہارے ساتھ اُنکا بھی پتہ لگا ہو حسن اتفاق دیکھئے دونوں کے خط ایک ساتھ مجھے ملے۔ خالد کی گل افشانی دیکھئے۔

"زندگی سے بیزار رہنے کا موقع نہیں!"

باقی ابھی ہے منظر دنیا ابھی نہ جا

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو، مجھے ایک نظر انکے دیکھنے کی تمنا ہے لیکن اس کی خبر نہیں خود آپ کے آئینے میں کتنے جلوے تڑپ رہے ہیں۔ آپ کی آرزو اور پوری نہو کسی طرح ممکن نہیں گریبان پر ہاتھ رکھے بیٹھا ہوں کہ ارض تاج میں پہونچکر لپٹے کرون موسم گل آیا ہی چاہتا ہے ؎

منتظر موسم گل کے ہیں ترے دیوانے
ہاتھ رکھے ہوئے بیٹھے ہیں گریبانوں پر

نقاد آہ نقاد کب تک شایع ہوگا۔ مجھے دیکھنا منظور ہو تو انتشار ادب کی روح نوازی فرمائیے اُف آپ نے ایک دنیا کو دلگیر بنا دیا۔ عزیزوں کی ہڈیاں ساحل کی نذر ہیں۔ پھر نہ کہئے گا کہ آگرہ محیط محبت نہیں"۔

اگر مجھے ایسی رنگین...... قسم نہ دلاتے تو واللہ جواب بھی نہ پاتے۔

دل سے قریب
دلگیر

آگرہ - ۱۰ مئی ۱۹۲۲ء

بسمل پیارے ۔ محبت نامہ عرصہ کے بعد ملا۔ تہنیت عید کا شکریہ کس طرح ادا کروں!
حیران ہوں۔ خوش ہوں کہ میری یاد ابھی تک آپکے دل میں باقی ہے ؎

لے میں قربان تری الفت کے

" آجکل نالۂ دلگیر کی وہ دُھوم نہیں " ، خدا جانے اس مصرع کو پڑھ کر کیوں دو آنسو بے اختیار آنکھ سے نکل پڑے ۔ خدا آپکو جزائے خیر دے ۔

میں جنوری میں رائے بریلی کو گیا تھا اور اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ یہیں ہیں تو بغیر ملے ہرگز واپس نہ آتا ۔ نہ مل سکنے کا افسوس رہ گیا ؎

کبھی یاس ہوتی نہ اپنی امید
تغافل سے تیرے مگر ہو گئی

" خود بخود ہنستے سے یہ بہتر ہے کہ دوسروں کے آنسو پونچھے " ناصر علیت آنی تو ہو نہایت پاکیزہ خیال ہے ۔ اس ادائے بیان کا کیا کہنا ۔ میری خیریت کیا پوچھتے ہو : ؎

کچھ حالتِ دردِ دل نہ پوچھو
زندہ ہوں کمال کر رہا ہوں

بارش شروع ہو جائے تو آگرہ آئیے یا آموں کی فصل میں مجھے رائے بریلی بلوائیے ....

میں جس طرح آپ جلوہ گر ہوئے ہیں لائق افسوس ہے ؟

کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو

آپ کیا اپنی قدیم نگارش بھول گئے ؟ صلائے عام میں ۔ ایک بات بھی تھی وہاں کیا تو تھے مگر نگار میں صرف .... یہ رجعت قہقری نہیں تو اور کیا ہے ۔ اچھا خاصہ

انسان ہیولٰی بنکر رہ گیا۔

بیگم نبل کی خیریت نہیں معلوم ہوئی اب مزاج کیسا ہے؟ میرا سلام کہیئے۔ اور جلد جلد یاد فرماتے رہیئے۔

بدستور آپکا دلگیر

لسان الملک حضرت ریاض کا خط

عالیجناب چودھری شفیق الزمان صاحب تعلقدار کے نام

مدینے کی گدائی کر کے میں خود دار ہو جاتا
کہاں کا طور گھر بیٹھے مجھے دیدار ہو جاتا

خدا توفیق دے تو سب کچھ ورنہ افلاس میں خود داری معلوم، مقدمہ کی مصیبت نے کہیں کا نہ رکھا ؎

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں
اس عاشقی میں عزت سادات بھی گئی

آپ کا نوازش نامہ دیر میں ملا تجویز مع مسل چودھری نعمت اللہ صاحب کی خدمت میں بھیجدی ہے، معلوم ہوا سپیشر وکلا میں عہد ہوا ہے کہ کوئی قانونی مختانہ سے کم نہ لے، چودھری صاحب سا شریف النفس کم نہ لینے کو شائد یوں نیا ہے کہ کچھ نہ لے۔

میں نے سنا میرا پارۂ جگر وسیم صاحب کے ساتھ بیرسٹری کو فروغ دے رہا ہے ممکن ہو کہ میرا جگر پارہ میرا ہو رہے اللہ عمر و اقبال میں برکت دے اور کامیابی کا سہرا میرے سہرے کی طرح ہمیشہ اسکے سر رہے۔ آمین

اِس مرتبہ معاملہ آخر ہے آپ ہی پر سب بار ہے۔ مجھ سے اپنے لئے تار کفن کی بھی تدبیر نہیں ہو سکتی، بعد تعطیل آؤں گا اور خود کو مع کاغذات آپ کے سپرد کر دوں گا لکھنؤ میں قیام کی صورت تو ہے جناب راجہ صاحب بہادر فرما چکے ہیں وہاں کہاں ٹھہرینگے کیا اس مشکل کو بھی سرکار آسان کر دینگے۔ آپ کی توجہ بھی شریک حال رہی تو کام بنا رکھا ہے۔ "بنا رکھا ہے" لکھ کر اس ردیف و قافیہ کا مقطع یاد آگیا ؎

خوف کیا حشر کا دن رات پیو خوب ریاضؔ
دیر توبہ کی ہے سب کام بنا رکھا ہے

اِس مرتبہ حاضر ہو کر مقدمہ کے ساتھ دیوان کا معاملہ بھی طے کرنا ہے۔ دنیا ہو نہ ہو ریاضؔ ہو اور ریاضؔ کا شفیق۔ مولانا نجیب اللہ صاحب کو سلام شوق۔

ریاضؔ خیرآبادی

۲۵ دسمبر ۱۹۲۰ء

سید مقبول حسین صاحب وصل بلگرامی کے نام

مقبول نامقبول۔

سخت اذیت رساں ہو۔ قافیہ بدلکر اس قدر اصرار کے ساتھ تکلیف دینا کسلئے تھا جو بصورت دوست کے بجا عذر نے اٹھانا اسلئے ہے کہ اسکا تعلق کسی ایسے شخص سے ہے جو ریاضؔ کی طرح ایک دنیا کو محبوب ہے۔ میں کل ایک تار کے جانے پر لکھنؤ آیا، امیر خلف وسیم سے معلوم ہوا کہ ۲۶۔ فروری کو گاندھی صاحب کے جلسے میں شریک ہونے مولانا بھی آئینگے تم لکھتے ہو زندہ رہا تو بہ اچھا رہا تو ۲۸ کو لکھنؤ آکر روانہ گورکھپور ہوں گا۔

میں ڈر گیا مولانا بھی آتے ہیں نامعقول دوست کے حکم کی تعمیل نہ ہوئی تو مولانا کے آنے پر یہ مجھ سے بری طرح پیش آئے گا۔ شب کو فکر کی اچھے برے شعر کہے۔ اس وقت بھیج رہا ہوں۔

نامعقول دوست، نامعقول ردیف، وقت کم، دماغ بیکار۔

خدا کرے سراپا ناز دوست کو پسند آئے، ارے کمبخت تیری صورت بری ہے۔

تو معاوضہ میں کوئی اچھی صورت دکھا دیا کر۔ ریل کے واقعہ سے شکایت کی تلافی نہیں ہوتی بڑھاپے نے اعتبار قائم کر رکھا ہے۔ ریش مبارک حنائی بھی نہیں کہ کسی کو بدگمانی کا موقع ہو، خدا کرے اب بالکل صحت ہو، کوئی شکایت باقی نہ ہو۔ مولوی صاحب آئے تو ۲۸ کو میں گورکھپور جانے کے لئے ساتھ نہ دے سکوں گا، شائد تمھارے پہونچنے پر پہنچ جاؤں۔

اتنا شوق ہے کہ مولانا کی صورت دیکھ لوں، بات کرنے کو ان سے جی نہیں چاہتا حالانکہ صورت سے زیادہ مزا انکی باتوں میں ہے لیکن بزم میں جب تک تجھ سا ہی رو رقیب نہو کچھ لطف نہیں، خدا کرے وہ ہوں اور تو ہو۔ ع

میں بھی اگر نہوں تو کچھ ایسا حذر نہیں

آجکل تکلیف میں گزر رہی ہے۔ آخری زندگی کے دن کاٹنا مشکل ہو گئے ہیں اللہ خاتمہ بخیر کرے۔

تمہارے ناز اٹھانے والا

ریاض

کلکتہ ۲۳۔ فروری ۳۳ء

مولوی سید سبحان اللہ صاحب رئیس گورکھپور کے نام

مولانا تسلیم

کل کارڈ مین کیا لکھ سکتا تھا۔ اس کا عدم وجود برابر، ابتک پاؤن مین لنگ ہے ورم ہے، ورنہ بہت پہلے آستان بوس ہو چکا ہوتا، پرسش نہ ہو تو پروا نہین، جاؤن اور جھڑک دیا جاؤن تو اثر نہین، سگ در کو غیرت سے کیا کام، یہ وصل بہت ہی نکما آدمی ہے، مجھے اطلاع دیتا تو مین ضرور لکھنؤ سے ساتھ ہو لیتا۔ بلکہ مین تو لکھنؤ مین موجود ہی تھا۔

وصل نے کارڈ مین لکھا "سنا ہے گلچین جاری ہو گیا" آپ کو توجہ ہوئی تو ضرور انشاء اللہ جاری ہو گا۔ وصل کی مستعدی کی ضرورت ہے۔ چھپائی اچھی ہو۔ کمیٹی کی ضرورت ہو کہ ترتیب اچھی ہو، کلام اچھا ہو، کلام کے لئے دسیع واقفیت کو خطوط مین زیادہ وقت صرف کرنا ہو گا۔ لکھنؤ کی مختصر پارٹی انکی تحریک سے مستعد ہو جائے گی۔ وصل کو بھی فراہمی کلام کے لئے تکلیف کرنا ہوگی۔ مضامین کے لئے تلمذ۔ فاروق۔ کامل یہ پرچہ کو چار چاند لگا دینگے شعراء کے منتخب کلام کے لئے بھی کمیٹی ہوگی۔ صدر آپ مسٹر فاروق مسٹر کامل مسٹر وصل مخصوص ارکین، انکے سوا جنھین آپ بڑھا لین، یہ سب کچھ ہوا تو گلچین معرکۃ الآراء پرچہ ہو جائے گا۔ ہزارہا کی اشاعت چند روز مین لازمی۔ یونی ورسٹی دکن سے تعلق ہو جائے تو بعید نہین مگر یہ سب کچھ آپ کی توجہ پر منحصر ہے مصرع طرح جو دیا گیا ہے، بہت ہی شگفتہ زمین ہے شعراء پوری قوت صرف کرینگے اگر کرین تو ان کی حوصلہ افزائی کے لئے اور تدبیرین بھی ہین۔

پہلے نمبر کے لیے جناب کی طرف سے اعلان کر دیا جائے کمیٹی کلام کا انتخاب کر گی خاص شعرا اپنا کلام خود منتخب کر کے بھیجیں پہلے نمبر کے لیے یہ خصوصیت ہے جس شاعر کی غزل انتخاب میں سب سے اول رہیگی مبلغ سو روپیہ مولوی محمد سبحان اللہ خانصاحب مربی گلچین کی طرف سے بطور صلہ کلام پیش کیا جائے گا۔ اسیطرح سالانہ ہر سال کے پہلے نمبر کے واسطے ایسا ہی اعلان ہو، اور اگر ہر پرچہ کے لئے ہو تو شاید ہی کوئی شاعر ایسا نکلے جو پوری قوت گلچین کی ہر طرح میں نہ صرف کرے، اسلئے نہیں کہ صلہ ملے گا۔ بلکہ فیصلہ کی اشاعت اخبارات میں بھیجیں کرے گی۔ دیکھئے تو بازار سخن میں کسقدر گرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ یونی ورسٹی سے بھی خدمت زبان کا یہ کام اس طرح نہیں ہو سکتا جسطرح آپ کے مربیانہ تعلقات پر گلچین کو رکھنے ہیں۔

اگر آپ اس قدر اہتمام توجہ خاص کے ساتھ اپنی ضروریات کے لحاظ سے نہ رکھ سکیں تو معمولی طریق پر گلچین جاری ہونے دیجئے اگر ترقی کر گیا تو خیر ورنہ۔

چشم با بیداراین خواب پریشان دیدہ

وصل کے نغرے اٹھانے کے لئے ہر طرح ہمیں گلچین کو تیار رہنا چاہیئے ورنہ کام نہ چلے گا وہ ہے بڑے کام کا شخص مگر کسیقدر لغویت کو لئے ہوئے۔ ایک بات اور خیال میں آئی۔ شاعرہ ہو چکا ہے لکھنؤ کے بعض بے فکر و خوش فکر بھی پہنچ گئے تھے۔ احسن آگئے تھے، وسیم و واقف نے بھی غزلیں کہی ہیں آپ سب کے کلام پر نظر ڈال کر بشرکت وصل و وسیم و واقف (یہ تین واز خوب ہیں) چوٹی کے دو چار شعر منتخب مع مختصر مضمون ان کے ساتھ دیجئے۔ اسلئے کہ جن شعرا نے ابتک فکر نہیں کی ہے وہ غزلیں کہیں اور جو کہہ چکے ہیں وہ بھی گلچین کی اشاعت تک تازہ فکر سے کام لے سکتے ہیں شعرا

کے ابھارنے کی یہ بھی ایک صورت ہے۔

خیر اب مین اس قصہ کو ختم کرتا ہون گلچین جانے اور اسکے ساتھ تعلق رکھنے والے ہماری دولت تو آپ ہین (گورکھپور والی پرانی دولت نہین آپ کے بچپن کی بات ہے) نہ وہ دولت جو ایمان فروش وصل نے بالائو کے اسٹیشن پر مجھے دکھائی تھی تعلق اسکا بھی گورکھپور سے تہا۔ ہر فتنہ کہ می خیزد از کوئے تو می خیزد۔ مین آپ کو سب سے الگ کرکے دولت دین کہدون سه

پاتا ہون اس سے داد مین اپنے کلام کی
روح القدس اگرچہ مرا ہمزبان نہین

معاف کیجیئے گا اس تعریف سے مرتبہ آپ کا بہت زیادہ بڑھا مگر کچھ گھٹا بھی یعنی آپ میرے ہمزبان نہین، روح القدس تک شعر بالا مین مجھے غالب کا ہم خیال سمجھئے، اپنے لئے، بعد کا ٹکڑا غالب کا ہے۔ مجکو آپ کو اس سے واسطہ نہین۔ غزل کل ہی بھیجا جا ہتا تھا۔ مگر آغاز ہلا کا رڈ سے مفلسی مین ایک پیسہ کا نقصان بھی تیلے کے گھاؤ سے کم نہین، آج بھی چاہتا تھا کارڈ پر دو ایک شعر لکھ بھیجون اور اگر گورکھپور جانے مین دیر ہو تو یونہی کارڈ بھیجا رہون مگر آپ اُن لوگون مین ہین کہ مجھے برا کہین تو بھلا معلوم ہو۔ بغیر غزل بھیجے جی نہین مانتا سه

جی نہ مانا حضرت ناصح کو آتے دیکھ کر
کچھ یونہی تھوڑی سی پی لی دل لگی کے واسطے

غزل کے زیادہ اشعار مین آپ کی نازک خیالی اور اپنی جوانی کے مختص واقعات سے فائدہ اٹھایا گیا ہے، خدا کرے آپ پوری غزل پسند کرین ورنہ حوصلہ پست ہو جائے گا۔

اور آیندہ کے لئے عرش بیاں فکر پست ہو جائے گی ۔ہ

مجھکو نظارہ الگ سب سے میسر ہوتا ہوتے سب خلد میں میں خلد کے باہر ہوتا

محفل وعظ میں واعظ نہ مرے سر ہوتا عوض شیشہ اگر ہاتھ میں پتھر ہوتا

حشر ہی حشر کوئی قتلگہ ناز نہیں آج کیوں منہ ہی لگے ہاتھ میں خنجر ہوتا

اُسکے ہر گوشہ میں ہوتا شرر برق کا رقص یہی تو میں کوئی نشیمن میں اگر پر ہوتا

(آئینہ ہی کی طرح دیکھتے ہم بھی شب وصل منہ ہمارا بھی ترے منہ کے برابر ہوتا)

چل بسا کا زور جنوں کچھ نہ ترے دامن سے دھجیاں اُڑتیں اگر دامن محشر ہوتا

زندگی آٹھ پہر لطف سے کٹتی قاتل سانس کی طرح رواں سینے میں خنجر ہوتا

گھر جسے کہتے ہیں میرا کوئی زنداں ہوگا در و دیوار نہ ہوتے جو مرا گھر ہوتا

بار ہوتا نہ شب وصل نزاکت کو تری لب ترا شل تبسم ترے لب پر ہوتا

جوانی کا واقعہ ہے ۶

پچھلی چوری چوری یہ نہ پوچھو رات کیا کرتے تھے

ایک نامحرم نازک سے لب پر اس طرح آہستہ لب رکھنا چاہتا ہے کہ سونے والے کو حِس نہ ہو ورنہ قطعًا خون کا خوف ہے۔ معاذ اللہ ہ

معاذ اللہ

ایک چلو کے نہیں کوثر و تسنیم ریاضؔ

خاک اُڑتی جو لب خشک مرا تر ہوتا

دعاگو ریاضؔ

۲۰ نومبر ۱۹۲۰ء

لہ یہ شعر واقعی لیا ہے (مولف)

مکرمی، شکریہ!

ذرا سا کارڈ۔ کارڈ میں تین سطروں، سطر میں چار حرف۔ حرف جتنی خط میں نہ مجھ سے پڑھا گیا نہ دوسرے سے۔ برابر کا جواب میرا خط نہ آپ پڑھ سکے نہ مولانا۔ ایک کاغذ کی چٹ اور ملی تاروں کے ساتھ جن میں تاریخ کی تاکید تھی، صادق کا تار خاص بات کے لئے تھا جس سے کسی فائدے کو تعلق نہیں۔ وسیم نے بھی تاریخ کے لئے اصرار کیا تھا۔ تاریخ سے مجھے مناسبت نہیں۔ پھر تاریخ حمد کے دیوان کی۔ مجھ سے مراسم نہیں مگر وہ وصل کے واجب التعظیم۔ وصل کی عظمت میرے دل میں۔ ننگ آمد و سخت آمد۔

ریش در دستِ وصل میدارم

کام خاموشی، نام لسان الملک، نام کا پاس کچھ کیا ہوتا۔ تعمیل ارشاد از بس مشکل مگر یہ ظاہر ہو کر غلطی کی اصلاح مولانا اور وصل فرما لینگے۔ بہر حال قطعہ تاریخ موزون کیا، وصل قطعہ کے مالک بلکہ رباعی کے بھی۔

آپ نے ... کرکے صاحبوں کا حال نہیں لکھا، قیمت کتب کا جواب نہیں دیا، کتابوں کے مالک ... صاحب۔ یہ سجادہ نشین حافظ محمد اسلم صاحب کے چچا ہیں ... آبا و ... پاتے ہیں، خاص ضرورت سے کتابیں مجھے دیتا۔

ان چار کتابوں میں ایک تصوف میں ہے جو بہت ہی گران مایہ قیمت اسکے رہن سے ظاہر ہوتی ہے جو اسی کتاب پر تحریر ہے۔ انکو خیال ہے کہ مولانا مطلوبہ قیمت سے ... زیادہ معاوضہ تجویز فرمائینگے۔ مطلوبہ قیمت ... اگر اس سے قیمت کم تجویز ہو تو چاروں کتابیں واپس۔

میرا امکان تجھ سے زیادہ بے سکت ہے۔

اُس سے گر کر اُٹھا نہیں جاتا

قطعہ تاریخ تعریف کے قابل نہو جب بھی خوب تعریف کیجیے مصرع شعر جو ناپسند ہو
خارج کر دیجیے ۔

وصل صاحب موجود ہوں تو سلام کہیے اور یہ بھی کہ غزل جلد واپس بھیجدیجیگا

بِلّٰہِ الحمد آج دیوان احمد کا شائع ہوا
ہر فرشتے کی زبان پر آج ہیں اشعار احمد

شعلہ جو اُٹھا بنا اُٹھتے ہی وہ قندیل عرش
کسقدر بھڑکی ہوئی ہے آتش گلزار احمد

دلکش انداز بیان حسن بیان یوسف فرش
مصر والے آ کے دیکھیں گرمی بازار احمد

ناخن دست حنائی کا یہ بنتی ہے جواب
چٹکیاں لیتی ہے دل میں شوخی گفتار احمد

رہنما راہ سخن میں آپ کے نقش قدم
بحر کے بیہر دگر سب سے جدا رفتار احمد

کر دیا شیشہ کو پانی ہوئی ہے شہر شہر
بزم فرقہ سخن میں ہے جو نگینہ انوار احمد

شورش بپا میں ہمسر قمری کی جو لاثانیاں
کس ہوا میں ہے نہ پہنچے ہی پرواز احمد

رنگ و بو میں حسن میں ہے ایک سی شوخی و رو
ایک کانٹے کے تلے ہیں سب گل گلزار احمد

موتیوں سے بھر دیا دامن زبان شعر کا
ابر گوہر بار ہیں افکار گوہر بار احمد

صاف ہیں بے عیب ہیں خوش آب ہیں اکثر ال
جوہری دیکھیں ذرا آ کر دُر شہوار احمد

کاغذ اچھا حرف روشن نور کا چھاپا ریاض
اُترے شیشے میں پری بنکر بلند افکار احمد

میں نے برجستہ کہا مصرع پئے تاریخ طبع
ڈھل گئے ہیں نور کے سانچے میں سب اشعار احمد

۱۳ ھ ۲۰

مؤلف کے نام

خیرآباد۔ ۱۹ جولائی ۲۳ء

پیارے صفدر۔

اسی وقت آپ کا پیارا خط ملا۔ اسی وقت جواب لکھتا ہوں ؎

رقابت اب ہے دونوں سے وہ پروانہ ہو یا بلبل
عیاں کیونکر کرے گلگیر اپنے سوز پنہاں کو

گلگیر کی ہستی کا انحصار گل شمع پر ہے اسے ترجیح پروانہ و گل پر اسلئے ہے کہ دونوں کے لئے شمع و گل کی عدم موجودگی میں اور بھی مشاغل ہیں، گلگیر کی رقابت پروانہ و گل سے اسکے سوز پنہاں کا باعث ہے۔ پہلے شعر میں کہ بزم یار انجمن بھی ہے اور چمن بھی یعنی ؎

یہ گویا انجمن بھی ہے چمن بھی کیا عجب اس کا
جو لے منقار میں بلبل گل شمع شبستاں کو

چمن ہونے سے گل شمع نے گل گلشن کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اسے بلبل کا منقار میں لینا عجب کی بات نہیں۔ یہ مثل گل گلشن کے خوشرنگ بلکہ آتش رنگ ہے۔ پروانے شمع پر نثار ہو رہے ہیں اور بلبل شمع و گل شمع کو شاخ گل و گل شاخسار سمجھکر ٹوٹے پڑتے ہیں۔ دونوں کی بے قرارانہ حالت گلگیر کو آتش رقابت کے انگاروں پر نہ لٹائے تو کم ہے۔

میں تو اس شعر کا مطلب یہی سمجھا اگر کوئی نہ سمجھے تو سمجھے اور آپ کو اس کی سمجھ پر اختیار نہیں ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ منہ رجہ ذیل مطلع پر بھی اعتراض ہے اگر کوئی پہلو اعتراض کا میری سمجھ میں تو نہیں آیا۔ میں آپ کے مطلع کو لاجواب سمجھتا ہوں۔ شاید ہی اس سے اچھا مطلع

کسی کا ہو سکے

کشش نگاہ مین آتشنگی بلا کی ہے

اُدہر ہے جام اِدہر آنکھ پارسا کی ہے

جام و چشم پارسا کیا برابر کی بات ہے۔ بلا کی آتشنگی نے نگاہ پارسا مین کشش پیدا کر دی ہے۔ وضع پارسایانہ جام کی طرف ہاتھ بڑہانے کو روکتی ہے۔ اور بلا کی آتشنگی کشش نگاہ سے پردے پردے مین اڑنے والی نازک شے لطیف پر اثر ڈال کر خدا جانے کیا لطف اٹھانا چاہتی ہے
معترض کو اختیار ہے مطلع کے ساتھ آپ کو بھی سمجھے اور آپ کے ساتھ مجھے بھی سنا

تحسین ناشناس کا صائب ہے مشکوہ سنج

نفرین ناشناس کا ہم کیون گلا کرین

نکتہ چینی کام کی چیز ہے۔ نکتہ چینی کی قدر کیجئے۔

والسلام

ریاض

پیارے صفدر

مجھے موقع نہین ملا کہ غزل دیکھتا۔ آج قاضی تلمذ حسین صاحب سے ملنے آیا مین نے سرسری طور پر آپ کی غزل دیکھی۔ خوب خوب شعر کہے، دونون مطلع نہایت نازک ہین بطور خود ہی ہر شعر کو سمجھ لینا پرکھ لینا۔ اس خط مین بھی آپ نے ذکر نہین لکھا کہ آرزو، انجم، رشید جاوید و دیگر حضرات کی غزلین آپ نے روانہ کین یا نہین، عارف صاحب کی غزل ممدوح سے بحیر لیکر بھیجیے۔ الگ نیاز نامے مین چند حرف ہین عارف صاحب کو دکہا دیجیے گا۔

گلچین مین بہت تاخیر ہوئی ۔ مین یقیناً اسی خیال سے چار روز مین خیرآباد جاؤنگا اور تم کو اطلاع دون گا۔ خود بھی لکھنؤ آؤن گا زیادہ تر اسلئے کہ عارف صاحب سے مین تمھارے لئے کہدون ۔

مولوی سبحان اللہ صاحب کے یہان تقریب بیاہ پیمانہ پر مع کامیابی ختم ہوئی تمھاری تاریخ ممدوح کو مل گئی تھی، خدا کرے گلچین اتنی ترقی کرے کہ تم کو اسکے سوا کسی سے غرض نہ رہے تازہ کلام کہان سے لاؤن کس عالم مین ہون کچھ نہ پوچھیے، قصد لکھنؤ کا تھا جانا پڑا گورکھپور ۔ واپس آیا تو غیر مطمئن دل و دماغ دونون بیکار ضعف پیری، مقدمہ کی فکر، احباب کی فرمائشین، کام کا ہجوم ۔ ہر کام کے لئے روپیہ کی ضرورت، آج ہی ایک دوست کی فرمائش سے چند شعر موزون کئے، تمھین بھی دو ایک شعر لکھے دیتا ہون، مطلع سنو

مجھے دیکھا تو قُلقُل کیدل، الگ پیر مغان رکھدی
پرانی دوستی بھی طاق پر اے مہربان رکھدی

خدا کے ہاتھ ہے بکنا نہ بکنا مے کا اے واعظ
برابر مسجد جامع کے ہم نے بھی دکان رکھدی

ریاض

۲۰ فروری ۱۹۱۸ع گورکھپور

پیارے صفدر ۔

اگر ابھرے بھی حشر آگے ترے، تو نقش ثانی ہے
قیامت جو اٹھائے وہ تری اٹھتی جوانی ہے

خواجہ صاحب کرشش کرتا ہے تو مطلع یون بدل دیجئے، صاف ہونے سے کوئی کچھ نہ کہہ سکے گا "آسمان سے ہم" یہ غزل ملفوف ہے، رمضان علی کو ایسی ہی مجبوری ہو گئی تھی کہ

آپ کو پریشان ہونا پڑا۔ وہ مکرر آپ سے مل کر آئے۔ کام کچھ نہ بنا۔ مصلح سنگھ کی ضرورت نہیں ہنرمند کاپی نویس جو تیچھر کی بھی وقت ضرورت دیکھ بھال کر لے مطلوب ہے۔ جو کاپی نویس ایک مہینے سے میرے پاس تھے گلچین بھیجنے پر آپ اِن کا خط دیکھیں گے۔ اگر اتفاق کہ وہ دہلی جانے پر مجبور ہیں۔

کسی مشاعرے میں تو میں شرکت ہی نہیں کر سکتا اگر احسن کے بلانے پر میں انکے آستانے پر جاتا ضرور لیکن اس حادثہ کی وجہ سے کہ لڑکی میری بھانجی ہے نہیں جا سکتا، آپ جا سکیں تو جائیں۔ آرزو کے مشاعرے میں بھی شریک ہوں۔ آپ کہیں جائیں گلچین کو آپ کے جانے سے ضرور فائدہ ہوگا۔

آرزو کے مشاعرے کی غزل مجھے بھیج دیجئے میں اپنی حالت بیان نہیں کر سکتا۔ ضعف پیری سے نہ کام ہو سکتا ہے نہ دل و دماغ پر قابو ہے۔ گلچین کی وجہ سے کام اتنا بڑھ گیا کہ رات دن نجات نہیں۔

جالب صاحب سے آپ ملے ہوں گے اب پھر ملئے اور جس پرچہ میں نوٹ شائع ہوا ہو مجھے بھیج دیجئے اور اُن سے کہئے حسب وعدہ نہ آپ نے پہلے "ہمدم" میرے نام جاری کیا نہ اب گلچین کے پہنچنے پر بھیجا اگر بھیجنا ہو تو صاف لکھ دیں۔ میں جانتا ہوں وہ مالک ہیں ملازم نہیں۔ پھر واقعی حالت لکھ دینے میں کیا تکلف ہے۔ سب سے زیادہ یہ شکایت کہ غزل نہ بھیجی، اس سے زیادہ کیا تحمل ہو سکتا ہے کہ گلچین کے لئے دو سطر کا نوٹ تک نہ لکھا حرم سرا کے لئے مجھ سے بہت کچھ کہا تھا، اب اُسکے متعلق بھی وہ کچھ نہیں ظاہر کرتے آخر یہ مضمون کیا ہے۔

نقاد واقعی بہت اچھا نکلا، خصوصاً مہدی کا مضمون، نقاد میں یہ غزل بھیج دیجئے،

"آسمان سے ہم" خواجہ عشرت کا دلی شکریہ ادا کیجئے ان کا مضمون پہنچ گیا۔ جواب علیحدہ لکھوں گا۔

یک الف بیش نہیں صیقل آئینہ ہنوز
چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا

یعنی میں جب سے گریبان کو گریبان سمجھا جب سے اسے چاک کیا کرتا ہوں، حاصل یہ ہے کہ جب سے مجھے اپنا سلیقہ ہوا کہ تعلقات دنیا مانع صفائے نفس ہیں، جب سے میں نے دنیا کو ترک کیا، مگر اسپر بھی آئینہ دل صاف نہیں ہوا، بس ظاہر میں جو آزادوں کے سینے پر ایک الف کھنچا ہوا ہوتا ہے وہ تو ہے۔ صفائے باطن کچھ نہیں حاصل ہوئی، اور گریبان تعلقات دنیا سے استعارہ ہے، اس وجہ سے کہ یہ دونوں انسان کے گلوگیر ہیں، سینہ پر الف کھینچنا آزادوں کا طریقہ ہے۔ اور یہ مضمون فارسی والے کہا کرتے ہیں اور ابھی نہیں ہیں بیان حصر کے لئے ہے مگر اردو کی نحو اس کی متحمل نہیں یہ فارسی کا ترجمہ ہے۔

ریاض احمد خیرآباد

۲۳۔ فروری ۱۷ء

عزیزی۔

۲۲ ستمبر ۱۶ء کا خط گورکھپور سے واپس آنے پر ملا۔ گورکھپور میں بہت وقت گزرا اور کاربراری بھی نہیں ہوئی، چچا سید ولایت احمد صاحب کے انتقال کی خبر گئی فوراً واپس آیا ورنہ اور بھی قیام کرتا۔ میں اپنی پریشانیاں بیان کرنے پر قادر نہیں ہوں۔ اللہ رحم فرمائے۔ "آیا آئے" یہ مطلع اچھا ہے، میرا قصیدہ سن لینے سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ اداۓ بیان کے ساتھ سلسلۂ بیان سنبھلا رہا۔ مشاعرہ گوالیار کے خواب آپ لوگ

خوب دیکھ رہے ہیں۔ میں تو خواب پریشاں سمجھ رہا ہوں تعبیر جو کچھ ہو۔ ایسا خرخشک میں اٹھا کر کوالیار مشاعرہ کریں۔ دس پندرہ ہزار صرف کریں عقل میں آنے والی بات نہیں میرا جانا معلوم۔ خدا کرے آپ جائیں اور مفتخر سے اجازت لیکر میرا قصیدہ پڑھیں سلطان احمد صاحب واقف نے لکھنؤ غالبًا چھوڑ دیا۔ آپ کے لطف سخن میں کمی آئی اور ہمارے ٹھہرنے کا کہیں ٹھکانا نہ رہا۔ آپ بطور خود غور کیجئے کہ لکھنؤ آنے پر ٹھہرنے کی جگہ کوئی ایسی نکل سکتی ہے کہ سلطان احمد واقف کے بالاخانے کا افسوس جاتا رہے۔ سلطان احمد نے آپکی تاریخ سنائی۔ ع

جو لفظ ہے دیوان کا وہ جان سخن ہے

لاجواب تاریخ ہے، اس سے کسی کا مصرع تاریخ نہیں بڑھ سکتا۔ ۱۹۱۶ء

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

میں نے بھی تاریخ بھیجی ہے خدا جانے جلیل کو پسند آئے نہ آئے، درج ہو نہ درج ہو نہایت ضیق فرصت میں قصیدے پر ایک نظر ڈالی، صاف کرکے بھیجا ہوں۔ خارج میں "ج" گرتا ہے، دوست کی "ت" کی طرح، خیر مضایقہ نہیں، مجھے خط جلد جلد بھیجتے رہئے اگلے مہینے کے لئے مصرع طرح جلد بھیجونگا۔

ریاض

صفدر صاحب

آپ کی نظم سالگرہ ملنے کے بعد زیادہ تر دورہ میں مبتلا رہا لکھنؤ ہوتا ہوا ہردوئی گیا، وہاں سے بریلی، مراد آباد اب واپس آیا مقدمہ کے تعلقات۔ ہر وقت تازہ فکر۔ سیتاپور کی زد اور دشمن۔ اتوار کو خداوند نعمت راجہ صاحب سیتاپور آگئے تھے مجھے بھی سیتاپور کی مجلس میں شریک ہونا پڑا کیونکہ راجہ صاحب تو تصنیف مرثیہ پڑھنے کے لئے

تشریف لائے بہت بڑا مجمع تھا، نسیم صاحب بھی تشریف لے گئے تھے۔ مرثیہ کے مضامین کا کیا کہنا کوئی اس مرتبہ کا کہنے والا اس وقت نہیں، ایک ایک بند ایک مرثیہ تھا، نئے سلام کا ایک مطلع سنو ؎

حشر کے دن خاطر مداح سرور دیکھنا
خود بڑھے گا میری جانب حوض کوثر دیکھنا

کتنا اچھوتا اور نیا خیال ہے سبحان اللہ

کل دوشنبہ کو میں نے آپ کا قطعہ دیکھا سالگرہ کا قطعہ اور کہیں سے سالگرہ کا ذکر نہیں، ہو بھی کیونکر، اس بحر میں لفظ سالگرہ آ ہی نہیں سکتا تھا۔ اب قطعہ دیکھکر بھیجتا ہوں لیکن ستم ہوگا اگر اشعار کے مرتبے کے موافق آپ کو صلانہ ملا۔ یہ قطعہ تو اس قابل تھا کہ حضور نظام کی تقریب سالگرہ میں جلیل صاحب بہ خاص تقریب پیش کرتے تو خدا جانے کیا ہوتا۔ اب جلیل صاحب کو آپ لکھئے کہ اگر خدانخواستہ کافی صلانہ ملے تو آپ کسیطرح یہ قطعہ مجھے واپس فرمادیں یعنی دفتر میں یہ تو رہنے پائے کہ میں دربار نظام میں اس کے ذریعہ سے قسمت آزمائی کروں۔

سالگرہ کے متعلق بہت مضامین ایسے نکل گئے ہیں جو اردو و فارسی میں میری نظر سے اس لطافت کے ساتھ نہیں گزرے [illegible] خیالی اب جلیل کو یا مجھے نصیب ہوسکتی ہے۔ خدا کرے آپ کو ایسا صلہ ملے کہ میں خوش ہو جاؤں۔ ورنہ حضور نظام کی سالگرہ کے موقع پر جلیل سے پیش کروا دیا جائے۔ خدا کرے خورشید اور اس کی ماں دونوں اچھے ہوں۔ ہمدم کے دفتر سے تعلق آپ ہے یا نہیں۔ آج منشی رمضان علی کو لکھنؤ سے بھیجا ہی کہدیا ہے کہ آپ سے بھی ملیں، عارف صاحب کو سلام شوق۔

ریاض احمد۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۸ء

کرمی۔

کل خط آپ کو بھیجنے کے بعد طبیعت خراب ہوگئی۔ دو وقت سے غذا نہیں ہوئی چھ سات دست آگئے ہیں ضعف بڑھ گیا ہے، کوئی کام نہ کرسکا۔ چونکہ آپ کو لکھ چکا تھا چند شعر ایسی حالت میں موزوں کئے آپ تو داد دیں ہی گے لطف جب ہے کہ تمام سربرآوردہ شعرائے لکھنؤ سے داد لیجیے۔ اُمید تو یہی ہے کہ مشاعرے میں سب کو تسلیم خم کرنا پڑیگا میں نے اسی وقت اخبار میں بھی غزل شائع کرنے کو بھیجی ہے۔ یہ غالباً بعد مشاعرے موقع سے شائع ہوگی۔

آپ یوں میری غزل نہ پڑھیں جب تک اہل مشاعرہ خود بہ اصرار فرمائیں۔ مشاعرہ میں داد ملنا نہ ملنا موہوم ہے۔ مشاعرے کے عوض آپ ہی سے داد ملنا کیا کم ہے بشرطیکہ اشعار داد کے قابل ہوں ممکن ہے محض یہ خیال خبط میرا ہی ہو مشاعرے سے قبل کسی کو نہ سنائیے گا۔

ریاض ۲۰ مارچ ۱۹۳۴ء

عزیزی۔

دونوں صاحبوں کی تحریریں ملیں۔ داد تحسین سے جی خوش ہوا شوق صاحب کے تمام ارشادات کی تعمیل ہوگی۔ اس مرتبہ ضرور ملوں گا عارف صاحب سے بھی۔ ایسی طرح میں کوئی اور چمکا ہے کسی کا شعر سنا ہو تو مجھے بھی لکھیے گا۔

عشرت صاحب سے دریافت کیجئے، امیر مرحوم کا ایک مصرع ہے۔

دیوار کو وہ دے گئے جھلا نشانی کا

دیوار کو جھلا دینا معماروں کی اصطلاح میں کچھ ضرور ہے۔ دریافت کر کے لکھ بھیجیے ممکن ہے

دیوار میں چھلارہ جانا کچھ ہو کچھ یونہی خیال تو آتا ہے کہ کان آشنا ہیں۔

ریاض

صفدر صاحب۔

آج آپ کی غزل روانہ ہے۔ آپ نے مطلع میں دلکشی لکھا ہے۔ یہ لفظ اگر دلچسپی کی طرح آپ نے اساتذہ کے کلام میں دیکھا ہو تو لکھئے ورنہ جدید ساختہ لٹریچر کی تقلید سے احتراز کیجئے آپ کی غزل اس زمین میں خوب ہے۔ دیکھوں اور شعرائے لکھنؤ کیا کہتے ہیں۔ میں غالباً کل تو نہیں پرسوں انشاءاللہ روانہ ہوں گا۔ آغا صاحب میرے ساتھ ہوں گے۔ کہاں ٹھہروں گا کچھ خبر نہیں۔ آپ کا گھر میرے لئے بے تکلف جگہ ہے مگر کام کے لحاظ سے بہت الگ اسٹیشن پر اگر آپ مل گئے تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔ عارف صاحب کی نشست کے کمرے چھوڑ کر الگ کوئی چھپر ہوتا تو میں اچھا رہتا۔ اسٹیشن پر فیصلہ کیا جائے گا۔ اس کی صبح کو اگر کوئی امر مانع نہ ہوا تو اس کی صبح کو انشاءاللہ آؤں گا۔ آپ لکھتے ہیں کہ فلک منزل کے مشاعرے میں سربرآوردہ شعرائے لکھنؤ نے لوٹ کے فکر کی ہے۔ مگر میں نے آپ کی غزل بھی دیکھی، ماشاءاللہ کیا کیا شعر نکالے۔

بس یہ ہوا کہ حشر میں اک گردسی اٹھی
سب فتنے انکی ایک ہی ٹھوکر کے ہو گئے

بالکل اچھوتا اور نیا خیال ہے اور اشعار بھی اسی مرتبہ کے ہیں امید تو ہے کہ مشاعرہ آپ ہی کے ہاتھ رہے۔ تمہارے اصرار سے میں نے بھی چند شعر موزوں کئے۔ غزل کل تک روانہ کروں گا دو ایک شعر سنلو ؎

دامن میں اب شباب کے وہ داغ ہیں کہاں   جب بال تک سپید میرے سر کے ہو گئے
جو شرائیں ہیں شباب کا دھبے کی شکل کیا   جب بڑھ کے طفل اشک برابر کے ہو گئے

صرف تمھاری خاطر سے مین نے یہ غزل کہی ورنہ اِس پریشانی اور بدحواسی مین فکر سخن کا کیا موقع تہا۔ خدا کرے فلک صاحب کے یہان تمھیں استقلال و اطمینان ہو۔ دعا کرتا ہون۔ عاشر صاحب کی بیماری نے سخت پریشان کیا۔ کل ہی اُن کو بھی خط لکھا ہے۔ مگر اسوقت تک بیدرد درد کا حال معلوم نہ تہا۔ اب آج پھر خط بھیج رہا ہون۔ بقیہ غزلین بھی جلد بھیجئے اور ہمدم کا پرچہ بھی میری نظر سے ابتک نہین گزرا۔ جالب ہمدم نہین بھیجتے آپ اُنسے کہکر جاری کرا دیجئے۔ یہ پرچہ جو آپ کے پاس ہے فوراً بھجوا دیجئے۔

ریاض احمد خیرآباد

۲ مئی ۱۹۱۷ء

عزیزی۔

۲۸۔ اکتوبر کا خط ملا۔ آپ نے لکھا پرچے سب روانہ ہو چکے۔ مین نے اپنے پرچے مین بنا لیا مجھے یاد نہ آیا کہ یہ فقرہ آپ نے کس تصحیح کے متعلق لکھا۔ کیا وہ نظم جو "ہمدم" مین جلسہ سیتاپور کے لئے شائع ہوئی۔ میرا مصرع تہا۔

خوشی کی لہر گئی دوڑ کر کہان سے کہان

ہمدم مین "دوڑ اب" چھپا ہے اُس کی تصحیح کروا دیجئے گا۔

بزم خیال کا انتظار ہے۔ اشتہار مرسلہ دلچسپ نہین ہوگا۔ مہا دیو پرشاد صاحب کے نام معنون کرنا نہایت مناسب تہا۔ اِس زمانہ مین ایسے لوگ بھی ہین جو اپنی حیثیت کے موافق قدر افزائی کرتے ہین۔ آپ کا دوسرا کارڈ ۳۰۔ اکتوبر کا بھی ملا۔ مین مہا دیو پرشاد کا دلی شکریہ ادا کرتا ہون۔ انکی بے انتہا وقعت میرے دل مین ہے۔ خدا انکی عمر و اقبال و دولت مین ترقی دے۔ نہایت محبوب شخص ہین۔ دیوان کے لئے جو کچھ ایما ہوا مین نے اُسے قطعاً منظور کیا۔ مگر مین

اپنے مصائب و آلام کو کیا کروں - مین نے ایک طولانی خط اپنے دیوانہ وار خیالات کے جوش مین اُن کو لکھا ہے، جا بیجا کا بھی خیال نہین رہا - اُن سے استدعا کی ہے کہ سلطان احمد کے مقدمہ مین عقدہ کشائی اُن کے ناخن تدبیر سے ہو جائے تو مین گویا زندہ ہو جاؤن - دیوان بھی بآسانی چھپ جائے اور مجھے وہ اطمینان ہو جائے جو اپنی بقیہ عمر کی شاعری کے لئے چاہتا ہون اور جس کی مجھے حسرت رہی کہ مین اپنے طبعی مذاق کے شعر کہتا اور اُس کا کچھ مجموعہ قابل طبع ہو جاتا -

دیکھئے کیا جواب دیتے ہین - آپ کے جلیل صاحب مجھ سے کچھ کشیدہ معلوم ہوتے ہین - ایک غزل بھیجنے کے بعد پھر غزل نہ بھیجی نہ ابتک متعدد خطوط کا جواب دیا - مین نے لکھا بھی کہ اگر مجھ سے کوئی خطا ہوئی ہو تو معاف فرمایئے - اور تنبیہ کر دیجئے کہ آیندہ ایسی خطا نہ واقع ہو - مجھے انکے تعلق سب سے زیادہ اپنی کار روائی کا پاس ہے - خدا اُن کو اس سے زیادہ درجہ عنایت کرے تو میری خوشی کا باعث ہے - رہی دوسری صورت کہ موجودہ اعزاز نے اُنکے مزاج پر اثر ڈالا، تو مجھ پر اس کا اثر کچھ نہین ہو سکتا ....

نہ اس کی کبھی پروا کہ مجھے اِن کی ذات سے کچھ فائدہ ہو نہ اعزاز کی لحاظ سے اُنکی شاعری کی وقعت سمجھتا ہون - مین نے یہ الفاظ اس لئے تحریر کئے کہ آپ اس خط بین ٹٹولئے کہ آخر اس کا واقعی سبب کیا ہے - وہ غزل کیون نہین بھیجتے، جواب کیون نہین دیتے -

ریاض احمد

۷ - نومبر ۱۹۱۶ء

خدا تمہیں صحت دے۔

کل شوق صاحب کی غزل بھیج چکا ہوں۔ آج ۲۴ کو آپ کی غزل روانہ ہے اس وقت کمیشن بیان آیا ہے لائے بہادر کا لے رہا ہے جس کی عمر ۷۰ کے قریب ہے فالج زدہ ہے۔ دولت مند ہے کئی بیٹے معزز عہدوں پر ہیں۔ سچ کے لئے زبان نہیں کام دیتی جھوٹ خوب ادا کر رہا ہے۔ خدا جلد ایسی ناپاک ہستی پر اپنا قہر نازل کرے۔

آپ کی غزل اور شوق کی غزل دونوں بہت خوب ہیں۔ خدا کرے مشاعرے میں پھلیں پھولیں۔ یہ شعر آپ نے میرے ڈھب کا لکھا جب پڑھتا ہوں حظ اٹھاتا ہوں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ہو

صبح کو پیار سے بچھڑے ہوئے شب بھر کے ملے
آئینہ رخ سے ملا زلف ملی شانے سے

واقف کی غزل ابتک نہیں آئی۔ اب وقت نہیں۔ اچھے شعر منتخب کر لئے جائیں لکھے ہوئے نہ ہوں جس غزل کے لئے تم اصرار کر رہے ہو اس کا اس وقت صرف مطلع و مقطع یاد ہے وہ کا غذ ہی نہیں ملتا جس پر چند شعر تم نے لکھنؤ میں لکھ لئے تھے۔

مطلع

کبھی آسمان سے کبھی لامکان سے
مے گھر آپ آتی ہے اونچی دوکان سے

مقطع

رہا حق بجانب جنھوں نے دولت تو لے لی
مروت نہ لی کچھ شفیق الزمان سے

مکرمی!

کارڈ ملا - داد ملی ع

نمبر 3 — کہئے نسیم صبح سے مجھ سے نہ پوچھئے
لڑئیے ہوا سے کیوں مرے گیسو بکھر گئے

اس شعر کی نسبت آپ دریافت کرتے ہین کہ یہ شعر کس کا ہے - یہ شعر اُن بزرگ کا ہے جن کا مندرجۂ ذیل شعر ہے ع

شاید کوئی بزرگ تہجد گزار تھے
مسجد مین آکے جیب ہماری کتر گئے

یہ شعر جو آپ تک پہنچا کیونکر پہنچا - مجھے حیرت ہوگئی - جو امور آپ سے دریافت کیے ہین انکا جواب دیجیئے یعنی گلچین کن کس کو دیا جائے - مشاعرہ کس تاریخ کو ہوگا - فلک منزل کے مشاعرے کی غزلین کب تک آئین گی - میرا قصد ہے کہ عید کے دوسرے روز ایکدن کو سندیلہ جاؤن - کیا آرزو صاحب وہان آئے ہین - ملین گے گلچین نمبر ۲ رچھپنا شروع ہوگیا ہے - جلد پہنچے گا - خواجہ صاحب سے کہئے مضامین جلد لکھ بھیجین -

سہل ممتنع اس نظم و نثر کو کہتے ہین کہ دیکھنے مین آسان نظر آئے اور اس کا جواب نہ ہوسکے - کل حسن اتفاق سے کوثر صاحب بھی آگئے تھے - مین تمھاری غزل دیکھ رہا تھا - اکثر اشعار انھین بہت پسند آئے - اشعار مندرجۂ ذیل پر تو وہ تڑپ تڑپ گئے ع

جو چھینٹ پڑتی وہ بن جاتی پھول اے قاتل
مرا لہو ترا دامن خراب کیا کرتا

صفدر صاحب - اس شعر کا دوسرا مصرع تو قیامت کا ہے - پہلا مصرع بھی خوب ہے ع

ملائی آنکھ جو ساقی نے مست ہو گئے رند

آپ آپ کے دور میں جام شراب کیا کرتا

یہ بھی اچھا ہے خوبی یہ ہے کہ بے عیب ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ میرا خط اور واپس شدہ غزل کل ۳ مئی کو نہیں پہنچے۔ ضرور پہنچے ہوں گے۔ ڈاک ملنے سے قبل یہ کارڈ آپ نے روانہ کیا ہوگا۔ واپس شدہ وی پی کی فہرست اسماء اور لکھے ہوئے کارڈ میں نے عارف صاحب کو بھیجے تھے عارف صاحب نے اُن کارڈوں میں کچھ لکھنے کا کام ہو تو انجام دیجئے۔

ناکہ نازک مشاعرے کی غزلیں جب آپ روانہ کریں تو ایک مضمون بھی مجھے لکھ بھیجیں کہ کس وقت اور کس تکلف سے یہ مشاعرہ ہوا۔ کون کون مخصوص حضرات بلائے گئے تھے۔ کون صاحب شریک ہوئے کون نہیں۔ غرضکہ تصویر مشاعرہ کھینچ دیجئے۔ میں مضمون بطور خود گھٹا بڑھا لوں گا اور نامور شعراء کی بھی تعریف رہے جن کی غزل قابلِ عمدہ ہو جنکو داد دلی ہو۔

ریاض

۱۰ مئی ۱۹۱۰ء

عزیزی۔

آپ میری پریشانی اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ آپ ایسے دلنواز دوست کو جواب دیکا یہ کارڈ آپ کو اطلاعی بھیجتا ہوں کہ پریشانی رفع ہو۔ کل پرسوں تک آپ کے خطوط کا تفصیل کے ساتھ جواب دوں گا۔ سہرے کے اکثر اشعار مجھے بہت پسند آئے۔ خصوصاً یہ شعر۔

ہالۂ ماہ میں سہرا ہے شعاعیں کیسی

چرخ لایا ہے کشتی میں لگا کر سہرا

غالب مرزا ذوقؔ بھی دیکھتے تو وجد کرتے۔

پردے پردے مین قیامت نے قیامت ڈھائی

ناپ کر لائی ترے قد کے برابر سہرا

بالکل اچھوتا خیال ہے۔ اس نازک خیالی کی داد اہل نظر دینگے۔ آپ کے قطعۂ تاریخ مین مصرع تاریخ نہایت بے تکلف اور لاجواب ہے۔ ع

آفتاب ابر کے پردے سے نکل کر آیا

مگر افسوس اس بحر مین احمد حسین کا نام نہ آسکا نہ آسکتا ہے۔ ع

ہے یہی لخت دل احمد بھی یہی جان حسین

اس طرح احمد حسین علیحدہ علیحدہ آجاتے ہین۔ نام کا پہلو نہین نکلتا۔ اور اس طرح لخت دل احمد اور جان حسین کہنا نازیبا ہے۔ ع

کس کے آنے سے دماغ عرش برین پر ہے مرا

عرش کا عین گرتا ہے اور یہ عیوب ہے بعض وقت ایسے موقع پر خیال نہین رہتا۔ اور اکثر عین گرجاتا ہے۔ دوسری تاریخ مین مصرع تاریخ کے عدد صحیح ہین لخت دل کے معنی گو مجازاً بیٹے کے ہین۔ مگر لخت دل کا پیدا ہونا اچھا نہین معلوم ہوتا۔ دوسرے مصرع مین نور چشم والدین اچھا ہے۔ آپ اگر اعداد کی صحت پر پیروی کرین تو رہنے دین مگر کوئی خوبی نہین ہے۔ وہی مادۂ تاریخ کافی ہے۔ مگر اس کی بحر بدلکر پھر فکر کیجیے۔

میں انشاء اللہ پانچ چھ روز مین لکھنؤ آؤن گا۔ آپ سے ملون گا۔ تاریخ سے اطلاع دون گا۔ تسنیم صاحب سلام شوق کہتے ہین۔

ریاض

۲۶۔ اکتوبر ۱۹۱۶ء

پیارے صفدر!

خط کے جواب میں تاخیر ہوئی طبیعت قریب قریب اب صاف ہے۔ تار آیا تھا [illegible] صاحب کے خویش کا انتقال سیالکوٹ میں ہو گیا۔ افلاس کی پریشانی ہے۔ یہ داغ اس پر قیامت تھا۔ مصارف کی فکر غرض کسی طرح روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچے تو سواریاں روانہ ہو چکی تھیں اب وہاں سے خرچ مانگا گیا ہے۔ غالباً چار پانچ روز میں واپس آئیں گے۔ دونوں غزلیں واپس بھیجتا ہوں۔ [illegible] ٹھہر گئے [illegible] کیونکہ صحیح نہیں ہے۔ [illegible] لکھنے کی ہمیشہ کوشش کیجیے چند روز میں عادت ہو جائے گی۔ [illegible] مذموم پہلو سے اجتناب لازم ہے۔ ان میں نے [illegible] کا وہ نمبر دیکھا جس میں ناطق نے یاس کی اور تمہاری غزل کا موازنہ کیا ہے۔ [illegible] تنقید علم ادب کا ایک اعلیٰ جوہر ہے بشرطیکہ نقاد ناطق سا کوئی اہل فہم اور رموز فن سے واقف ہو۔ ناطق نے جو کچھ اس تنقید میں لکھا بہت سمجھ کے لکھا اب اگر کوئی برا مان جائے تو اس کی بلا سے۔ تمہارے اس شعر پر سه

فرق کیا عاشق و معشوق میں بس اتنا ہے

کوئی دیوانہ بنا ہے کوئی دیوانہ ہے

یہ فقرے مجھے بہت پسند آئے "خواہ نخواہ [illegible] وہ کاغذ جس پر یہ شعر لکھا جائے" واقعی اس سے بہتر الفاظ اس شعر کی داد کے لئے نہیں مل سکتے۔ [illegible] حسن و عشق کا فلسفہ دو مصرعوں میں نہایت خوبی کے ساتھ ادا کر دیا گیا ہے۔

نوٹ ۱ یہ شعر [illegible] دن بہت [illegible] اور [illegible] میں [illegible] کی زبان پر ہے بلکہ [illegible] دیوان غالب نے بھی ایک موقع پر غالب کے شعر [illegible] کا موازنہ کیا ہے [illegible]

بحمد اللہ آپ کا کلام بہت پختہ ہو گیا۔ آپ سمجھ کر کہتے ہیں، یہ غزل لاجواب ہے لکھنؤ نہ آسکنے کا اور آپ سب کے منتظر رہنے کا افسوس بھی ہے شرمندگی بھی اب جلد آتا ہوں یقیناً دو ہی تین روز میں۔ بلکہ گیا ہوا تو اور پھر قریب آگیا ہے۔ خورشید کو بہت بہت پیار اُس کی ماں کو دعا۔ انجم بہت یاد آتا ہے۔ واقعی تنگدستی بہت بڑی چیز ہے۔ اللہ رحم کرے۔

ریاض

یکم جولائی ۲۱ء

پیارے سفدر!

کارڈ آیا۔ خوب غزل ہے۔ خدا نے چاہا تو مشاعرے میں تم ہی تم ہو گے۔ ماشاء اللہ چشم بد دور تمھارے دل و دماغ سے جو بات نکلتی ہے وہ دل ہی میں رکھنے کے قابل ہوتی ہے انشاء اللہ یہ شعر؎

ذبح کے وقت رکا بھی خنجر

یہ نہ پوچھا تری حسرت کیا ہے

حاصل مشاعرہ ہوگا۔ اس مصرع کو

"مے ہو سبزہ ہو مرا ساقی ہو"

یوں بنا دو۔ ع مے ہو سبزہ ہو گھٹا ہو تم ہو

دوسرا مصرع۔ اس سے بڑھ کر مجھے جنت کیا ہے

یا یونہی رہنے دو۔

جوتا پسند آیا۔ خدا کرے پاؤں کو آرام دے۔ روپیہ کیوں وضع کر لیا۔
مجی بہادر پرشاد کہتے تھے کہ وہ آئندہ مشاعرہ نہ کریں گے نہ کسی مشاعرے میں شریک

ہون گے، نہ وہ یہ شغل رکھینگے۔ کیا وہ کچھ آپ سے بھی گران خاطر ہوگئے ہین۔ ادہر عرصہ سے ان کا کوئی خط نہین آیا۔ مجھے اُن سے دلی تعلق ہے، مین کچھ سمجھا نہین۔ آپ کی نوکری کا کیا حشر ہوا۔ خورشید کو دعا۔

ریاض

۲۴-اگست ۱۹۱۹ء

صفدر صاحب!

پوری غزل مرصع ہے۔ جن اشعار پر تین تین صاد ہین اُن کا تو جواب ہی نہین، آج شنبہ کو یہ خط ڈاک مین روانہ کیا جاتا ہے۔ کل یکشنبہ کو انشاء اللہ پہنچ جائے گا۔ بھوپال درستی سے بھیجا کیجئے۔ محوی صاحب کا مضمون واپس بھیجتا ہون گلچین نمبر ۹۸ و ۹۹ و ۱۰۰ ابھی طبع پڑے ہوے ہین مالی دشواریون نے ہر طرح دقت پیدا کی ہے۔ دیکھون کب گلچین نکلتا ہے۔ مایوسی بڑھتی جاتی ہے۔ باخاطر ناخواستہ مضمون واپس بھیجتا ہون۔ مہینون طبع کے انتظار مین پڑا رہے کیا فائدہ۔ ذوالقرنین بدایون مین دو مضمون ادو خلاف نکلے ہین۔ نصیر نے جالب کی خدمت مین گستاخیان کی ہین۔ آپ جالب صاحب سے ملین تو کہدین کہ ایک حرف بھی اس بحث کے متعلق ہمدم مین نہ شائع کیجئے۔ ایسی ذلیل بحثین ہمدم کے شایان شان نہین نیز آپ کے لئے بھی۔ بزم خیال کے لئے شعر اس وقت تو یاد نہین آیا۔ دوسرے خط مین بھیجون گا۔ دونون شعر جو آپ نے لکھے مشرق کیلئے اچھے ہین۔ چاہئے شائع کر دیجئے۔

سید ریاض احمد۔ ۱۱-نومبر ۱۹۱۸ء

نوٹ

جن اشعار پر تین تین صاد حضرت نے کئے ہین غالباً اُن شعرون کے دیکھنے کا اشتیاق

ناظرین کو ضرور ہوگا اس لئے میں ان اشعار کو ذیل میں لکھ کر اہل بصیرت سے داد کا خواہاں

ہوں۔ مؤلف۔

ادھم آخر ہوا میں چارہ گر تصویر بالین سے — کہ پیش نظر یہاں اک ساعت شغل بے تابی کی

ادب آموز ہو اسکے لئے ہر فتنہ محفل کا — قیامت اٹھ کے زیر میں کہا کرتی ہے ...

سنا ہے بزم میں آج اک تماشا ہو قیامت کا — محبت حسن لیلیٰ پردہ اٹھا ہے ...

صفدر

صفدر صاحب!

شاعرے کے متعلق ابھی تک آپ کا خط نہیں آیا۔ ...

واپس بھیجتا ہوں۔

گریباں والا مطلع شعر ہو گیا۔ دونوں قافیے اچھے ...

کس قدر بلند ہو گیا ہے

یہاں کی خاک خون بے گنہ کا رنگ لاتی ہے

ذرا دامن بچا کر آیئے گا تربت شہیدان سے

زندان والا شعر خارج کر دیا گیا۔ طوفان میں ... کا شعر تھا۔ ...

ردیف کمزور ہے "کا" کا پہلو غالب اور سب اشعار اچھے ہیں۔

میں نے آپ کو سندیلے کے مشاعرے کی طرح پر ایک شعر اور دیا تھا جسے آپ ...

پڑھا۔ پڑھنے کی تعریف یہ تھی کہ اس لطف کے ساتھ پڑھا ...

رنگ کے بدلے غبار قیس سے اس ... بکھرا

خاک اڑتی ہے مری وحشت زدہ تصویر سے

ردیف "سکے" اس شعر میں "سے" ردیف ہوگئی ہے۔ میں بدخط ہوں میرا خط پڑھ لینا آپ ہی کا کام ہے۔ دوسرا مصرع یوں ہے۔

خاک اُڑتے ہیں مری وحشت زدہ تصویر کے

یہ شعر تو آپ کو پسند ہی ہوگا۔ کوئی شعر اور سنا دوں۔ اس امید پر شعر سناتا ہوں کہ خوش ہوکر جلد غزلیں بھجوائیے گا۔

سنتے تو دیکھی نہیں شیخ درازدستی [illegible]
شیخ صاحب [illegible]

آگ لگا دی بہار نے۔ جلد غزل بھیجئے۔

ریاض احمد خیرآباد

[illegible]- جون ۱۹۱۴ء

[illegible] حسیبا!

[illegible] بالکل بھول گیا تھا۔ آج ہی غزل روانہ کرتا ہوں۔ آپ نے پہلے خط میں اپنی پریشانی کا ذکر کر کے مجھے بھی پریشان کیا۔ [illegible] کام [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] آپ نے جو [illegible] کو ردیف بنایا [illegible] شعر [illegible] صاحب نے بہت پسند کیا۔

اُڑا لیں آنکھ [illegible] سے کیا یہ ڈرتے ہیں
اُبھر نہ آئے کہیں [illegible] جدائی کی

[illegible] صاحب کی غزل بھیجتے وقت [illegible] لکھنا بھول گیا۔ آپ

آپ کے ذریعے سے ہی "کپ" والا جس کا حصہ ہو مجھے شعر لکھ بھیجے گا کہ میں بھی غزل پوری کر دوں۔ پرسوں واقف آئے تھے وہ یہ کہتے تھے کہ اس زمین میں رشید کی غزل تر چھپی نظر میں ابھی شائع ہوئی ہے۔ جوانی کا قافیہ اچھا ہے۔ مجھے بھی وہ غزل بھیج دیجیے۔ شوق کو سلام شوق

ریاض

خیرآباد۔ ۲۶ جنوری ۱۹۲۱ء

پیارے صفدر!

کل ہی کارڈ ملا۔ دونوں دیوان کے متعلق جلد تعمیل ہوگی۔ قطعہ تاریخ کے مصرع آخر میں ۱۳۴۷ اعداد آتے ہیں پورے عدد بھی آئیں تو "اے عید منانے والے کے ساتھ تم سلامت رہو" بہت بُرا۔ تاریخ کی ضرورت ہی کیا ہے۔ یہ پہلا ہی قطعہ رہنے دیجیے۔

عید ملکر تری یاد آتی ہے صدقے تیرے — او تصور میں گلے مجھکو لگانے والے
عید کی طرح مبارک ہو تجھے یاد مری — تو سلامت رہے او عید منانے والے

ایک وہ ہیں جو سمجھیں یہ کارڈ جائیں گے۔ ایک ہم ہیں جو کل صبح عید کو یہ کہتے نکلیں گے۔

خدا شرمائے لمبی داڑھیوں کو
چلا ہوں عید ملنے اہل دیں سے

آسمان پیر سے زیادہ آپ کو تصویر والا شعر پسند آیا۔ بعد رمضان اور شعر آپکو بھیجوں گا مگر ایک شعر اس وقت روزے اور عید کے چرچے سے موزوں ہو گیا ہے

عید ملنے آئے ہیں کچھ روزہ دار ماہ صوم
بولیں لاشہد کی ساقی سبو کچھ شیر کے

ہاں جب یہ کارڈ پائیے سب سے پہلے مجھے نام ان شعراء کے لکھ بھیجیے مع پتے کے جنکے نام گلچین

بھیجنا مناسب ہو آپ ضرور ایسے شعرائے لکھنؤ کو گلچین دیجئے قیمت وہ دیں یا نہ دیں پڑھ دینے سے نہ دینا اچھا۔ یہ بہت ہے کہ وہ فکر طرح گلچین پر فرمائیں اور کلام دیں۔ اپریل مئی کا نمبر یہ دونوں روانہ ہوگا۔ جون جولائی کا چھپنا بھی شروع ہو گیا۔ عید بعد وہ بھی پہنچ جائے گا۔ ایسا اگست سے بترتیب ماہوار گلچین نکلنے لگے گا۔ اگست میں یہ طرح ہوگی۔ ع

اس مرتبہ تو آگ لگا دی بہار نے

بہت زبردست مشاعرہ عید کی صبح یا بعد عید کیجئے۔ عمدہ کلام تمام شعرائے لکھنؤ کا حاصل کیجئے واقف کرتے تھے کہ کوئی صاحب فانی بدایونی ہیں لکھنؤ آئے ہوئے ہیں لکھنؤ والے انہیں استاد مانتے ہیں۔ فارسی کی ترکیب تراشیدہ خوشنما الفاظ کے ساتھ دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ یہ بھی کہتے تھے کہ پچھلے مشاعرے میں ان کی غزل نہایت کامیاب رہی۔ ایک دو شعر بھی انکے سنائے یہ شعر مجھے بہت پسند آیا ؎

کیا خوشنما ہے کہ وحشت میں ہوا سے صحرا چلوں
لوٹتے ہیں پاؤں پر حلقے مری زنجیر کے

یہ مقطع بھی خوب ہے ؎

دیکھ لے فانی تری تدبیر کی میت نہ ہو
اک جنازہ جا رہا ہے دوش پر تقدیر کے

آپ جب مشاعرہ کریں تو ان کو بھی شرکت کے لئے مجبور کیجئے۔ لکھنؤ میں آپ کا اثر ایسا نہیں کہ وہ انکار کر سکیں بہرحال پوری کوشش کیجئے کہ طرح گلچین پر یہ مشاعرہ ہو۔ اس سلسلہ [illegible] بھی آپکے بے تکلف دوست ہیں انکو بھی لکھئے [illegible] نہایت مہربان دوست کے خواہش مند ہیں۔ میں انکو کیوں لکھوں آپ ہی کا لکھنا کافی ہے۔ ریاض

عزیزی!

کارڈ آیا۔ خوشی ہوئی۔ میں بحمداللہ آج اس قابل ہوں کہ آپ کے کارڈ کا فوراً جواب دوں۔ ضرور میرے نام آرزو صاحب کا خط آیا تھا۔ میں اس قدر پریشان تھا کہ جواب نہ دے سکا۔ انکی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکی طرف سے پیہم حملے ہوئے۔ میرے نزدیک کسیکا قصور ہو صلح و آشتی عمدہ چیز ہے۔ آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید درمیان دے کر میل ہوگیا۔ الحمدللہ اس سے بہتر کیا ہے۔ آپ پر کوئی حملہ کرے یا آپ کسی پر ہزار برائیاں کی جائیں۔ خلاف کوشش کیجائے۔ اگر کلام اچھا ہے تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ آپ تو لکھنؤ میں ہر دلعزیز شخص تھے۔ دوست و دشمن سب سے انکسار کا برتاؤ۔ یہی طریق عمل ہمیشہ رہنا چاہیئے۔ غلطی انسان سے سرزد ہوتی ہے۔ آپ ہمیشہ اپنا یہ وطیرہ رکھیئے کہ غلطی معلوم ہونے پر کبھی غلط تاویلات سے کام نہ لیجیئے۔ فوراً تسلیم کر لیجیئے۔ اگر غلطی آپ کے نزدیک نہیں ہے تو احباب سے تحقیق کیجیئے مجھے پہلے معلوم ہوا تھا کہ آپ کے اس مصرع میں

مرے زخمِ جگر نے نوک کھو دی تیرے نشتر کی

ذم کا پہلو بیان کیا جاتا ہے۔ میں نے لکھا ذم کا پہلو نہیں ہے۔ اب آرزو صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ نوک کی لینا محاورہ ہے۔ نوک کھو لینا محاورہ نہیں ہے۔ آپ جاوید، عشرت، انجم جو آپ کے بے تکلف احباب ہیں تحقیق کیجیئے۔ اگر یہ محاورہ نہ ہو تو مجھے بھی اطلاع دیجیئے۔ آرزو صاحب یا کسی شخص کا جواب نہ دینا تہذیب کے خلاف ہے۔ اسلیئے میں اسی وقت آرزو صاحب کو بھی جواب بھیجتا ہوں اور تاکید کرتا ہوں کہ آپ سے اپنی طبیعت صاف رکھیں اور ہمیشہ دوستانہ برتاؤ رہے۔

ریاض

خیرآباد ۴ مارچ ۱۹۱۸ع

صفدر صاحب!

آپ نے اور عارف صاحب نے اس مطلع کی بے انتہا داد دی ؎

آخر کہیں بنائیں زمیں پر بنائیں گے
ٹوٹے گا آسمان جہاں گھر بنائیں گے

آپ نے مطلع کی تعریف اس طرح دل سے کی بے اختیار جی چاہتا ہے کہ کوئی شعر آپ کو اور لکھ بھیجوں شرط یہ ہے کہ وہ تعریف کے قابل نہ ہو تو بھی آپ اسی طرح تعریف کریں سُنئے

نسخہ بیاض ساقی کوثر سے مل گیا
گھر بیٹھے اب تو بادۂ کوثر بنائیں گے

میں مشاعرہ کا کوئی اچھا شعر سننا چاہتا تھا اگر آپ نے نہیں لکھا کوئی شعر اچھا زبان پر ہو تو آپ ضرور لکھئے ؎

ہماری طرح کسی کو یہ کیا اُجاڑے گا
فلک کو دیکھ کے ہم اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

شعر صاف ہے میں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ گلچیں کن شعرا کو بلا قیمت دیا جائے آپ نے اس کا جواب نہیں دیا۔ جاوید۔ انجم حسرت۔ یہ حضرات تو خاص ملنے والوں ہی میں ہیں اور میرے خیال میں زیادہ فارغ البال بھی نہیں۔ آپ کی رائے ہو تو انہیں گلچیں ضرور دیا جائے۔ اور کہہ دیا جائے کہ ہدیتہً ہے۔

ریاض احمد

خیرآباد۔ ۲۷ مئی ۱۹۱۹ء

عزیزی مستفاد!

آپ نے جس دلسوزی و ہمدردی کا اظہار میرے ساتھ کیا کبھی اس کی شکرگزاری سے
عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ مفخم صاحب نے بھی بے وجہ خریدہ اور شوق صاحب نے درم
خریدہ بنا لیا۔ روح تو داغ رہا لیکن دیتا ہوں خدا دعا میں اثر دے اور مجھے اس قابل کرے
کہ آپ سب کی خدمت [illegible] کامیاب ہوتا مقدورات سے ہے مگر آپ سب کے
[illegible] کوئی عزیز دوست نہیں کر سکتا۔ میں دوسرے
دن [illegible] پر رکھا۔ ۱۳ کو بلایا ہے آؤں گا اور ایسے
ملوں گا [illegible] آپ حیدرآباد کا [illegible] عزم کیجیے یا چند روز کے بعد
فیصلہ مقدمہ [illegible] شوق صاحب سے ملا گرچہ مختصر سبب کی
نشست کا لطف [illegible] زندہ صحبت باقی۔

ہم [illegible] کہ خدا رکھتے تھے

ریاض خیرآبادی

۲۹۔ جولائی ۱۹۱۹ء

پیارے مستفاد!

۱۹۔ اگست کا کارڈ [illegible] وقت ملا جب میں کل اپنے بچے کو دفن کر کے گورستان
سے آ رہا تھا۔ [illegible] جواب نہ دے سکا۔

ایسا ہنگامہ ہے موقوف گھر کی رونق
نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

[illegible] کارڈ ملا [illegible]

میں خود عازم و مستعد تھا مگر اُسی روز میرے گھر میں شدید لرزہ آیا لرزے کے بعد شدید بخار رہا اُسی دن شام کو نوزائیدہ بچہ مبتلائے اُم الصبیان ہوا اتوار کو بے دانہ و آب تمام دن دوا تعویذ ٹوٹکوں میں گزرا بالآخر شب کے آخر حصے میں اس کا انتقال ہوا کل دفن سے فراغت ہوئی۔ لاکھ لاکھ شکر ہے ذریعۂ بخشش ہاتھ آیا۔ خدا میری طرح اُس کی ماں کو بھی صبر دے اور اچھا کر دے آج شب میں بھی اُسے لرزہ آیا بخار کم ہو گیا ہے۔ ان مصائب نے مجھ کو بہت شرمندہ کیا۔ اور تم سے زیادہ جناب عارف سے۔ افسوس کس قدر تم کو تکلیف ہوئی اسٹیشن پر آنا جانا میرے انتظار میں سرگرداں رہنا۔ عارف صاحب کا بے وجہ پریشان ہونا۔ امید ہے تم مجھے معاف کرو گے۔ مصائب دنیا میں صرف اولاد کا غم مجھے نہیں ہوا تھا۔ الحمد للہ وہ بھی پورا ہو گیا۔ اب اللہ میرے دونوں بچوں اور ان کی ماں کو صحیح و تندرست رکھے۔

آپ بطور خود جناب جلیل سے دریافت کیجیے گا کہ آپ کا لکھا ہوا کافی ہے مگر فارسی یا اردو کے مستند کلام سے اگر دلکشی کے استعمال کی مثال مل جائے تو بہت اچھا۔ اور بطور خود بھی مزید دریافت سے کام لیجیے۔ خواجہ عزیز الدین صاحب مرحوم کی تحقیق سے زیادہ ہو سکتا تھا اگر اب وہ یہاں۔ لکھنؤ میں اور حضرات سے دریافت کیجیے جو فارسی میں اہل زبان کا دعویٰ رکھتے ہوں۔ میں غالباً چار پانچ روز میں آؤں گا۔ عارف صاحب کو بھی معذرت لکھ دی ہے۔

ریاض احمد خیرآباد

۲۲ اگست ۱۹۱۲ء

عزیزی صفدر صاحب!

خدا کرے آپ کی تکلیف کم ہو گئی ہو اور صحت ترقی کر رہی ہو۔ آپ کا کارڈ ملا تفصیلی کیفیت معلوم ہوئی۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ میں لکھنؤ میں آپ کے دیکھنے کو نہ آ سکا۔ بار بار تہیہ

مگر نہ پہنچ سکا۔ منصرم صاحب پر آپ کی بیماری کا بہت اثر ہے۔ بار بار آپکا ذکر کرتے تھے۔ مولانا حبیب اللہ صاحب کا شکر گزار ہوں کہ کارڈ لکھا۔ لکھنؤ میں ملیح سے بھی نہ مل سکا نہ چودھری شفیق الزمان کی خدمت میں حاضر ہو سکا منصرم صاحب کے ساتھ جالب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ آپ کی غزل کا انہوں نے ذکر فرمایا اور کہا سب سے بہتر شعر صفدر صاحب کے تھے۔ میری غزل اس زمین میں ہے مگر تلاش سے نہیں ملی عطر فتنہ [illegible] کی برائے خدا جلد جلد اپنی خیر و عافیت سے مطلع فرمائیے۔ میں جلد حاضر ہوں گا۔ عزیز رشید کو بہت پیار۔ اُس کی ماں کو بہت بہت دعا۔

ابھی تک تجھ کو نہیں مل سکی تو دکھلا کو کہاں کر [illegible] لی جاتی خیال ہے دل [illegible] ٹوٹ پھوٹ رہی ہیں اگر [illegible] آج [illegible] صاحب الوٰلہ کے میکدہ [illegible] ساقی بہت خوشی ہوئی [illegible] اچھے لوگ ہیں۔

[illegible] ۲۶ [illegible] آباد

[illegible] نومبر ۱۹۲۱ء

عزیزی صفدر صاحب!

اس وقت خط ملا۔ ارتضیٰ خان صاحب کے مشاعرے کی غزل اچھی ہے مقطع تک سب دیکھ لیا۔ اور غزلیں ابھی نہیں دیکھیں۔ دماغ کمزور۔ افکار زیادہ۔ وقت نہیں ملتا۔ اس زمین میں تمہارا یہ مطلع بہت بلند ہے ؎

پُر پرواز ہے ہر موج مے ساقی کے کوثر کی
چھلکتے ہی جام سے اُڑ کر چلی میرے مقدر کی

میری شامت کہ میں نے بھی فکر کی مگر نہ ہو سکا۔ مندرجہ ذیل شعر بھی بہت بے تکلف ہے ؎

کسی کافر کی شوخی جھوٹ سچ کھلنے نہیں دیتی
کیا جب وعدہ دشمن سے قسم کھائی مرے سر کی

نظم کو نثر کا وہ دلفریب جامہ پہنایا ہے کہ حسینان معانی بھی رخ زیبا سے نقاب اٹھائے ہوئے عروس سخن کی بے تکلف بلائیں لے رہے ہیں۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

جن لوگوں سے تم سے رنج ہو گو وہ حاسد ہیں مگر تم اپنا طریقہ اُن سے بدل دو، ٹوٹ کر ملو، اور رواداری کا جبر اپنی طبیعت پر گوارا کرو۔ اسکے خلاف نہ ہو۔ انکی لطف و آدن تو تمھارے خلاف کیسی کو نہ پاؤں۔

ریاض

خیر آباد۔ ۲۷۔ جولائی ۱۹۱۸ء

صفدر صاحب!

غزل خوب ہے۔ دیکھ کر واپس ہے

شباب فتنہ بنکر اب شباب جادواں آئے | پلٹ کر دیکھتے مجکو مری عمر رواں آئے
فلک پیدا زمین کے جا زمین پر آسماں آئے | جو مجکو بلبل نالاں مری طرز فغاں آئے

یہ دونوں مطلع خوب ہیں۔

نہ گلشن کی زباں آئے نہ صحرا کی زباں آئے

مصرع اولیٰ زیادہ چست ہو جائے تو خوب ہے۔ اور اشعار بھی مزے کے ہیں۔ خصوصا یہ دونوں شعر

بلے قاتل بنے ہو اسکو بھی مقتل سمجھتے ہو
یہ محشر ہے یہاں تلوار لیکر تم کہاں آئے

لئے جاتا تو ہو صیاد مجکو ذبح کرنے کو | ٹھہر جانا جہاں رستے میں میرا آشیاں آئے

آخری شعر عبرت انگیز ہی نہیں بلکہ حسرت و یاس کا ایک درد انگیز نمونہ ہے۔ جب تک ممکن ہو گومتی میں نباہے جائیے۔ ہاں صحت خراب ہو تو پھر چلے آئیے۔ میں بہت پریشان ہوں مسالہ بس۔ دوسرا صحیح اُردو رباعی میں نے جواباً لکھ بھیجا ہے ؎

تھیں بنات النعش گردوں دن کو پردے میں نہاں
شب کو ان کے جی میں کیا آیا کہ عریاں ہو گئیں

شاعر تاروں کے کھلنے کی کیفیت بیان کرتا ہے۔ اور اسکو عریاں ہو جانے سے تعبیر کیا ہے بنات النعش اتر کی سمت سات ستارے ہیں۔ چار ستارے انہیں سے جنازہ ہیں اور تین جنازے کے اٹھانے والے ہیں۔ دیکھو بدر چاچ نے بھی اس نظارہ میں ترجم کیا ہے ؎

در سیاست گاہ قہرش بر فضائے کائنات
قطب را دائم جنازہ بر سرِ دختر است

ریاض

خیرآباد ۲۷ جولائی سنہ ۱۹۲۱ء

مولوی محمد انعام اللہ خاں صاحب عارف کے نام

حضورِ اقدس تسلیم!

کیونکر وقت گزر رہا ہے کیا عرض کروں ہر حالت میں شکر ہے۔ نوازش نامہ آیا۔ کچھ شک نہیں کہ روزِ عید سے مجھ زار کا انتظار ہلالِ عید کی طرح ہو گا۔ مگر اپنی کاہیدگی کیا عرض کروں۔ کوشش سے بھی نمایاں ہو جانا محال معلوم ہوتا ہے۔ کوئی وقت ایسا نہیں کہ آپ کی یاد نہ ہو، آپ کے بچوں کی یاد نہ ہو۔ گھر میں کی یاد نہ ہو۔ ہر مرتبہ یاد کے ساتھ دعائیں

نکلتی ہین مگر بے اثر دعائین جن کا اثر میری شومیٔ قسمت سے کچھ نہین ہوتا۔

عید کے بعد مین نے سخت مجبوریون سے نہایت دلگرفتگی کے بعد اپنے چاند انجم کو گورکھپور بھیجدیا کہ وسیم صاحب کا فیض صحبت اور تعلیم حاصل کرین۔ مین یہان اپنے افلاس کی وجہ سے کچھ انتظام اُس کی تعلیم و تربیت کا نہین کرسکتا تھا۔ بہت زیادہ توقع سرکار دو تعلدار سے تھی مگر کاسۂ تقدیر کی کم ظرفی بحر ہمکنار سے کیونکر زیادہ لے سکتی ہے۔ سرکار کی طرف سے یہ پرورش کیا کم ہے کہ دونون وقت پیٹ بھر کر کھاتا ہون۔ اور دن رات دعائین دیتا ہون یہ مستزاد برآن کہ اللہ نے آپ سے محبت والے کو مجھ بے آس کا ذریعہ بنایا ہے۔ آپ کی ہر چیز کو اپنی چیز سمجھتا ہون اور خوش رہتا ہون۔ آپ کو دیکھ کر سب فکرین دور ہو جاتی ہین انشاء اللہ اگلی اتوار کو ضرور شرف ملازمت حاصل کرونگا۔ آپ کے اس مطلع نے کئی دن مجھے بیچین رکھا ؎

وہ راہِ عشق تھی رہبر جنون فتنہ ساماں تھا
بیاباں جس کا ہر ذرہ تھا ذرہ مین بیاباں تھا

سبحان اللہ اس مطلع کا ایک ایک لفظ تیر و نشتر ہے عشق کا فلسفہ اور اس حسن سے آپ ہی کا حصہ ہے۔

افسوس کہ آپکو کچھ چاہتا ہون بلکہ سب کچھ چاہتا ہون مگر کچھ نہین کہہ سکتا۔ کاہل تو کیا ہون اندرونی طاقت جو زبون ہو چکی ہے۔

خادم

ریاض

[illegible] ۲۱ جون ۱۹۱۲ء

چودھری رحیم علی صاحب بی اے کے نام

مکرمی تسلیم!

دونون کارڈ ملے۔ مین شرمندہ ہون کہ آپ مجھ سے خدمت لین تو مین معاوضہ چاہون اور طلب معاوضہ پر آپ رعایت چاہین اور مین تعمیل نہ کر سکون۔ بہرحال مین کوشش کرونگا کہ امکانی رعایت آپ کے کام مین ہو لیکن اسکے متعلق پرچہ تیار ہونے پر عرض کرون گا کسقدر کمی ہوسکیگی۔ اُمید ہے کہ آپ مجھے معاف فرمائین گے۔ اور کارلایقہ سے برابر یاد فرماتے رہین گے۔ خدا کرے میری نیازمندی اتنی ترقی کرے کہ آپ اس پریس کو اپنا پریس اور گلچین کو اپنا پرچہ اور مجھے اپنا خادم سمجھین۔

سید ریاض احمد از خیرآباد

۱۲ ستمبر ۱۹۱۷ء

نواب محمد احسان اللہ خان صاحب احسان بہادر گڈھوی کے نام

حضور عالی!

عتاب نامہ یا عنایت نامہ باعث عزت ہوا کئی روز ہوئے مین نے جناب کی غزل کسیقدر ترمیم و اصلاح کے بعد واپس کی میرے خیال مین ہر شعر انتخاب ہے ممکن ہے میرا خط آپ کے روانگی خط سے بعد پہنچا ہو بہرحال بہزار دقت غزل تلاش کرکے مکرر بھیجتا ہون۔ مجھ سے خدا کرے آپ کبھی خفا نہ ہون گو مجھ سے کتنی خطائین سرزد ہون۔ مین بھی اس وقت آپ کی خدمت مین بلا قصد روانہ ہو رہا ہون آنے کی شرم اب آپ کے ہاتھ ہے للہ مجھے

فوراً واپس کیجیئے گا شرکت مشاعرہ سے معاف رکھیئے گا۔ ہر قسم کا تکلف وبال جان ہوگا کام ہو جائے یہی سب کچھ ہے۔ ٹکٹ محفوظ رکھا ہے، لفافہ نہیں۔ مجھے خیال ہے کہ آپ کارڈ بھیجنا ناپسند کرتے ہیں معاف کیجئے۔

ریاض۔ خیرآباد

حضور اقدس!

کارڈ ملا۔ یہ عجیب مصیبت ہے کہ خط تلف ہو جاتا ہے۔ غزل مشاعرہ سے دس روز پہلے بھیجی گئی۔ اب اگر پہنچی بھی تو کیا۔ چار روز مسودہ ڈھونڈتے گذر گئے۔ خدا خدا کر کے جنتری میں لکھا ہوا مسودہ ملا۔ آپ صاف لکھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ صاف کر کے بھیجتا ہوں میرے خیال میں غزل لاجواب ہے۔ بعض شعر تو حصہ ہو گئے ہیں۔ ع

اللہ کرے حسن رقم اور زیادہ

مولانا کس حال میں ہیں۔ کچھ معلوم نہیں۔ ندیم صاحب خیرآباد آئے تھے۔ پریشانیاں بیان کرتے تھے۔ برسات قریب۔ مکان کی چھتیں مخدوش۔ کچھ حصہ نیوایا۔ اور زیادہ زیر بار ہوا آپ کے لئے دعائیں مانگتا ہوں مگر اثر مفقود۔ کیا کیا خواب دیکھے تھے مگر تعبیریں الٹی ہوئیں۔ میرے لئے جب صابن بھیجیئے تو ایک چھری باورچیخانے کے لئے پانچ چھ آنے کی اور ایک قلمتراش روپیہ سوا روپیہ کا۔ جی چاہے اور جب موقع ملے بھجوا دیجیئے گا۔ انجم تسلیم کہتا ہے۔ اسکی بہنوں کے چیچک نکلی تھی اب سب اچھے ہیں۔

ریاض

۳۔ جون ۱۹۲۳ء

عالی جناب تسلیم!

نوازش نامہ سے جو روحانی شادمانی حاصل ہوئی عرض نہیں کر سکتا۔ ایسی مسرت عمر میں شاید چند بار حاصل ہوئی ہو۔ آپ کی یاد ہر مرتبہ میرے سینہ پر غم کی ایک نئی سِل رکھ دیا کرتی تھی۔ آپ نے میری خطاؤں سے چشم پوشی کی اور وہی الطاف و اخلاق روا رکھے جن کا مجھے آپ نے خوگر بنا رکھا تھا۔ آپ اپنے احسانوں کو اگر اپنی خطا سمجھتے ہیں تو میں معاف کرتا ہوں ورنہ میں خطا کا آپ کی نسبت گمان بھی نہیں کر سکتا۔ جو الفاظ آپ کو لکھے گئے آپ نے متاثر ہو کر صحیح اور ضروری جواب لکھ دیا۔ اس میں اگر کوئی سخت بات میں اپنے لئے سمجھا وہ یہی تھی کہ آپ نے آئندہ تعلقات منقطع کر دیئے تھے۔ یہ وہ سزا تھی جس نے مجھے بسمل کر دیا تھا۔ آپ ہوں یا جناب مکرم صاحب یا مولانا سبحان اللہ خان صاحب میرے تینوں صاحب محسن ہیں۔ یہ میری نسبت کیسے ہی سخت الفاظ استعمال کریں۔ برے برتاؤ سے پیش آئیں ان کا ہر فعل مجھے محبوب۔ ان کی جوتیوں کی خاک بننا میرے لئے فخر۔ جو شکر گزاری سے کبھی عہدہ برآ نہ ہو سکتا ہو۔ وہ حرف شکایت کیا زبان پر لائے گا۔ آپ کے الزامی الفاظ یا محبت سے بھرے ہوئے الفاظ دونوں میرے لئے ایک ہی درجہ رکھتے ہیں۔ میں خود کو خطاوار سمجھتا ہوں اور اس کا مقر ہوں کوئی محسن جب خطا کا مجرم ٹھہرائے تو خطا کی تردید و صفائی بھی میرے لئے گناہ عظیم ہے۔ اب خدا کرے آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں۔

آپ نے اپنی نسبت جو الفاظ تحریر فرمائے۔ حرف حرف نے میرے دل پر نشتر کا کام کیا۔ خدا کرے آپ کے دل سے بار آلام کم ہو گیا ہو۔ اللہ آپ کو فائز المرام کرے اور اطمینان کلی نصیب ہو۔ کوئی شغل اپنے لئے ضرور پیدا کیجئے دونوں مجوزہ امور یعنی چھاؤنی میرٹھ کی ٹھیکہ [illegible] سلسلہ جنبانی سب سے پہلے بہت زیادہ توجہ کے قابل تھے۔ مگر آپ [illegible]

حرف آلام ہو گئے اور کوئی توجہ مجوزہ امور کی نسبت نہ ہو سکی۔ ساتھ ہی بچے کی شادی کے انتظامات نے بھی آپکو مصروف کار رکھا ہوگا۔

میں گو دور ہوں مگر مجھے ہر وقت اپنے ساتھ سمجھیے۔ آغا علی پریشانی کی حالت میں پھر گورکھپور گئے ہیں۔ اس عرصہ میں تازہ واقعہ یہ پیش آیا کہ انکی کسی خط پر جو واقعی خطا تھی یعنی ایسے محسن کی کسی بات کا جواب ایسے لب و لہجہ میں دینا جس سے گستاخی ٹپکتی ہو سخت لحاظ کے قابل ہے منصور صاحب نے قطعاً انکی آمد و رفت اور صاحب سلامت بند کر دی مجھے بھی انکے ساتھ یہی برتاؤ لازم تھا۔ رشتہ نازک۔ جب میں انکی بی بی یعنی اپنی بچی کا خیال کرتا ہوں تو مجبور ہو جاتا ہوں ممکن ہے منصور صاحب بھی کسی وقت معاف کر دیں۔ مولانا کا کوئی خط نہیں آیا پہلے بھی یہی حال تھا۔ حکیم صاحب بہ تقریب [illegible] آئے ہیں۔ معلوم ہوا ترک صاحبوں کا مقدمہ ختم ہو گیا۔ دونوں صاحب بدستور مولانا کے مہمان ہیں وکیل صاحب کا دور خوب ترقی پر ہے۔ [illegible]

[illegible]

میرے نام دو تین [illegible] لیے آستانہ کے دیوان [illegible] طالب کی تھی [illegible] ایک ہفتہ سے ایسی شدید [illegible] کہ ہر وقت موت کا سامنا تھا [illegible] اور [illegible] اللہ نے جان کی خیر رکھی۔ آج [illegible] صاحب ترکی [illegible] سے مسلمانوں کا دل باغ باغ ہے۔ آج [illegible] کی خبر آئی ہے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے [illegible] اسی کا کرم ہے [illegible] اس قابل کہاں تھی کہ بر دست [illegible] دشمنوں کو نیچا دکھاتے۔ [illegible]

سب اعزا و احباب کو سلام کہیے۔ دعاگو۔ ریاض خیرآبادی [illegible]

جناب من تسلیم!

غزل واپس ہے یہ زمین تخلص کا بار نہیں اٹھا سکتی تخلص تبدیل کیجئے یا ایسی زمینوں سے حذر کیجئے میں نے مضمون خط صاف کر کے فوراً اپنے خط کے ساتھ روانہ کر دیا کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا ضروری معاملہ ایسا اہم کام کاغذات اور قلیل تعداد مصارف کی بنا پر کیوں رکا۔ آغا علی صاحب کے نام بھی کارڈ آپ کا آیا۔ مگر وہ منصرم صاحب کے کام سے جھانسی گئے ہوئے ہیں آج یا کل آجائیں گے۔ براہ راست تار دیجئے۔ معاملہ تیاری کاغذات فوراً لیجئے اور پانچ سو روپیہ بھی۔ دو ہفتہ سے منصرم صاحب کا کوئی خط نہیں آیا۔ آپ نے کسی خط میں نہ لکھا کہ حصہ زائد آپ کے پہونچے اگر آپ صاف نہ لکھیں گے تو وہ روپیہ یوں ہی پہنچیں گے۔ امید تسلیم ایمان ہے۔

دعاگو۔ ریاض

۲۰ رمضان سنہ

حضور اقدس تسلیم!

میں ۹۔ محرم کو وقت شب گورکھپور واپس آیا جناب کا نوازش نامہ رکھا ہوا ملا۔ حرف حرف کا مجھ پر اثر ہے میں تو زر خریدہ بندہ پہلے ہی سے تھا۔ نیز درم ناخریدہ بھی۔ الغرض میری دعائیں آپ کے لئے قبول فرمائے۔ نماز پنجگانہ کے بعد دعا کے واسطے ہاتھ اٹھتے ہیں۔ افسوس الیکشن کے دن مولانا کو سخت ناکامی ہوئی۔ قومی اسپیکر پر ووٹوں کی کثرت مگر برعکس حسب ۲۰ ووٹ مولانا کے اور ۳۷ ووٹ امین خان صاحب کے آئے ورکروں نے دھوکا دیا۔ اور اسی وعدے پر قائم رہے جو امین خان صاحب سے کر چکے تھے اب یا میں خان صاحب پر مقدمہ لڑینگا کیونکہ انکے نام میں غلطی ہے اور قانون انکے خلاف کھتا ہے

بہرحال ابھی کثیر روپیہ اور صرف ہوگا۔ وصل اسی کام کے لئے لکھنؤ مین مقیم ہین مجھے تو یہ پڑی ہے کہ کسی طرح جناب کا روپیہ بچ جائے۔ منصرم صاحب نے بھی لکھنؤ مین چلتے وقت فرمایا تھا کہ ۱۹-۲۰-۲۱-آغا علی کے مقدمہ مین بحث ہے۔ مین پرسون تک روانہ خیرآباد ہو جاؤن گا۔ آج عشرہ منگل کا دن ہے تردداث مین جناب کی پچھلی غزل گم ہوگئی۔ دوسری غزل کو دیکھنے کا بھی موقع نہ ملا۔ انجم آداب گذار ہے۔ والسلام

ریاض احمد گورکھپوری

حضور عالی تسلیم!

نوازش نامہ باعث اعزاز ہوا۔ مین آپ سے بمقام لکھنؤ رخصت ہو کر جب گورکھپور آیا تو والدہ انجم کو سخت کرب مین پایا۔ باعث یہ تھا کہ پانچوین محرم کو اسقاط ہوا اور درد ناقص رہا۔ مین نہین عرض کر سکتا کہ میرا زمانہ کسقدر پریشانی مین گزرا اور گزر رہا ہے کئی بار حالت نازک ہوگئی بار بار اللہ نے فضل کیا۔ علاج ہو رہا ہے۔ اب بفضلہ خطرے کی حالت نہین ہے ذرا اطمینان ہو تو غزلین دیکھ کر واپس کرون۔ بچے اچھے ہین تسلیم رسان ہین۔ وصل صاحب زیادہ تر باہر رہے۔ دو ایک روز کو آئے۔ تو مین نے یاد دہانی کی کہا مجھے خیال ہے۔ زیادہ کیا عرض کرون۔

دعاگو ریاض

۱۸ ستمبر ۲۴ء

جناب قاضی زاہد حسین صاحب نیتنوی کا خط

مؤلف کے نام

الہ آباد ۸- اگست ۱۹۱۰ء

مجکو گلے لگا کے یہ اُن کا سوال تھا
کیوں جی اسی کے واسطے آنا ملال تھا

برسات کا پیارا موسم فلک مینائی پر کالی کالی گھٹائیں ۔ ابر کے ٹکڑے پیل مست کی طرح ادھر سے اُدھر پھر رہے ہیں ۔ موسم برشگال کی روح افزا ہوائیں ۔ ساقی مہوش کی مہربانیاں ، ہارمونیم کی سُریلی دلکش آواز ، آنکھوں کے سامنے کوئی مست ناز ۔ ایسے پُر لطف سماں میں کسی خوش نصیب حُسن پرست سے آپ کوتاہ قلمی کی شکایت کریں تو یقینی بے موقع ہے آپ کے حسن بیان کا ایک زمانہ معترف ہے ، سندیلے کے مشاعرے میں آپ کا مطلع واقعی مطلع آفتاب ہے ، اس کا جواب اب ہو نہیں سکتا ۔ کیا خوب کہا ہے ؎

گیا اب آفتاب حشر کا بھی جلوہ گر ہونا
شب فرقت ہماری ہے یہ کیا جانے سحر ہونا

"یہ کیا جانے سحر ہونا" اس ٹکڑے کی کس زبان سے تعریف کی جائے ۔ ع

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

بزم خیال جس وقت طبع ہو جائے فوراً بھیج دیجئے ۔ میر زاہد حسین صاحب آجکل یہیں ہیں اور سلام نیاز عرض کرتے ہیں ۔ خدا کرے اب آپ بالکل تندرست ہوں اور سرد ہمالیہ کا پورا لطف اُٹھا سکتے ہوں ۔

نیاز مند زاہد

جناب مولانا سید محمد سبحان اللہ خان صاحب رئیس اعظم گورکھپور کا خط

جناب احسان اللہ خان صاحب احسان بہادر گڈھوی کے نام

لکھنؤ۔ پرنس ہوٹل۔ ۲۶ جولائی ۱۹۲۳ء

شکوہ ساز بندہ نواز اسلمک اللہ تعالیٰ۔

سلام سنت اسلام علی صاحب الف الف الصلوٰۃ والسلام

مجھے آپ سے دو شرمندگیاں۔ آپ کو مجھ سے دو شکوے۔ اگرچہ حساب برابر اور جواب برابر کا ہے۔ مگر آخر مذکورہ بالا نتیجہ کدورت ہوں ایسا تو نہ ہونا چاہیئے۔ مجھے شرمندگی کہ آپ سے کام شاید نکلا۔ مجھے شرمندگی کہ رقم واجب الادا اب تک نہ حاضر کرسکا۔ آپ کو شکوہ کہ آپ کی اسکیم میرے فوائد سے لبریز تھی اس کا موقع آپکو نہ دے سکا۔ آپ کو شکوہ کہ قلیل رقم کی عدم ادائگی سے شائبہ بدمعاملگی مترشح ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کیا یہ امور ایک خیر اندیش اور ایک خادم کے درمیان عداوت بنکر زبان زد ہونے کے لائق ہیں۔ دنیا کے سارے قضیئے شکوے۔ ندامتیں۔ سوء ظن یہیں رفع ہوا کرتے ہیں جب دونوں کا جی چاہے گا یہ امور نام کو بھی باقی نہ رہینگے مگر کیا میں اس وقت کچھ آپ سے نہ کہوں اور یہ کہ آپ کچھ زحمت گوارا نہ کرینگے۔ اچھا جائیے کچھ نہیں کہتا جب یہی ہے تو زیادہ سے زیادہ اس مقابلہ میں ہار جاؤنگا۔ احسان اللہ خان ایک نادم خادم یوں ہی سہی سبحان اللہ پر احسان نہ ہوگا تو کیا محبت و اکرام کا خزانہ بھرا جائے گا۔ میں نہیں تو را کی بھی دلی والے جائے گا۔ فرق صرف اتنا ہوگا کہ کلمہ گو کا حق صنم پرست کے حوالے۔ میں نے بخشا میرے خدا نے بخشا۔ اب اور کیا دعا دوں۔ خدایا ایمان

دنیا سے اٹھائے۔ اللہ اللہ خیر سلا۔ وہی خادم نادم

محمد سبحان اللہ

خان بہادر مولوی محمد سعید صاحب انسپکٹر پولیس کے خطوط مؤلف کے نام

مراد آباد ۱۶ فروری ۱۹۱۷ء

پیارے صفدر!

آپ کے کارڈ کے جواب میں دیر ہوئی۔ میں رخصت تہا۔ اب واپسی پر کارڈ ملا۔ مبارکباد کا شکریہ قبول فرمائیے۔ کیوں؟ "تاریخ کا شکریہ قبول ہوا" تاریخ ۱۹۱۷ء اچھی ہے مجھے پسند ہے۔ بہت زیادہ پسند اس وجہ سے ہے کہ اس میں میری تعریف ہے آپ کہینگے کہ جہاں سعید میں آپ کے نزدیک خوبیاں ہیں وہاں حماقت کا جزو بھی ہے اپنی تعریف پر خوش ہوتا ہے۔ بہت زیادہ تاریخ یوں پسند ہے کہ پیارے صفدر نے لکھی ہے۔ دل سے لکھی ہے آپ چاہے کچھ سمجھیں۔ میں خوش ہوں اور اس کو پاس رکھونگا اور یاد رکھوں گا۔ آپ کی چہیتی بیگم کو سلام

آپ کا نیازمند سعید

بریلی ۲۳ دسمبر ۱۹۲۳ء

مکرمی تسلیم!

آپ کا اخبار ایک مرتبہ آیا تہا۔ دوسری مرتبہ نظم نغمۂ سعید وصول ہوئی تھی۔ یہ رسید

بعد مدت پہنچیگی۔ مجھے امید ہے کہ آپ ناراض نہ ہونگے۔ مین کاہل نہین ہون نہ آپ کو بھولا ہون یقین فرمائیے کہ کثرت کار سے بدحواس ہون۔ اب بریلی سے علیگڈھ سٹی تبدیل ہوگیا ہون۔ مُدت سے ملاقات نہین ہوئی آپ بہت یاد آتے ہین۔ بس یہ اطمینان ہے کہ آپ ایک دھندہ مین مصروف ہین بیکار نہین ہین۔ بچہ کہان ہے۔ آپ کے ساتھ مین ہے یا نہین؟ میرے عزیز احمد مختار صاحب نے کوئی کتاب لکھی ہے۔ انکا خط آپ کے پاس آئے گا آپ سے اُمید ہے کہ آپ کوئی تقریظ یا جو وہ چاہین گے آپ لکھدینگے۔ عرصہ سے کوئی غزل نہین سُنی۔ تازہ افکار سے تازگی ہوتی ہے۔ خط علیگڈھ کے پتے سے بھیجیے گا۔

محمد سعید انسپکٹر پولیس

سحر البیان حضرت شوق قدوائی کے خطوط

جناب سید بندہ کاظم صاحب جاوید مرحوم کے نام

موتی مسجد۔ رام پور اسٹیٹ یو۔پی ، نومبر ۱۹۱۷ء

حضرت سید صاحب مکرم بندہ۔ سلام شوق!

آج پانچواں دن ہے منشی امانت رسول عشقی مجھ سے ملے تھے دوسرے دن آنے کا وعدہ کر گئے تھے مگر نہین آئے۔ خدا جانے رام پور مین ہین بھی۔ یا گئے۔ انھون نے آپ کی خیریت کہہ کے آپ کا سلام مجھے پہنچایا تھا۔ مین آپ کی مہربانی اور یاد آوری کا شکریہ ادا کرتا ہون۔

عشقی نے آپ کے ایک قطع کا مجھے ذکر کیا تھا جس مین "مشتاق دید" کے الفاظ

ہیں یہ بھی کہا تھا کہ کسی نے "مشتاق دید" کی ترکیب پر شک ظاہر کیا ہے یعنی یہ کہ "مشتاق" کے معنی خود دیکھنے والے ۔ یا نظارہ کرنے والے ۔ یا دیدار کی خواہش کرنے والے کے ہیں پھر "دید" کے ساتھ ترکیب کیسی ؟ ان کے خیال میں "مشتاق دید" کی ترکیب سے "دید" کا مفہوم معنوی تکرار دا ہوا ہے شک بالکل غلط ہے مطلع صحیح ۔ ترکیب صحیح ۔ مفہوم معنوی صحیح "مشتاق" کے معنی کو "دید" کی آرزو بلکہ دیدار کے مفہوم سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے ۔

عربی کا بہت بڑا لغت اور بہت مستند لغت "لسان العرب" ہے وہ لکھتا ہے کہ مشتاق اشتیاق کا مشتق ہے شتاق بھی آیا ہے اور شتق بر وزن منفعل بھی آیا ہے ۔ اشتیاق کے معنی دلی توجہ کے ہیں اور مشتاق اسم فاعل ہے ۔ اس کے معنی ہیں دل سے توجہ کرنے والا ۔ صرف یہی ایک معنی لکھے ہیں ۔ صراح میں مشتاق کے معنی آرزو مند، خواہشمند اور متمنی کے ہیں "ابدا الاسالیب" مصر سے عربی کے خطوط کی ایک کتاب شائع ہوئی ہے ۔ اس میں "مشتاق لرؤیتکم" بکثرت موجود ہے ۔ اس کے معنی وہی ہیں جو مشتاق دید کے ہیں ۔ فارسی اور اردو میں بھی مشتاق کا استعمال آرزو مند ہی کے معنی میں ہے ۔ جیسا [illegible] ۔ فارسی میں معتبر فطرت مشہدی کہتے ہیں ؎

زندگی تنگ شد در جائے کہ مشتاق تو نیست
شاہد [illegible] دیدن است

مشتاق ترا کو دیدار سے کیا واسطہ ۔ اردو میں شیخ امان علی سحر کہتے ہیں ؎

اے سحر قرار سینہ جو پایا دہر
کان ہیں مشتاق کچھ ارشاد ہو

کان کو دیوار سے کیا سروکار۔ مطلع لفظ لفظ سے صحیح ہے۔ کہیں شک کی گنجایش نہیں۔ نحوی اصول سے دو اسما کلیۃً مضاف اور مضاف الیہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا اشتاق دید صحیح اور بالکل صحیح۔ اُمید ہے کہ مزاج مبارک خیریت سے ہو۔ میں تو پُرانا نیاز مند آپ کا ہوں حاضر و غائب خیریت طلب اور کبھی کبھی یاد آوری کا متمنی ہوں۔

میں بہت بیمار ہو گیا تھا بارہ تیرہ دن حالت نہایت نازک رہی۔ اسے کوئی بیس دن گزرے باوجود قصد کے بیماری نے لکھنؤ جانے سے روک لیا۔ الحمد للہ اب بفضلہ بالکل اچھا ہوں آخر دسمبر یا ابتدائے جنوری میں لکھنؤ کا ارادہ ہے۔

آپ کا خیر طلب

احمد علی شوق قدوائی

نواب شمشیر بہادر خاں راجگڈھی کے نام

رام پور۔ ۲۹ جولائی ۱۹۱۲ء

کرم فرمائے بندہ۔ سلام شوق!

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ میں اچھا ہوں۔ بھوپال سے چل کر دو دن میں آگرے میں تھا۔ دہلی کا بھی قصد تھا مگر برسات کے کیڑوں نے گاڑی میں اتنا پریشان کیا کہ میں گھبرا گیا۔ سفر کو مختصر کر کے رام پور چلا آیا۔ رام پور میں پہنچ کے یہ معلوم ہوا کہ میں بھوپال کی اندھیری کوٹھری سے نکل کے ایک روشن اور دلفریب مقام پر آ گیا ہوں اعزہ کا قرب، اپنوں کی نمایش۔ اور ہر سے گرد علم و ادب اور ہر قسم کے علمی مذاق کا انبار۔ اعلیٰ بلکہ اعلیٰ تر محقق اور مدقق ہر دو زمرے کے اہل بزم۔ ہم سخن اور ہم مذاق۔ بے تکلفانہ صحبت کا

لطف ہے۔ مین ہر صورت سے آرام اور دلچسپی کے ساتھ ہون۔

مین افسوس کے ساتھ یہ عرض کرتا ہون کہ پچاس روپیہ ماہوار مین میری زندگی بسر ہو ہی نہین سکتی ہے۔ پردیس قبول کر کے پھر بھی تکلیف اور تنگدستی کی حالت مین عمر بسر کرون۔ آپ خود خیال فرمائیے کہ کیسی حیرت انگیز بات ہے۔ مین نے تو صرف آپ کی محبت اور کشش سے اچ گڈھ کی حاضری منظور کر لی تھی۔ ورنہ میرے اعزہ میری مفارقت اب چاہتے ہی نہین۔ مجھے رامپور مین کوئی تکلیف ہو سکتی ہے نہ لکھنؤ مین۔ دونون گھر ہین۔ اور دونون گھرون مین خدا کی مہربانی سے کھانے کو کافی ہے۔ مین سچ عرض کرتا ہون کہ بھوپال ہی مین سرکار عالیہ کے ایک صاحبزادے نے کہلا بھیجا تھا کہ پنشن جو ریاست سے ہے اُسکے علاوہ پچاس روپیہ ماہوار مجھسے لو۔ اور نہ جاؤ۔ مین نے عرض کرا بھیجا کہ سو سے ایک پائی کی کمی پر بھی نہین رہ سکتا۔ ترقی کی اُمید کا یہ حال کہ "تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود" آخر آج مین پچاس مین کس طرح گزر کر سکون گا۔ مین آپکی خدمت اور اپنے دوستون کی خدمت مین تو اپنے کو مثل ایک ناچیز کے ضرور پیش کر سکتا ہون مگر یہ مین اپنے تئین اتنا نا قابل سمجھتا ہون نہ ایسا گمنام کہ گر کے اور ذلیل ہو کے ایک ریاست کو جاؤن اور وہان اپنی موجودہ حالت اور عزت کو بھی ملک کی نگاہون سے گرا کے عمر بسر کرون۔

آپ خیال فرمائیے کہ جو ریاست ترقی فرما کے سو کر سکتی ہے کیا وہ آج سو نہین دے سکتی آج پچاس دے کے پھر سو کرنے کا نتیجہ یہی ہو سکتا ہے کہ کچھ دنون تک بچتا رہے مگر یہ کونسی ایسی بڑی رقم ہے جس سے خزانہ معمور ہو جائے گا تو اب مین کیا سمجھون؟

اُمید ہے کہ آپ میری اس تحریر پر مجھے معاف فرمائین گے۔ مین نے سچا خیال عرض

کر دیا۔ اگر میں اپنی تحقیر اور تکلیف نہ سمجھتا تو آپ کی محبت اور یکجائی کا خیال کر کے ضرور قبول کر لیتا۔ ترقی معکوس جس کے معنی اپنے کو گھٹانا ہیں مشکل ہے۔ قصّے کی داد کا شکریہ قبول ہو میں آپ کا احسان کبھی نہ بھولوں گا۔ کامیابی خدا کے اختیار میں ہے۔ مگر آپ کا احسان مجھ پر ہو چکا۔

آپ کا سچا خیر طلب
احمد علی شوقؔ قدوائی۔

حضرت محشرؔ لکھنوی کے نام

رام پور ۲ اگست ۱۹۱۹ء

حضرت کرم فرمائے بندہ۔ سلام شوق۔

وہ معنی خیز باتیں کیا ہیں؟ میں نے تو ذرا بھی لگی لپٹی نہیں رکھی۔ اپنے مذاق سخن کو صاف صاف ظاہر کر دیا۔ یہ بھی لکھدیا کہ جس کا جی چاہے مجھے بد مذاق سمجھ لے میں شاکی نہ ہوں گا۔ اگر مجھے خورشید محشرؔ پسند ہوا اور میرے مذاق سے ملتا جلتا ہے۔ تو ہے میں کسی پر جبر تو کرتا نہیں کہ وہ بھی خورشید محشرؔ کو میری ہی نظروں سے دیکھے۔ جو چاہے برا کہے برا لکھے۔ مجھے کیا۔ میں نے آزادی سے ریویو لکھا ہے میری نگاہ کے سامنے بعض غلطی آئی میں نے آخر میں لکھ دیا کہ محشرؔ صاحب سے بعض چوکیں ضرور ہوئی ہیں۔ وہ بھی انسان ہیں۔ اگر اتنا نہ لکھتا تو کوئی ذی فہم دیکھتا تو یہ کہتا کہ شوقؔ نے نہ سمجھا۔ اگر میں ان غلطیوں کو جو شاید دو تین سے زیادہ نہ ہوں مگر علی میں کھل کے لکھتا تو وہ میری ہنسی ہوتی۔ ابھی تو ہزاروں میں دو ہی ایک واقف کار سمجھ سکتے ہیں تمام اطفال دبستان کیا سمجھ سکتے اور قبول

سکتے مجھے بدنام کرنا منظور نہ تھا۔ صرف اپنا تحفظ بند بند سے کر لینا تھا۔ الفاظ یا محاورے کی بھول چوک پر میں نگاہ بھی نہیں ڈالتا۔ یہ چھوٹا اور پست خیال ہے جسے عیب بینی اور کم بینی کہنا چاہیے۔ ایسی خفیف چوکیں سب سے ہوتی ہیں اور سب اساتذہ سے ہوئیں البتہ فن اور علم کی غلطی ضرور مجھے ناگوار ہوتی ہے۔ مگر یہ بھی انسان سے ہو ہی جاتی ہے طبع ثانی کے وقت درستی ہو جائے گی۔ اضطراب کی ضرورت نہیں۔ میں نے دیوان آتش کے بعد رنگین دیوان یہی دیکھا جس کا نام خورشید محشر ہے۔ میں اپنے رنگ پر پاکے سچ لکھنے کے سوا کوئی بدنفسی نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے تو آزادانہ تحریر سے اپنے استاد حضرت امیر مرحوم کے زمانے کی سخن سرائی پر بھی حرف رکھ دیا۔ حال آنکہ میں انھیں کا خاک پا ہوں۔ میں نے خورشید محشر سے پہلے آپ کا کلام بہت ہی کم دیکھا تھا۔ میں نے سچ یہ لکھا ہے۔ مجھے گلدستوں اور رسالوں وغیرہ کے دیکھنے کی فرصت کہاں۔ آخر خواہ مخواہ میں برائی کیوں کرتا۔ میں تو دشمن کے ساتھ بھی برائی کرنے کو اخلاقی جرم سمجھتا ہوں۔

بعض باتیں پھر کبھی فرصت کے وقت لکھونگا۔ آیندہ آپ ضرور سمجھنا چاہیے جن باتوں پر میں نے ریویو میں فقرہ لکھا ہے وہ بھی لکھدونگا۔

احمد علی شوق

قدوائی

رام پور۔ ۳۰ جنوری سنہ ۴۲ء

کرم فرمائے بندہ حضرت محشر صاحب بسلام شوق!

پوسٹ کارڈ آپ کا پہنچا۔ صحت کی خبر مجھے ملی۔ اطمینان ہوا۔ مجھے غزل کہنے کی فرصت کہاں۔ میں ان دنوں کچھ نہ کہتا ہوں نہ کہہ سکتا ہوں بعض نظموں کی ترتیب جدید میں مصروف

ہون۔ غزل کے خیالی مضامین پر مائل ہوتا ہون تو دماغ دو چار روز کے لئے اصلی واقعات کے خیالات سے ہٹ جاتا ہے اور میرا بہت حرج ہوتا ہے۔

باوجود تمام عذرات کے میرے بھائی اثر صاحب نے مجھے بہت مجبور کیا کہ حمید وغیرہ میرٹھ سے آرہے ہین۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہم آپ کو مشاعرے مین نہ لے جائین۔ اس کشاکش سے مجبور ہو کر مشاعرے سے پہلی رات کو مین نے چند شعر لکھے اور جا کے پڑھ دیئے۔

یہان کا مشاعرہ ہی کیا۔ مذاق سلیم اب رامپور مین کم ہے۔ البتہ حمید و رنجور جو میرٹھ سے آئے تھے خوش مذاق تھے اور سچے جذبات کہتے تھے۔ اور فصیح اردو مین کہتے ہین۔ نہ الجھاؤ نہ تصنع۔

افسوس یہ رہا کہ ندرت ایک عزیز کی بیماری کے سبب رامپور کو نہ آسکے۔ وہ ان دونون سے اچھا کہتے ہین۔ مین سن چکا ہون۔ رنجور تو ندرت ہی کے شاگرد ہین۔ ایک اور گروہ میرٹھ مین ہے یعنی تروانی مرحوم کے خاندان کا۔ وہ اس گروہ سے الگ بلکہ رقیب ہے۔ وہ لوگ بھی خوب کہتے ہین۔ بات یہ ہے کہ یہ سب لوگ تغزل کو اس کے صحیح راستے پر لے جاتے ہین اور جو کچھ کہتے ہین ایک ایک لفظ سمجھ کے رکھتے ہین۔ مجھے تو یہ سمجھنا پڑا کہ مذاق تغزل ادھر ادھر سے کھنچ کے میرٹھ مین جا پہنچا ہے۔ چند اشعار جو مین نے لکھ کے پڑھ دیے تھے۔ آپ کے اصرار سے مجبور ہو کے بھیجے دیتا ہون۔ دوسرا ورق ملاحظہ ہو۔ مین انشاء اللہ کل رخصت کی درخواست دونگا۔ اور مقامات مین پھرتا ہوا لکھنؤ بھی آؤنگا۔ تاریخ ابھی نہین لکھ سکتا۔ لکھنؤ تک ذرا دیر مین پہنچونگا۔

ذوری کا رسالہ مخزن لاہور جہان ملے تلاش کر کے رکھئے۔ دیکھونگا۔ ابھی بہت دن ہین۔ یہ وہی راز ہے جس کا ذکر مین نے ایک پوسٹ کارڈ پر آپ کو لکھا تھا۔

اگر محشر صاحب مجبور نہ کرتے تو مین ایک شعر بھی نقل نہ کرتا۔ چاہو اور کوئی لکھ کے دیکھ لے واللہ صبح کو چائے پی کے بیٹھا ہون۔ اڑھائی بج گئے۔ خطون کے اشد ضروری جوابون سے فرصت نہیں ملی ہے۔ گھر کے خطوط تھے۔ ایسی حالت مین شاعری کیسی۔

احمد علی شوق۔ قدوائی

نہ پائی اُس نے اسیر بھی صفائی حُسن جانانکی
چھنی گو چار چھینٹون مین چمک مہر درخشان کی

کہ دل فریاد یا رب مین جو آنکھین بند کرلے وہ
کہ جادو ڈالتی ہین مجھپہ نظرین چشم فتان کی

کیا ہے نشان اعزاز کے پرتے مین ظالم نے
تبرک کر کے مٹی بانٹ دی گنج شہیدان کی

وہ یا گھر مین نہین ہو۔ یا گیا حُسن شباب اُس کا
مروت سے بھری ہین آج آنکھین اسکے دربان کی

لُہو ٹپکا ہوا تجکو ملے گا جابجا ازرنگ
بڑی پہچان ہو اے نامہ بر یہ کوے جانان کی

پسند آئے مجھے زخم اپنے جب انکے لگے اتنین
ادا آئی نظر تیرے تبسمہائے پنہان کی

رہا فرزند سے اے شوق کیسی طنز تو سنلو
دیا آہا ہے کہ کنجی کھو گئی ہے قفل زندان کی

رام پور۔ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۱۳ء

جناب محمد احمد صاحب میرے مشفق سلام شوق! پوسٹ کارڈ پہنچا۔ شکریہ۔ آپکی خیریت پاکے دل خوش ہوا۔ مین اچھا ہون حضرت آبرا اچھے ہین۔ مین گزشتہ بیماری کے ضعف سے ابتک نہین سنبھلا ہون۔ زرد ہو رہا ہون۔ مین کیا اور میری غزلین کیا۔ آپکی محبت آپ کو پسند کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ مجھے کوئی سخن گوئی کا دعوی تو ہے نہین البتہ ایک عادت پڑگئی ہے۔ جیسے اڑ گڑے کا گھوڑا بے چلے نہین مانتا۔ اسیطرح شعر کہنے کو دل بے شعر کہے نہین مانتا۔ بس اتنی بات ہے۔ خیر طلب

شوق

رام پور - ۲۰ جون ۱۹۲۲ء

حضرت کرم فرمائے بندہ - سلام شوق - پوسٹ کارڈ پہنچا - میں اور حضرت آبر خیریت سے ہیں -

ایک صاحب لکھنؤ میں ہیں محشر صاحب [illegible] باہر نکلتے ہیں تو ایک چھکڑا جھوٹ کا لدا ہوا ساتھ ہوتا ہے - یہاں [illegible] اس میں سے جھوٹ کو خرچ کیا جب پلٹ کے گھر پہنچے - تو آئندہ [illegible] سے بھر کے پھر چھکڑے کو کھڑا کر دیا -

کیوں صاحب کہیں وہ آپ ہی تو نہیں ہیں - وعدہ خلافی کی بھی آپ نے حد کر دی - یہاں بہ نسبت لکھنؤ کے گرمی کم ہے - بھاگ آیئے - اگر کچھ [illegible] ہو گی تو بجلی کے پنکھے اتنے آپ کے پاس لگا دیئے جائیں گے کہ آپ چاہیں تو ان کے ذریعے سے ہوا پر اڑ کے سیر کر سکیں -

حضرت آبر سلام کہتے ہیں اور آپ کے [illegible] کرتے ہیں میں نے تو کہدیا کہ محشر صاحب نے [illegible] تاریخ لکھی تھی مگر [illegible] نہیں لکھا تھا شاید کوئی آئندہ اور آئندہ سے بھی آئندہ [illegible] مقصود ہو -

پانی نہیں برستا خدا سے رحم کی [illegible] آپ کو [illegible] کے سچے رہتے ہوں - جیسے ایک صاحب ہیں - (آپ نہیں [illegible]) وہاں [illegible] ضرور ہے -

احمد علی - شوق قدوائی

رام پور - ۲۸ جون ۱۹۲۳ء

کرم فرمائے بندہ حضرت محشر صاحب!

سلام شوق - جاڑا گزرا - گرمی ختم ہوگئی - برسات آگئی مگر باوجود ہزار وعدوں کے محشر صاحب نہ آئے ؎

ہزار عذر بہ یک خلف وعدہ داری و آہ

چہ خاکہا بہ سر انتظار می ریزد

جب وعدے برابر غلط اترتے ہیں تو بیماری کی اطلاع کو میں کیوں صحیح سمجھوں - یہ بھی ایک فیشن ہوا اور ضرورت بھی ہے کہ بیمار سمجھ کے لوگ ترس کھائیں - اور سفر کے واسطے نہ کہیں - آپ مطمئن رہیئے - اگر بیمار نہ بنتے - یا بیماری سے کمزور نہ بنتے تب بھی آجکل کے گرم موسم میں کوئی آپ کو سفر کا راستہ نہ بتاتا -

پروفیسر احمد حسین شاداں مدت سے اپنے وطن بلگرام میں ہیں - مدرسہ رام پور میں بعد امتحان طویل تعطیل تھی - امید ہے کہ جولائی کے ابتدائی ہفتہ میں رام پور کو آئیں گے - یہاں آنے سے پیشتر وہ لکھنؤ کو ضرور جائیں گے ممکن ہے کہ آپ کو بھی کہیں مل جائیں -

میں لاہور کی سلسلہ جنبانی سے تو واقف ہوں - مگر طے ہو جانے کی خبر ابھی مجھے نہیں ہے اگر شاداں صاحب یہاں ہوتے تو حال معلوم ہوتا - ہاں صاحب! "العالم متغیر" کا مسئلہ میں سمجھے ہوئے ہوں - اور اب یہ دیکھ رہا ہوں کہ لکھنؤ میں تغیر کی صورت ہے - لوگ جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں شاید آپ ان لوگوں میں نہ ہوں - اور ہوں تو کیا عجب ہے -

احمد علی شوق

قدوائی

سید اولاد حسین صاحب شاداں بلگرامی فیضی کا خط جناب محشر لکھنوی کے نام

۱۲ جنوری ۱۹۲۲ء

شاداں نواز۔ تسلیم۔ عنایت نامہ نے صادر ہو کر عزت بخشی۔ لفظ "قراۃ" کو اہل لغت بر وزن فعولن لکھتے ہیں۔ مگر نظم میں اس کی کئی صورتیں پائی جاتی ہیں۔

کفایۃ القاری مصنفہ سیف الدین در فن قرات میں حسب ذیل یہ الفاظ آئے ہیں۔ یہ بزرگ ہندی نہیں ہیں ؎

پس بہ ہر حرف پاک از قرآن — صد نکوئی رسد بہ قاری آن
در نشستہ بود رسد پنجاہ — قلیداً دم قراۃ اللہ

اس شعر میں بر وزن فعول ہے۔ یہی دوسری جگہ کہتے ہیں ؎

ہر کسے کیں رسالہ برخواند
پس قرارت صحیح تر خواند

یہاں بر وزن فعولن ہے۔ ذیل کے شعر میں اس کی جمع قرآآت بھی نظم کی ہے ؎

پس قرآآت سبعہ مذکور
ہست اندر دیارشان مشہور

مرتع الغزلان فی رسم القرآن مصنفہ محمد حیدر ہندی ؎

یا موافق بود بہ قرارۃ ما
یا بود اندر و الف برجا

انھوں نے بر وزن فعلن نظم کیا ہے۔ اُردو میں بھی بر وزن فعلن بہت نظم ہے اور طرّہ یہ ہے

کہ ترکیب فارسی ہے —

(قصیدۂ ذوق دہلوی)

کبھی مین حافظ قرآن ہون بہ علم تفسیر
کبھی مین قاری قرآن ہون بہ علم قراءۃ

قصیدۂ نیاز احمد خان ہوش بریلوی شاگرد جناب امیر مرحوم لکھنوی

کبھی وہ شیفتۂ انجیل و زبور و توریت
مثل قاری کبھی کشاف نکات قرارت

یہی دو شعر قصیدے سے ہین لکھتے یارو سنو

وہ ہون مین بلبل خوش لہجہ گلزار امامت کا
کہ رنگ آتا ہے نغمے مین مرے قرآن کی قرارت کا

ان اسناد سے ظاہر ہے کہ قراءۃ بر وزن فعولن بھی ہے لہٰذا صاحب غیاث کا بر وزن حکمت لکھنا بیجا نہین معلوم ہوتا۔ اگر فرصت ہو تو جواب کی رسید سے مطلع فرمایئے گا اور یہ بھی لکھئے گا کہ اس لفظ کی تحقیق کی کیا ضرورت آپڑی۔ ایام بکام والسلام

ہیچمدان
شادان بلگرامی

مولانا شبلی مرحوم کا خط قاضی محمد خلیل صاحب ایس اعظم پرلی کے نام

مکرمی۔

والانامہ پہنچا۔ آپ کے جوش اسلامی کا معترف ہوں لیکن ترجمانی سے کہاں کام چل سکتا ہے۔ اپنا دل اور زبان دوسرے کو کیونکر دیدوں۔

اور ندوہ کی یہ حالت ہے کہ غریبوں نے راس المال بھی خرچ کیا۔ اب بالکل صفائی ہے سب سے بڑا کام سرمایہ کا محفوظ رکھنا۔ روپیہ کا جمع کرنا۔

شملے کے لوگوں نے بلایا تھا میں گیا اور بقدر حیثیت وہاں سے کامیاب آیا، تمام ہندوستان کا دورہ کرنا ہے جابجا خطوط بھیجے ہیں۔ ندوہ اسی لیے ہے کہ ضرورت کے موافق مولوی پیدا ہوں۔ لیکن ندوہ مدت سے بے والی و وارث رہا ہے۔ میں نے آ کر انگریزی کے صیغہ پر خاص توجہ کی اب وہ ابتدا سے لازمی کر دی گئی۔ فراغ تحصیل کے بعد اور پڑھنے پر طلبا اس قابل ہوں گے کہ انگریزی میں مضامین لکھیں۔

آپ الندوہ کے خریدار ہیں یا نہیں، وہ ہر حیثیت سے خریدنے کے قابل ہے۔ پرزور باوقار علمی رسالہ ہے۔ ندوہ کے حالات بھی ہوتے ہیں قیمت کل عہ سالانہ ہے۔

ضامن سے فرمائیے کہ دہلی کی اجازت دیں۔ اور آپ خود بھی۔

میری آخر تصنیفات علم الکلام۔ الکلام شائع ہو گئی ہیں۔ سوانح عمری مولانا روم مدت سے مطبع میں گئی ہے۔ والسلام

۲۹۔ اگست ۱۹۰۵ء

شبلی

منظوم خطوط

بابو کنجبہاری لعل صاحب شفق بجنوری کا خط جناب مجاور حسین صاحب تمنا لکھنوی جانشین حضرت جاوید لکھنوی کے نام

(مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۲۱ء)

کہا یہ مجھ سے مرے اک شفیق نے آکر — کہ آیا ہے مرے پاس آج خادم اک اخبار
یہ کہہ کے ایک نمونہ بھی پھر اُنھوں نے دیا — کمال شوق سے میں نے اُسے پڑھا اک بار
پڑھا جو میں نے تو مجھکو عجیب لطف آیا — وہ نظم و نثر تھی لعل و گہر ہوں جیسے نثار
ہوا جو اُسکی عبارت سے ذوق شوق فزوں — کہا یہ دل نے کہ تو بھی بن اس کا نامہ نگار
مگر یہ فکر ہوئی کس طرح کروں تحریک — کہ میرا شوق اڈیٹر پہ اُسکے ہو اظہار
پڑھی یہ جبکہ فکر تو دل نے مجھے صلاح یہ دی — کہ پہلے خط کے ذریعہ سے کرنے استفسار
لہٰذا عرض یہ ہے خدمت مبارک میں — کہ درج کیجئے خادم میں یہ مرے اشعار
اور اسکے بعد بھی بھیجونگا میں کلام اپنا — رہا کریگا یہی شغل آپ سے لیل و نہار
الٰہی آپکا اخبار اتنا ہو مقبول — پچاس آکے اشاعت ہو اسکی ہفتہ وار

یہ آرزو ہے شفق مجھکو آپ تمنا کی
کہ مانگتا ہوں ملاقات کی دعا ہر بار

جواب تمنا

جناب کی میں عنایات کا دل سے ہوں ممنون — کہ مجھ سے ہیچمداں کو دیا یہ عزّ و وقار

کلام اپنا عنایت کیا وہ با رونق — کہ جس سے بڑھ گئی کچھ اور زینتِ اخبار
ضرور آپکی نظمیں چھپا کریں گی یہاں — جو بھولیے گا کبھی تو ہوگا اسطرف اصرار
مگر جو آپنے آخر میں یہ کیا ہے رقم — کہ تجھ سے ملنے کی حسرت ہے مجکو لیل و نہار
جناب اسکا تو قایل میں صرف اتنا ہوں — کہ آپ مجکو سمجھتے ہیں اک غریب دیار
یہی سبب ہے فقط میرے دل ٹھہرانے کا — وگرنہ اور تو خوبی کوئی نہیں زنہار
لہٰذا آپسے ملنے کا تو مجھے بھی ہے شوق — مگر نہ کوئی صفت رکھتا ہوں نہ عز و وقار

مولانا محمد عبدالحلیم شرر مرحوم کے خطوط حضرت توکل بلگرامی کے نام

دفتر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خان
لکھنؤ
۲۹ نومبر ۱۹۲۲ء

مکرمی تسلیم

آج ہی میں نے دعوتِ شادی کے کارڈ مولانا اور دیگر احباب گورکھپور کی خدمت میں روانہ کئے ہیں یقین ہے کہ پہنچے ہوں گے اور جناب مولانا اپنے وعدے کے مطابق مجھے شرفِ قدوم سے سرفراز فرمائیں گے اور آپ بھی ان کے ہمراہ ہوں گے۔ میری تمنا تو یہ تھی کہ جناب مولانا میرے ہی مہمان ہوں مگر انکو اس میں تامل ہے۔ تو میں زیادہ اصرار نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ ممکن ہے ممدوح کو میرے یہاں تکلیف ہو۔

آپ سے اپنا التماس ہے کہ دلگداز کا دو سال کا انعام جس کی مقدار چار سو روپیہ ہے مولانا سے عرض کرکے بھجوا دیجئے۔ اس موقع پر شدید ضرورت ہے کچھ سبکدوش کرسکے گی میرا

خیال ہے کہ اس موقع پر میں شائد اس سے زیادہ اعانت و دستگیری کا مستحق ہوں گا۔
لیکن ان امور میں مولانا کو اختیار ہے۔ والسلام

خاکسار

محمد عبدالحلیم شرر اڈیٹر دلگداز

دفتر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ

(۱۸ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۴ھ)

مکرمی تسلیم۔

آم پہنچے۔ خدا آپ کا اور مولانا [illegible] کا منہ ہمیشہ ایسا ہی میٹھا رکھے جیسا کہ میرا منہ میٹھا کیا ہے۔ ع

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

جس ناول کا آپ سے وعدہ کیا ہے اب اس کو ایک ماہ بعد شروع کرونگا۔ آجکل دلگداز کے پرچوں کے نکالنے میں مصروف ہوں۔ صدیق کے سپرد کر دیا تھا بلکہ انھیں کو مالک کر دیا تھا۔ وہ چلے گئے اور اب پھر اس کا بار مجھے اٹھانا پڑا۔ چار پرچے تیار کرا چکا ہوں۔ دو اور تیار ہو جائیں تو آپ کا کام کروں۔

جناب مولانا کے [illegible] کا حال سنکر سخت تردد ہوا۔ خدا ان کو [illegible] سلامت رکھے۔ ملک و ملت [illegible] کی بہت سی امیدیں انکی ذات سے وابستہ ہیں۔

میرا ایک کام [illegible] مولانا [illegible] کی خدمت میں عرض [illegible] اگر آپ دیجئے تو بڑی عنایت ہو۔ مولانا [illegible] دو سو روپیہ [illegible] کے مقرر فرما دیے تھے جو معلوم نہیں کہاں تک صدیق کو دیے گئے۔ [illegible] بند ہو گیا ورنہ اس کے نکلنے کی اب امید ہے۔ لہذا میری طرف سے

خدمت میں عرض فرمائیے کہ وہ عرضی گزری جو "مورخ" کے حال پر مبذول تھی اگر دلگداز کی جانب منتقل ہو جائے تو بڑی عنایت و مرحمت اور ادب اردو اور اسلامی لٹریچر کی سچی خدمت ہو اگر یہ درخواست منظور ہو تو اس سال کے دو سو روپیہ وصول فرما کے بھجوا دیجئے۔ بڑی نوازش ہوگی۔ چونکہ اکٹھا بہت سے پرچے نکالتا ہوں اس لئے یہ مرحمت وقت پر ہوگی۔ اس لئے کہ میں اب اس قابل نہیں ہوں کہ بغیر قرض لئے اس کام کو پورا کر سکوں۔ والسلام

خاکسار

محمد عبدالحلیم شرر ایڈیٹر دلگداز

دفتر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خان

لکھنؤ

۸ [illegible] ۱۳۴۱ھ

بندہ نواز تسلیم۔

اثناس میں سنے کہا ہے۔ پاس پڑوس والوں نے کہا ہے آپ کے اور مولوی صاحب قبلہ کے جان و مال کو مزہ لیتے وقت روئیں روئیں سے دعا نکلی فیصلہ ہوا۔ رسید کیسی اور جواب کس بات کا۔ جو پائے حق کے صفحات کے لئے سراج کو لکھئے۔ میں بھی کہے دیتا ہوں۔

آپکا کام کرنے پر ہر وقت تیار رہتا ہوں۔ ناول تیار کرنا ہے جس میں مشغول ہوں۔ مگر درمیان میں کئی کئی بار ایسا بیمار ہوا کہ بالکل معذور ہو گیا اور کام کرنے کے قابل نہ رہا۔ ربیع الثانی کی کسی تاریخ میں بندہ زادی کا عقد ہے۔ آپکو اور مولانا کو ضرور تکلیف کرنا ہوگی اُن سے ابھی سے کہہ رکھئے، وقت پر کوئی عذر نہ سنا جائے گا۔ فقط

خاکسار محمد عبدالحلیم شرر

لکھنؤ ۲۲- ربیع الاول [illegible]

کرمی و محترمی تسلیم-

گرامی نامہ آیا میں آپ کا اور مولانائے محترم کا نہایت ہی شکرگزار و رہین منت ہوں
کہ تقریب عقد بندہ زادی میں زحمت فرمائی اور قدم رنجہ فرمائے-

آپ سے میں نادم ہوں اور بہت نادم- لیکن آپ میرے ساتھ پندرہ بیس روز
رہتے تو معلوم ہوتا کہ میں کسقدر بہجوم افکار اور مختلف ذمہ داریوں کے ادا کرنے اور صدہا
فرایض و احکام احباب سے سبکدوشی حاصل کرنے کے لئے ہر گھڑی اپنی جان چھڑاتا رہتا
ہوں- ایک فکر ختم نہیں ہوتی کہ دوسری شروع ہو جاتی ہے-

اب اس تقریب سے فارغ ہونے کے بعد میں انشاءاللہ آپ کا ہوں گا-
بشرطیکہ آپ دو چار بار خود آنے کی زحمت کریں اور ایک بار تین چار روز میرے گھر
رہیں بغیر اس کے میری شرمندگی دور نہ ہو سکیگی-

آپ نے اناناس کھلائے اور مولانا کی عنایت سے بڑی بڑی نعمتیں پائیں مگر مجھے
لکھنے اور مصروفیتوں میں جو لطف [illegible] ملتا ہے کسی چیز سے نہیں ملتا- یہی تمنا کو مجھ سے
لٹریری کام لیا کرتی ہے- لہذا کبھی کبھی چار پانچ سیر پینے کا تمباکو وہاں کا بہترین مرحمت
ہوا کرے تو اس سے زیادہ اچھی نعمت و مرحمت میرے لئے کوئی نہیں ہو سکتی-

خاکسار

محمد عبدالحلیم شرر

جناب سید محمد نوح صاحب شبیر مچھلی شہری کے خطوط مولف کے نام

۱۹ جنوری ۱۹۲۵ء مچھلی شہر جونپور۔

شکریہ کیون نہ ادا دل سے کرون مین صفدر
بعد مدت جو شبیر آج تمھین یاد آیا

پیارے صفدر!

کارڈ کے پہنچنے پر بجائے اسکے کہ خوشی ہوتی مجھے روحی صدمہ اور دلی رنج اسوجہ سے ہوا کہ آپ نے اپنی بے دست و پائی کا حال لکھ کر میرا دل دکھایا۔ ہے ہے یہ کیا ہوا للہ تفصیل لکھیے کہ یہ کیا مضمون ہے۔ خدا آپ کو صحت دے اور لاحقہ عارضہ اگر علاج پذیر ہو تو صحت بخشے۔ اس عرفی مدت مین مجھپر بہت اثر حوادث ہوا۔ مرگ اعزا کے علاوہ خود میری ذاتی صحت نہایت خراب ہوتی جا رہی ہے۔ علاوہ اور مصائب جو پہلے گزرے مین سخت بیماری مین مبتلا ہو کر فائز الموت ہوتے ہوتے بچگیا۔ دل و دماغ بیکار ہین ستر برس کی عمر ہوئی انحطاط قوی نے زندہ درگور بنا رکھا ہے ضعف پیرانہ سالی بڑھتا جا رہا ہے، پہلے پنج مین آنریری مجسٹریٹی کا کام کم تھا۔ اب تین برس سے اسپشل مجسٹریٹ درجہ دوم ہونے سے تنہا اجلاس مین کام بہت زیادہ کرنا پڑتا ہے پولیس کے چالانی مقدمات کثرت سے آتے ہین۔ اور مجھے بار بار کام کرنے کی سکت نہین ہے۔ بہرحال خدا کا شکر ہے۔

شعر و شاعری سے دل ہٹ گیا آج کل کے مذاق تخیل جدید نے اور طبیعت کو ناقدر کر دیا ہے، اصول فن سے آگاہ ہی نہین۔ لاف انا و لا غیری کا دعوی مزید بر آن۔

صرف شوکت و جبروت الفاظ سے کام رہ گیا ہے۔ انوکھی ترکیبیں بے معنی اضافت و عطف سے واسطہ ہے۔ مجھے ادھر تو فرصت ذرا بھی نہیں ہے۔ دل و دماغ قابو میں نہیں ہیں ضعف کبرسنی تو تھا ہی، آئے دن کی بیماری نے اور بھی مجبور و معذور کر رکھا ہے لیکن میں آپ کی تعمیل خاص کے لئے کوشش کروں گا۔ ۳۰ جنوری تک تو اور مشاغل سے نجات نہ ہوگی۔ اوایل فروری میں انشاء اللہ کچھ لکھ سکوں گا۔ غزل گوئی تو عرصہ سے کم ہو گئی ہے۔ ہر سال یکم رجب کو صحبت مقاصدہ کے لئے ایک قصیدہ بہ تقریب لود ولادت حضرت امام ابوجعفر محمدؑ باقر کہنا پڑتا ہے۔ آٹھ دن صرف باقی ہیں اُس میں فکر لازمی ہے بعدہٗ دوسری فکر ہو سکتی ہے۔ اپنا حال مفصل تحریر فرمائیے۔

آپ کا دعاگو نیازمند

حقیر شہیر

۴۔ فروری ۱۹۲۵ء۔ دلگیر شہیر مچھلی شہر

جونپور

مہرپرور کرم گستر حضرت صفیؔ یا حفظہ رب الاکبر

عنایت نامہ مورخہ ۱۲ جنوری کا جواب آج بعد واپسی از سفر لکھتا ہوں۔ آج پورا خط لفظ بلفظ پڑھا۔ آپ کے انگوٹھے پر عمل جراحی کیا گیا۔ انگوٹھا اور دا ہنا انگوٹھا۔ قطع کیا گیا۔ افسوس کیا واللہ روحی صدمہ ہوا۔ جسکے لکھنے سے قلم قاصر ہے جس کے نہ رہنے سے حرف آدھے کٹے رہ جاتے ہیں جس کی بابت آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ہنسئے گا نہیں۔ بھائی تم ہنسنے کو کہتے ہو مجھے رنج سے بجائے رونا آتا ہے۔ افسوس صد افسوس آپ پر یہ شدائد گزرے کہ ہاتھ پاؤں دونوں اعلٰی حالت پر نہ رہے۔ پھر بھی لائق صد آفرین

آپ کی ہمت بلند و خدمت ادب اُردو ہے کہ لکھنے سے ایک حد تک معذوری ہے۔
پھر بھی ادبی لٹریری خدمات کی سرانجام دہی کی فکر ہے، میری نسبت جو الفاظ شکر گزاری و منت پذیری آپ نے تحریر کئے ہیں انہیں پڑھ کر مجھے ندامت ہوئی کہ بلا وجہ آپ اسقدر اظہار امتنان فرماتے ہیں آپ اسے یقینی باور کیجئے کہ میں آپ کو مثل اپنے عزیز بھائی کے سمجھتا ہوں اور آپ کا سکہ کمال میرے دل پر بیٹھا ہوا ہے۔ عمرت دراز باد۔ خدا کرے لخت جگر تراب بالکل صحیح ہو گیا ہو، میری طرف سے اُسے پیار کیجئے حضرت عارف کے پیٹرے انشاء اللہ عنقریب پہنچینگے۔

حقیر شہیر

بھائی صفدر!

اس وقت کہ میں پیٹرے جناب عارف کے یہاں بذریعہ اپنے ایک عزیز کے بھیج رہا تھا آپکا کارڈ بجواب میرے نیاز نامہ کے موصول ہوا۔ پندرہ پیٹرے آپ کے حصہ کے ہیں جنہیں عارف صاحب آپ کے پاس بھجوا دینگے۔ سنہ ۱۹۱۶ء میں جو پیٹرے آپ یہاں کھا گئے ہیں ایسے تو شائد یہ نہ ہوں گے۔ پھر بھی اچھے سے اچھے جو مل سکتے ہیں وہ حاضر کرتا ہوں۔

آپ کا اخلاق و محبت سے مجھے مشاعرے میں بلانا باعث عزت افزائی ہوا۔ افسوس کہ اب پیرانہ سری و ضعف قوی سے ناقابل سفر خصوصاً اس زمانہ میں کہ مریض ہوں اور نقل و حرکت سے بھی معذور رہوں۔ میری شاعری کی نسبت جو الفاظ آپ نے تحریر فرمائے ہیں وہ آپ کے ذاتی محاسن کے جوہر ہیں۔

غزل گوئی تو عرصہ سے ترک ہے، خرابی صحت سے دماغ کام نہیں دیتا، دعدہ حتمی

نہین کرتا مگر سیدن بشرط فرصت کچھ فکر آپ کی مرسلہ طرح مین کرونگا اور ۱۴ فروری ماہ حال تک کسی روز پانچ سات شعر کی غزل بھیجدون گا - یہ تو آپ جانتے ہین کہ مین پابند قیود بہ حضرت استادی اعلی اللہ مقامہ ہون اور بطرز قدیم مذاق رکھتا ہون - جو رنگ اب کی شاعری کا ہے اُس سے کورا ہون یہ پرانی تخیل جواب مسترد و مردود ہے - وہی میرے لئے مایۂ ناز ہے

دلگیر شہیر

۸ - فروری ۱۹۲۵ء

مولوی سید علی محمد صاحب شاد عظیم آبادی کا خط حضرت محشر لکھنوی کے نام

عظیم آباد پٹنہ - ۲۷ - فروری ۱۹۲۴ء

مصدر لطف عمیم مخلص نواز قدیم دام عنایاتکم

تسلیم بصد شوق و نیاز - مین الحمد للہ باتفاق قضا و قدر سے اب تک زندہ ہون اور آپکا دعاگو - پیری و امراض نے بدتر از مردہ کر رکھا ہے چند عرصہ سے احباب کا اصرار ہے کہ تو اپنے دیوان کو چھپوا دے - ہر چند زمانے پر اور خود اپنے ناچیز کلام پر نظر کر کے مین ٹالے جاتا تھا مگر اب چارہ نہین ہے - دوسری ایک ضخیم کتاب نئے انداز کی ۲۵ جز سے زیادہ جمع کی جس کو مین حاصل عمر جانتا ہون دو حصے اس کے ہین پہلے حصے مین زبان اُردو اور اُسکے متعلقات جو ابھی تک اچھوتے ہین فصاحت و بلاغت کی بحث کے ساتھ جہان جہان عربی علوم فصاحت و بلاغت و معنی بیان و صنائع مین اُردو سے مخالفت ہوئی ہے - اس کا صراحت سے بیان غرض یہ حصہ بیحد دلچسپ ہے - دوسرے حصے مین ایک طویل مقدمہ ضروری کے بعد چھ مرثیہ گویان مشہور یعنی دلگیر و خبیر و فصیح و خلیق و دبیر

وائلنس کی پوری سوانح عمری جس سے حال کی تصانیف خالی ہین ۔ان بزرگون کے تذکرے کے ضمن مین میر عشق میر انیس و میر مونس و میر نفیس وغیرہ کے حالات وغیرہ اور کلام پر ریویو و موازنہ کیا گیا ہے ۔کتاب ضخیم ہے ۔علی الخصوص اہل علم کا بیحد اصرار ہے کہ اس کو نہ چھپوانا ظلم ہے ۔پریس تو یہان بھی موجود ہے مگر کاتب اچھے نہین ہین ۔دوسرے غلط نویس ہین ۔مین کمال خلوص کے ساتھ آپکو تکلیف دیتا ہون کہ اگر آپ کے ذریعہ سے یہ مرحلہ طے ہو جائے یعنی وہان کا بیان لکھ لکھ کر علی التسلسل آتا آیا کرین اور آپ مجھ بیرفانی پر نظر عنایت فرماکر قبول کرین تو پھر مین اس خصوص مین زحمت دون ۔یہان ڈھائی روپیہ جزو انیس سطرون کے مسطر سے کاتب لکھا کرتے ہین کیا آپ کی توجہ سے تین روپیہ جزو انیس سطرون کے صفحہ کے ساتھ لکھا جا سکتا ہے ۔اگر ایسا ہو تو مین آپکی عنایت سمجھونگا۔

میری حالت اب یہ ہوگئی ہے کہ میرے احباب مین سے ایک بھی باقی نہ رہا جیسے آئینہ خانے مین کتا ہو وہی حالت میری دنیا مین ہوگئی ہے ۔آپ کو خط لکھنے کے لئے جو قلم اٹھایا تو اگلی باتون کو یاد کرکے تھوڑی دیر رو لیا ۔الحمد اللہ لکھنؤ مین بولنا تو اودھی عنایت فرماتے ہین مگر آپ کے ساتھ جو خصوصیت ہے خود آپ پر روشن ہے ۔میری تکلیف دہی معاف فرماکر جواب سے ضرور سرفراز فرمایئے گا۔

نیاز کیش قدیم خاکسار

سید علی محمد شاد

مولینا مولوی محمد احمد صاحب صیر مینائی خلف اکبر حضرت امیر مینائی استاد اعلیحضرت والیٔ رامپور خلد اللہ ملکہ کے خطوط مولف کے نام

مکرم محترم!

سلام مسنون قبول فرمائیے۔

آپ نے مجھے جتنا اجنبیانہ خط لکھا ہے اُس کی مجھے شکایت ہے۔ مین اس سے زیادہ خصوصیت کا آپ سے مترصد ہون جتنی اس کارڈ مین ہی سنہ ۱۸۹۸ء مین جو آگ لگی تھی اُس نے کتاب یادداشت تو کوئی چھوڑی نہین۔ کہان سے لاؤن وہ جواہر جو اُن کاغذون پر بکھرے ہوئے تھے۔

ہان میرے سینہ مین کچھ ذخیرہ ہے مگر اس زمانہ مین بجید عدیم الفرصت ہون اگر تکلیف نہ ہو تو ستمبر کے آٹھ سات دن گزرنے پر چار دن کے لئے میرے پاس تشریف لائیے مین آپ سے ملنے کا بھی مشتاق ہون۔ اور خدا جانے کیا کیا کہون گا کیا کیا سنونگا۔

خاکسار

محمد احمد مینائی۔ رام پور ۷ اگست سنہ ۱۹۱۷ء

شفیق کرم گستر سلام و دعا۔

ایک نوازش نامہ پہنچا۔ غزل اُس مین ملفوف ہی۔ مین نے غزل دیکھی۔ اچھے اچھے شعر ہین۔ بارک اللہ۔

مگر خط ایک معمّا ہے کہ میرا فہم اُس کے سمجھنے سے قاصر رہا۔ مین نے آپکو اس امر کے قابل نہین سمجھا۔ کیا بات ہے؟ بس مفصل اطلاع دیجئے۔

کیا بھائی عابد سہسوانی لکھنؤ مین ہین اور کیا کرتے ہین۔ کتاب طبع ہولے تو مجھے بھیجئے۔ مین انشاء اللہ کوشش کرونگا۔ آپ لکھنؤ مین کیا کرتے ہین۔

محمد احمد مینائی

۱۹ ستمبر ۱۹۱۷ء

حضرت طاہر فرخ آبادی کے خطوط حضرت وصل بلگرامی کے نام

قدر افزائے ہیچمیرز جناب سید مقبول حسین صاحب دام الطافہٗ

السلام علیکم!

قطعہ تاریخ دیوان جناب حمدؔ آپ کی خاطر سے ایسی پریشانی مین موزون کیا ہے کہ جسکا بیان نہین ہو سکتا۔ گھر مین طبیعت اچھی ہوگئی تھی مگر گیا ہوا بخار پھر لوٹ آیا۔ اور وہی شدت ہے۔ برخوردار اقتدار علی مدعمرہٗ کو اگرچہ فضل الٰہی سے تپ نہین ہے مگر ضعف ایسا ہو کہ جس کی حد نہین ہے اور سر کی شکایت ہے کہ قابو مین نہین ہے اور لڑکے کے گھر مین بھی بیمار ہین۔ گھر کیا ہے ہسپتال ہے۔ اس وقت ایک خط کانپور سے ایسا متوحش آیا ہے کہ ہوش اُڑ گئے ہین۔ آپ بھی میرے حق مین دعا کیجئے۔ زیادہ کیا لکھون آپ کے استفسار کا بھی جواب عرض کردون۔

اولاً مین شاگرد جناب منشی امداد حسین صاحب صغیرؔ فرخ آبادی کا ہوا اور ممدوح شاگرد حضرت سحرؔ لکھنوی مغفور کے تھے اور خاص شاگردون مین تھے۔ خدا نے صاحب ثروت

کیا تھا اکثر لکھنؤ تشریف لیجاتے تھے - اور حضرت اُستاد کی خدمت کرتے تھے - اصلاح خطوط کے ذریعہ سے بھی ہوا کرتی تھی - مین نے بھی چند غزلین حضرت بحر مغفور کی خدمت مین بھیجی ہین - میرے حال پر بھی نظر عاطفت تھی - بہر حال مین نے ہر دو حضرات عالی صفات کی خدمت مین استفادہ حاصل کیا - اگر قطعہ پسند آئے تو ایک کارڈ خوشنودی مزاج کا بھیج دیجئے گا -

رقیمہ نیاز

طاہر - ۱۳ - اکتوبر ۱۹۰۲ء

قدر افزائے بندہ جناب کمالات انتساب منشی سید مقبول حسین صاحب وصل بلگرامی

دام الطافکم - تسلیم!

عنایت نامہ تحایف نادرہ یعنی دربار قیصری کے ساتھ پہونچا - رہین منت فرمایا - کیا کہنا ہے بہت ہی خوب کہا ہے - آپ کے خط کا جواب توقف سے لکھ رہا ہون - معاملات خانہ داری کی وجہ سے فرصت نہ ملی - مین کل فتحگڑھ سے ہردوئی مین آیا ہون - برخوردار مظہر علی سلمہ اس سال ضلع مین اپنے ٹھوارہ مین انہین دیکھنے آیا ہون - اور انشاء اللہ تعالی دو ہی چار روز مین فتحگڑھ لوٹ جاؤن گا - تاریخ دیوان کے لئے مظہر علی سے کہدیا ہے - اور اُن کے بھائی نظر علی کو بھی مین پوری خط بھیجدیا ہے کہ تاریخ بھیجین - شاید ہی توجہ کرین - کیونکہ ان لوگون کو شوق نہین ہوا اور سرکاری کام سے فرصت بھی نہین ملتی ہے - مولوی رستم علی خان صاحب ادیب فرخ آبادی سے ذکر کر دیا ہے - اور یہان سے جا کر پھر یاد دہانی کرون گا غالباً موثر رہے -

مین نے اپنا کلام آج تک بطور خود نہین چھپوایا لوگون نے بطور خیرات چھاپ دیا ہے وہی فروخت کر کے اپنی لاگت وصول کرتے ہین - پیشتر دو دیوان سوخت فتحگڑھ مین چھپے تھے اور حال مین ایک گلدستہ موسومہ مرقع سخن شیخ محمد حسین صاحب سوداگر خیمہ جات فتحگڑھ نے

اپنے مطبع واقع نتحگڈھ مین چھپوایا ہے شاید قیمت واسوخت کی ۲ر اور مرقع سخن کی قیمت مع محصول ۴ر ہے اور ایک دیوان پہلا عزیز الرحمن مالک مطبع نے جو میرے شاگرد بھی ہین کانپور مین چھاپا ہے - فی جلد ۱۲ر کو دیتے ہین سُنا ہے کہ جلدین دیوان کی کم رہ گئی ہین اب قیمت اُنھون نے زیادہ کردی ہے - واللہ علم اگر آپ کو منگوانا ہو تو آپ ان دونون صاحبون کے نام خط بھیجکر منگوا لیجئے -

باقی کلام میرا یعنی دوسرا دیوان عاشقانہ اور ایک دیوان نعتیہ مع قصائد ابھی تک طبع نہین ہوے ہین دیکھئے چھپتے بھی ہین یا نہین - گو یہ دونون دیوان اہل مطابع مانگتے ہین مگر مین چاہتا ہون کہ انھین بطور خود حسب دلخواہ چھپواؤن مگر آجکل کی کسمپرسی سے جی پھیکا پڑ گیا ہے ؎

جب اس زمانہ مین قدر ہنر نہین طاہر
تو پھر سکوت ہی بہتر ہے خوش بیان کے لئے

اپنے اُستاد افاضت بنیاد کی خدمت مین میرا سلام نیاز کہنا -

رقیمہ الوداد

طاہر ۷ - جولائی ۱۹۰۳ء



جناب محمد علیم خاں صاحب علیم الہ آبادی سکریٹری میونسپل بورڈ تلہر ضلع شاہجہانپور

(کا)

منظوم خط حضرت عطا بدایونی کے نام

نامۂ شوق چلا ہے مرا تاثیر کے ساتھ
لطف تقریر گر شرط ہے تحریر کے ساتھ

کوئی پرساں نہ تھا آوارۂ وطن کا لیکن
آپ کی یاد رہی کاتب تحریر کے ساتھ

اہل ظاہر مری خدمت سے شگفتہ نہ ہوئے
کیا کرے باد صبا غنچۂ تصویر کے ساتھ

کوئی تو صید فگن تھا کوئی صیاد فگن
میری تقدیر نشانہ رہی نخچیر کے ساتھ

جب زمانہ تھا موافق تو خلاف امید
حسن تدبیر بھی تھا خوبی تقدیر کے ساتھ

اب وہی میں ہوں وہی حلقۂ احباب کرم
دور دورہ ہے مگر گردش تقدیر کے ساتھ

نوٹ

ان چند اشعار میں جو واقعات پنہاں ہیں انہیں کچھ وہی حضرات سمجھ کر داد دے سکتے ہیں جنسے اور جنکے حسن اخلاق سے لائق مصنف کو شکوہ ہے بہرحال دریا کو کوزے میں بھرا ہے۔

(مؤلف)

مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی کے خطوط

سحرالبیان حضرت شوق قدوائی کے نام

لکھنؤ نخاس جدید۔

سرحلقۂ ارباب کمال زاد اللہ افادہ الکم

التسلیم بالتحیتہ والتکریم۔

آج جناب محوی کا عنایت نامہ ملا جس مین آپ کے دست مبارک کی لکھی چند سطرین لکھی ہوئی تھین۔ اِس یادآوری اور حوصلہ افزائی کا منت پذیر ہون۔ دل مین ایک عرصہ سے آپکا غائبانہ مداح اور آپ کے اِس فلسفیانہ طرز سخن پر فریفتہ ہون۔ مجموعی حیثیت سے آپکی شاعری جس قدر پُر زور ہے دوسرے کی نہین۔ آپکی نظمین رسائل مین نہایت شوق سے دیکھتا ہون۔ لسان الملک کا خطاب بقول اڈیٹر مشرق آپ کے واسطے سزاوار ہے اور آپ اسکے اہل ہین۔ مین آپکی توجہ خاص اور عنایت پر اگر فخر ومباہات کرون تو بیجا نہین۔ کیونکہ مین اپنے نزدیک آپکو اُن مستند اہل کمال مین جانتا ہون کہ جنکی تعریف ہر شخص کے لئے ایک سند اور آیت کمال ہو۔ خاصکر مجھ ایسے ہیچ مایہ اور بے بضاعت شخص کے لئے۔ مین نے اسکے پیشتر بھی جناب محوی کی خدمت مین آپکا شکریہ ادا کیا تھا۔ اور اب بھی ادا کرتا ہون کہ آپ نے لفظ "تمغا" پر متنبہ کیا۔ آیندہ بھی اُمید ہے کہ آپ میری نظم ونثر مین اگر کوئی لغزش دیکھین تو ضرور لکھین۔ مین اسے ہرگز عیب نہین سمجھتا۔ اگر نفس الامر مین وہ غلطی ہو تو اُسکو قبول کرلون یا اگر نہ غلط ہو تو اُس کا جواب دون۔ اور حضرات کا مین ذمہ دار نہین۔ سہو لفکر اور غلط فہمی تو انسان کی فطرت

ین داخل ہے۔ پھر میں بھی انسان ہون۔ کوئی عالم لاہوت کا باشندہ نہیں۔
معیار پر جو ریویو آپ نے لکھا ہے۔ اُس کو نہایت شوق سے دیکھون گا۔ میدہے
کہ آپکا مزاج بخیریت ہو گا کبھی کبھی اپنی خیریت سے مطلع فرماتے رہیے گا۔

مرزا محمد ہادی عزیز

حضرتِ محوی لکھنوی کے نام

لکھنؤ۔ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء

شفیق عزیزا

گرامی نامہ پہنچا۔ اس عرصہ مین میرے بڑے بھائی حکیم مرزا مہدی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اور مجھ پر ایک خاص اثر ہے۔ مرحوم لکھنؤ مین ایک فردِ کامل اور میرے اسلاف کے نام روشن کرنے والے تھے مگر افسوس کہ مین اس سرائے فانی مین تنہا رہ گیا۔ اوقات زندگی تلخ ہین اور دنیا نظرون مین ہیچ ہے۔ جذبات مُردہ ہو گئے یہی سبب تھا کہ تحریر جواب مین کوتاہ قلمی ہوئی۔ معاف کیجیے گا۔

آپ کی غزل کو اُسی حالت مین دیکھا کہ کچھ دل ہی بہلے جب تک شعر سامنے رہے کسیقدر دل ٹھکانے رہا۔ مین بھی آپکو اور آپکے کلام کو بہت دوست رکھتا ہون اور اس کا شکر گزار ہون کہ آپ مجھ سے حسن ظن رکھتے ہین اگرچہ مین ہیچمدان ہون۔ آپ کو اصلاح کی ضرورت نہین۔ یہ آپکی احتیاط ہے اور ایک صحیح الدماغ کا خیال ایسا ہی ہونا چاہیے۔ غزل کے سب شعر اچھے ہین۔ جو زیادہ پسند آئے اُن پر صاد کر دیا ہے۔

آجکل میری لائے قابل اعتبار نہین- آپ خود ملاحظہ کر لیجیے گا- میرے نزدیک تغیر کی کہین ضرورت نہ تھی- آپ بہت سمجھ کے کہتے ہین-

عزیز

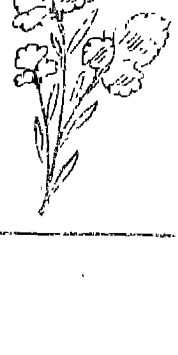
لکھنؤ ۵ جنوری ۱۹۱۲ء

حبیب قلبی و طبیب نفسی!

نامۂ گرامی پہونچا تحریر جواب مین تاخیر اسلئے ہوئی کہ مین عشرۂ محرم مین کوئی کام نہین کرتا- کربلا کے غریب آل رسول مظلومون کی مصیبت ایسی موثر ہے جسکی یاد کسی دوسرے کام کی طرف متوجہ نہین ہونے دیتی- عشرۂ محرم ختم ہوا اور سب سے پہلے مین آپ کے خط کا جواب لکھنے بیٹھا ہون-

محبت وہ طلسم ہے جو دوست کے معائب پر بھی محاسن کا پردہ ڈالتی ہے- آپ کو اسی سبب سے میری نظم عبارت بھی لطف دیتی ہے- یہ میری خوش نصیبی ہے- اور کیا کہون لکھنؤ آجکل تمام امراض سے پاک صاف ہے- سوائے مرض الموت کے جس سے دنیا مین مفر نہین پیشانی مشورہ کی رفتار بہت سست ہے- اب تک کوئی رسالہ نہین نکلا- اور نہ انکا کوئی خط آیا-

عزیز



جناب احمد علی خان صاحب عاصی اسرع شوخ بیچین کسمنڈوی کے خطوط

عالیجناب قاضی محمد خلیل صاحب رئیس اعظم بریلی کے نام

میں وہ نہیں ہوں کہ اس بت سے دل مرا پھر جائے
پھر دل جو اس سے تو مجھ سے مرا خدا پھر جائے

قاضی صاحب - اے ذرا سننا تو یہ کون فقیر ہے کیا اچھی آپ کو دعا دے رہا ہے ؎

رہے شاداب نخل جاہ و دولت
پھلو پھولو فقیروں کی دعا سے (آمین)

آہا - یہ فقیر کاہے کو ہمارا عاصی ہے - خیر جی تو نہیں چاہتا مگر اندر بلا لو - دعا دیتا ہوا ڈرتے ڈرتے اندر حاضر ہوا - دیکھتے ہی -

قاضی صاحب - میں تجھ سے خفا ہوں -

عاصی - واقعی میں قصوروار ہوں -

قاضی صاحب - یہ تو نے کیا سمجھ کر لکھا -

عاصی - خطا ہوئی - برا کیا اور کہو تو سچ کہہ دوں مجھے تمہارا پیارا غصہ ہی اچھا معلوم ہوتا ہے کیا عجب ہو کہ میں نے تمہارے چھیڑنے ہی کے لئے لکھ دیا ہو اچھا اب میں ایک مسئلہ پوچھتا ہوں حضرت امام مہدی آخرالزمان کے پیدا ہونے سے کہیں توبہ کے دروازے تو نہیں بند ہو گئے ہیں -

قاضی صاحب - توبہ کرو - دروازے کیوں بند ہونے لگے تھے -

تو لے لو مین توبہ کرتا ہون۔ جھٹ من جاؤ۔ ذرا میری میری محبت تو دیکھو کہ مین خود منانے آیا ورنہ بخدا مین بڑا بیمروت ہون۔ خواہ مخواہ لوگون سے لڑ بیٹھتا ہون۔ جھوٹ موٹ کی بات نکال کر الگ ہو جاتا ہون۔ واللہ قاضی صاحب مجھے جتنی تم سے محبت ہے ..... حافظ مجازی و حقیقی تم سے خوش ہو۔ دیکھو مین پھر کہتا ہون کہ جو کچھ بزرگان دین اور فقرائے باخبر سے مجھے آج تک پہنچا ہے سوائے ایک چیز کے اور جو کچھ تم سے چھپاؤن اسکے عوض دوزخ خدا سے پاؤن اور جو میرے کہے کا یقین نکرے تو اُسے کیا کہون۔ دیکھو پھر خفا ہو جاؤگے مین کچھ کہتا ہون۔

کیون صاحب! بتون کا غصہ۔ حاکم کی خفگی تو اُٹھائی جائے اور ایک فقیر محو فنا فی اللہ مست و مدہوش کا ایک رقعہ دیکھکر مزاج زلف یار کی طرح برہم ہو جائے واللہ باللہ اور اپنے پیر و مرشد کی قسم مین تمھین نہایت نیک اور اچھا جانتا ہون اور صاف ہو کر ملتا ہون یہ تو فقط اچھیڑ تھی ؎

ستم اُسپہ کرتا ہے حد سے زیادہ — جسے یار اہلِ وفا جانتا ہے

اللہ تم کو خوش رکھے اور جو طلب کرو دے۔ اور دل کو یہ شعر اپنے اُستاد کا پڑھکر سمجھالو ؎

وہ اپنی خو نہ چھوڑینگے ہم اپنی وضع کیون چھوڑین
سبک سر بنکے کیا پوچھین کہ ہم سے سرگران کیون ہو

راقم

آپ کا عاصی خاطی

۱۹ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء

اچھے قاضی صاحب!

خدا آپ کو عمر خضر، مرتبہ سکندر نصیب کرے - لے لیجیئے روزمرہ دیکھیئے آپ کی سچی عنایتین بڑے قاضی صاحب کی مہربانیون کو بھلائے دیتی ہین - نابہائی لوگ قرآن کے تیس پارے یاد رکھتے ہین - مین آپ کے اُن کے الطاف کو کیون بھولنے لگا تہا -

مین کس وقت آؤن - جواب مین مین نے دہلی کے متعلق کچھ حالات لکھے ہین آپ کسیوقت دیکھ کر یہ اخبار واپس فرما دیجیئے گا -

آپکا دعاگو بندہ عاصی

۱۲ جنوری ۱۹۰۳ء

جناب مولوی قاضی محمد خلیل صاحب!

خدا تم کو دن دونی رات چوگنی ترقی نصیب کرے - ضعف نے مجھے نہایت کمزور کر دیا اتنو حسینون کی نزاکت بھی میری نقاہت پر صدقے ہوتی ہے - گو دوا وغیرہ مین خرچ بہت ہوا مگر آپ کی عنایت سے بچگیا لیکن ضعف سیدہا ہونے نہین دیتا - طاقت کی چیز سے ہاتھ خالی ہے - آپکی مہربانی کی امید پر جیتا ہون - شائد آپ گلاب کو بھول گئے - زیادہ نئے شوقین میری جان کو آگئے ہین کہ مجھے اپنچ کی جلد دیدیجیئے - مین نے انکو ٹالنے کے لئے کہدیا ہے کہ وہ جلد قاضی صاحب کے یہان ہے - اگر رقعہ لیکر کوئی آئے تو آپ بھی ٹالدیجیو مین اِن صاحب سے اچھی طرح واقف نہین ہون، جو مضمون آپنے سالگرہ مین پڑہا تہا اگر وہ چھپ جائے تو کیا کہنا مین ایک عاشق آوارہ اور نئے ڈھنگ کا ناول لکھکر آپکی نذر کرنا چاہتا ہون میرا جی بہت بُرا ہے -

آپ کا قدیم دعاگو بندہ - عاصی

حضورِ عالم - آداب -

کیا مین اپنے شبہ کو یقین کے ساتھ بدل دون - اس لئے آپ کو جو میرے ساتھ سچی محبت ہے آپ مین اُس مین ضرور کمی دیکھتا ہون - جو محتاج دلایل نہین -

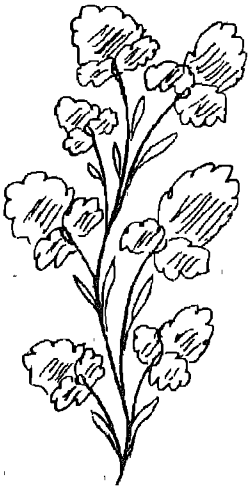
۱- مجھے آپ پہلے سے زیادہ مطیع - بہی خواہ اور خیر طلب سمجھین -

۲- اس کتاب کے چھپنے مین خواہ آپ مدد دین یا نہ دین مگر مین اپنی دلی محبت کے سبب سے آپ ہی کو اس قومی اور اسلامی تصنیف کا اصلی محرک ظاہر کرنا چاہتا ہون اگر حکم ہو تو ایک نقل اس کتاب کی شاہی منشی صاحب کو بھیجدی جائے -

آپ کا وفادار -

عاصی

۶ جولائی ۱۸۹۵ء



جناب خواجہ عزیز الدین عزیزؔ لکھنوی کے خطوط جناب قاضی محمد خلیل صاحب عباسی اعظم گڑھی کے نام

مکرمی دام مجدکم تسلیم۔

دور ذرہ ہوئے کہ کارڈ اعزاز بخش ہوا قیصر نامہ کیلئے الہ آباد لکھنا بھول گیا تھا آپکے کارڈ نے یاد دلا دیا۔ ایک نسخہ میں نے ایک دوست کو دیدیا تھا۔ اُن سے میں لیکے آپ کو بھیجتا ہوں آپ جو منگاؤں گا اُس میں سے اُنھیں دیدوں گا، اغلاط کے باب میں جو تحریر کیا ہے سوا اُنکے کوئی کلمہ بادی النظر میں نہیں چھوڑا ہے۔ بادی النظر کیا چشم غور سے بھی کوئی کلمہ دکھائی نہیں دیتا۔ اگر کسیوقت کوئی لفظ خیال میں آئے گا تو لکھ بھیجوں گا۔ لیکن بظاہر کوئی نظر نہیں آیا۔ "علالت" مجھے خیال آتا ہے کہ کہیں میں نے دیکھا کہ یہ غلط ہے لیکن یہ یاد نہیں کہ کہاں دیکھا ہے۔ لغات سے اس کی تحقیق کر لیجئے۔ اِس رسالہ کو ضرور طبع کرا دیجئے۔ والسلام مع الوف الاحترام

عزیز الدین عفی عنہ

مکرمی دام مجدکم تسلیم!

عنایت نامہ نے سرفراز کیا۔ طلائے خام کی پڑیاں بھی پہنچیں۔ آپکی عنایات و دردمندی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ یہ چند روز برسات[1] کے نکل جادیں اور موسم سرما شروع ہو تو اُس کو کھاؤں اسواسطے کہ ابھی کسیقدر حرارت خفیف کسی کسی وقت ہو جاتی ہے۔ تلخیں بھی پہنچیں۔ از خواجہ نور الدین صاحب تسلیم قبول باد! انشاء اللہ آیندہ دوا کا استعمال کیا جاوے گا۔ والسلام مع الوف الاحترام۔ عزیز الدین عفی عنہ ۲۲ دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء یوم دوشنبہ

[1] خواجہ صاحب نے اصل خط میں لفظ برسات کو ہائے مختفی کے ساتھ لکھا ہے۔

مولانا عثمان جعفری ایم۔ اے ۔۔۔ لطف کے نام

شیدی عنبر بازار حیدرآباد دکن

۱۰-اکتوبر ۱۹۲۴ء

دل والوں کے دل بہلانے والے محترم صاحب!

سلام دل آویز جس کی دلکشی پر شام اودھ کی حسن آفرینیاں ہزاروں جان سے قربان ہوں۔ اخلاص کے ساتھ پیشکش ہے۔

دن تاریخ یاد نہیں۔ عرصہ ہوا، بھوپال کی مینو سواد سرزمین کو جب میں نے چھوڑا ہے اور گلبرگہ رشک جنان مقام پر اپنا بسیرا ... آپ کے پاس دو تین بار آپ کی گزشتہ یادنوازی کی بنا پر اپنے دل دادہ ... پہنچایا۔ اور آپ کے شیدائیوں کی فہرست میں نام لکھانے کی کوشش کی۔ مگر ... لکھنؤ کی بزم، بزم ناز تھی۔ وہاں ہم جیسے ارباب نیاز کا کہاں دخل، کہاں گذر! اتنا بھی نہ پتہ چلا کہ میرے حریم ناز کے دل بارے کس گوشہ میں منہ چھپائے بیٹھے ہیں۔ کاش اتنا ہی معلوم ہو جاتا کہ آپ کی میٹھی نگاہوں تک نہیں۔ محمود نگر کی گلیوں میں میرے لعبتان خیالی کا گزر ہوا لیکن مہ وشان اودھ یا گل رخان لکھنؤ کی دل ستائیوں اور دل ربائیوں نے آپ کی ناز آفریں نظروں کو ان کی طرف اٹھنے کی اجازت نہ دی۔ تشفی تو ہو جاتی دل تھام کر بیٹھ تو جاتا۔ مگر عالم نیاز کا عالم ہی جدا ہے۔ کسے امید تھی کہ آپ کا مردۂ ناز آپ ہی کے جلانے پر جیئے گا۔ مجھے آپ کا خط پاکر بڑی مسرت ہوئی۔ گویا یعقوب کو یوسف گم گشتہ کا پتا ملا۔ یہ خیال نہ فرمائیے گا کہ ... بوڑھا ... سپید پیر کنعان

ہی مین بیٹھا اور آپ پر ماہ کنعان کی سی نظر ڈال رہا ہون چشم بد دور۔

برادر محترم مولانا عمر جعفری کی ملاقات اور لطیف صحبت کا ذکر میرے لئے قابل رشک رہا مین تو دو سال سے وطن کا خواب شیرین دیکھ رہا ہون۔ ابکی شاید پر پرواز پیدا ہوا در اپنے نیاز غیبت کو لطف صحبت، و لذت حضور سے شاید بدل سکون، اگرچہ مین ایک نالایق آدمی ہون، نہ سخندان ہون، نہ شاعر، نہ ارباب ذوق کی محفل رقصان کی بزم نشینی کے قابل، مگر دل کو کیا کرون خواہ مخواہ بھی اُسکی فضائے سادہ آپ حضرات کے نیاز کیشون کے گلہائے سدابہار سے رشک ارم بنی ہی رہی - مین بھی اُس کو بُرا نہین جانتا۔ ایسی آرزو بھی قربانی چاہتی ہے۔

عمر بھائی کی زبانی آپ کو میری سرگزشت سرسری ہی سہی پر معلوم ہوئی ہوگی۔ بظاہر تو میری سیاحت کی کڑی ٹوٹی معلوم ہوتی ہے۔ مگر کہہ نہین سکتا کہ نصیب مین اور کیا لکھا ہے۔ پاؤن کا چکر اور کہان لے جاتا ہے پچھلی شہر کجا اور بھوپال کجا حیدرآباد کہان، بالفعل حیدرآباد سٹی کالج مین عربی اور اسلامیات کی پروفیسری کہئے یا معلمی خدمات تعلیمی انجام دے رہا ہون، ان دنون باب مراثی زیر درس ہے - یاد کیجئے دل بلبلون ایسا چھلنیا ہے جب کوئی مرثیہ پڑھتا ہون۔ جب سے یہ باب شروع ہوا ہے جی چاہتا ہے کہ عربی مرثیہ گوئی پر تبصرہ کرون اور اُردو دنیا کو عربی جذبات اور عربی تخیل عربی اسلوب عریان کر کے دکھا دون یقین مانئے اس مین ذرا شبہ نہین اگر وہ لوگ عربی ادب العالیہ اور ادب القدیم پر توجہ خیالی نہ شروع کر دین تو میرا ذمہ۔

مرقع ادب کے حصہ دوم کی ترتیب کی نسبت آپ کی توجہ فرمائی معلوم کر کے غیر معمولی اور بے پایان خوشی ہوئی۔ وہ ایک غیر فانی نعمت ہے اور لذیذ ترین فاکہہ جو ان ادب کا

وہ ایک ایسا لطیف ترین طرح شیرین اور للہ جان بخش ہی، مجھے تعجب تھا کہ ایسا پیارا مرقع آپ کے التفات عزیز کا کیون آماجگاہ نہین ثابت ہوتا؟

"حسن ادب" کے دو پرچے اگست و ستمبر کے ہم آغوش ہوئے - قربان حسن نگہ کے کر بے دیکھے آپ نے مجھے اُس کے خریدار دل مین لکھ لیا - اور بن مانگے دامان نظر کو اُسکے گل حسن سے بھر دیا لیکن حیرت اس پر ہے کہ "حسن ادب" کا رنگ و روپ اب تک بھی ہر صورت اُس کی جو پہلے تھی سو اب بھی ہے - کیا دیبچۂ نگارین "صفدر" حسن ادب نگار نہ ہوگا؟ موجودہ عالم اُس کا نہ شباب ہے نہ شیب؟ کاش فتنہ ہی ہوتا اگر قیامت نہ تھا - یہ شکل تو مجھے پھوٹی آنکھون نہین بھاتی - اور نہ جانے آپ کی صبح بنارس کی لطف اٹھائی ہوئی نظرین کیسے اور کس طرح اس کو اس شکل و شمایل مین دیکھنا پسند کرتی ہین؟ بہر حال حسن ادب محتاج ہے آپ کے نہلانے دھلانے اور جوڑہ بدلوانے کا اگر جی چاہے تو دو سطری شرف نامہ امتیاز بخشی فرمایئے - ورنہ آپ لوگون کا عالم لاابالی تو معلوم! والسلام

آپ کا شیدائی عثمان جعفری پریذیڈنسی کالج

حیدرآباد دکن ۱۳ نومبر ۱۹۲ء

مخدومنا دام نوالہ!

جی کی آرزو تو یہ تھی کہ "پیارے صفدر" کے عنوان دل آویز کو اپنی نیاز کیش تحریر کا سرنامہ بناؤن، کہ آپ کے قلم سے نکلے ہوئے نیلگون تا دون مین مجھے بیاب دلکش یا دفتہ ... سے اپنی تخصیص ... ہے - اور میری نظرون مین آتی یا کسی کے

پیارے پن کے اثبات کے لئے کافی سرمایہ ہے۔ مگر آپ کی "عشان نوازی" کی کڑی ایسی نہ تھی جس کی جانستانی کی فضا مین میری قلم کاری اپنے جذب دل، کیفیت نیاز، کا سین نگارش کے پردے مین دکھلا سکتی۔

آپ کے محترم سلام کا خوشترین جواب ادا کرتا ہوا اپنے سلام نیاز کا گلدستہ آپ کی بے نظیر نظر کو نذر کرتا ہون گر قبول فتد الخ

آپ کے حالات پڑھ کر سچ کہتا ہون گھنٹون ہاتھون سے کلیجا تھامے رہا ہون اور دل سینے مین اُچھلا کیا ہے۔ کنول کی سی آنکھون کی سجری آنکھین بڑے بڑے بوند کے آنسوؤن کا کٹورا بن رہی ہین تصنع نہ سمجھئے۔ بناوٹ نہین۔ کشمکش زندگی چاہے موقع نہ دے اور فرصت نہ ہو اس سے اپنے "رہین نیاز" تخیل درد دل، فکر و نظر کی نیاز کیشی کی تصویرین بیاعبری کی رنگین ڈوری مین لپیٹ کر نہ پہنچا سکون لیکن بخدا یقین مانیے ہمیشہ دونون ہاتھ آپ فدا کاران "ماہ ناز" "اردو" کے سلامت جوئی عافیت طلبی صحت و بقا کے لئے دربِ العلا پر پھیلے رہتے ہین۔ من دانم او بینا، من بیتم او دانا!

زندگی کے پنگھٹ پر (یعنی وقت دعا) جہان اور بہار آفرین آرزوؤن کی جھنکار اور آن کے ریشمی ملبوس کی سرسراہٹ دکھائی اور سنائی دیتی ہے وہان یہ تمنا بھی ایک دلکش انداز سے آسمانی رنگ کا سراپا ناز جوڑا پہنے ہوئے میرے "حرم کدۂ دنیا" مین خراماں خراماں آکر سرو قد ہم پہلو کھڑی ہوتی ہے کہ اللہ آپ جیسے حضرات کو فضائے آسمان ادب پر جگمگانے والے تارون کی طرح بسیط زمین کے لیئے رونق بزم بنائے رکھے۔ آپ کی دل آویز نثر دلن اور دلگل ریز نظمون کی روح نواز نغمہ سنجیان میرے

لئے نہیں بلکہ تمام کائنات دل، اور موجودات نظر کے لئے پیغام حیات - اور پیام سکون پہونچاتی ہیں۔

محترم صفدر! آئے دن دنیا میں درد والم کا تانتا لگا رہنے اور کسی کے لالہ گون ہستی سے شہابی رخساروں کو رنج و محن کی سیاہ آبنوسی چوکھٹوں میں گھرے رکھنے کا راز یہ ہے کہ اپنی ہلکی ہلکی موج تبسم سے فضائے زندگی اور کائنات تخیل و مرغزار فکر میں دفعتہً سیکڑوں بجلیاں چمکا دیں اور اُس سکون و اطمینان کو نہیں جمود و انجماد کہو جو ساکنان اُردوی معلی پر چھایا ہوا ہے شورش اور تڑپ سے مبدل کردیں۔ میری کسی تحریر کو آپ نے سراہا ہے جو حقیقتہً عکس ہے آپ کے حسن نظر کا۔ صدقے اس نظر کے! سچ کہتا ہوں مجھے لکھنا وکھنا کچھ نہیں آتا۔ آڑے ترچھے مافی الضمیر کا اظہار کرنا کسی طرح بن جاتا ہے - آپ نے مضمون "عرب کی مرثیہ گوئی" بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ بلکہ جواب خط کی پیاری ڈوری میں طلبی کا وارنٹ بھی جاری فرمایا ہے میں اپنا حال کیا لکھوں؟ لذت دیوانگی کے آشنا دیوانے ہوتے ہیں۔ مزہ جنون مجنون جانتے ہیں۔ نہ کہ دانندہ - "کرامات کا تمہیں رامم خبر نیست" کتابیں مجھے بہت پیاری معلوم ہوتی ہیں اور اُن کی ہر سطر میں مجھے "علم الاصنام" کے آثار نظر آتے ہیں۔ اُن کا ہر صفحہ اور ورق میرے لئے ایک "صنم کدہ" ہے اُن کے فقرے اُنکے جملے میرے حق میں بلا تشبیہ "بت سنگین ادا" اور میں اُنکا پرستار [illegible] نہیں کرتا بلکہ اُن کے حرم خیال کی گلچینیوں میں لگے رہنے کے باعث و آرزو کے ساتھ اختلاط کیا کرتا ہوں۔ سچ بتلا ہے ایک وارفتہ مزاج جس کے سامنے نوا سنج راہ دشمنوں کا [illegible] [illegible]

پیمانہ چھلکا رہا ہو کچھ کر سکتا ہے؟ میں بھی سمجھے ہوئے ہوں کہ جونکیں جب خون پی چکتی ہیں آپ ہی آپ بند چھوڑ دیتی ہیں۔ اُن کا زبردستی چھڑانا کھلی ہوئی زبردستی ہے اور گویا خون کرنا ہے۔

عالم شوریدگی میں بہت سے میٹھے میٹھے عنوان اُٹھائے۔ کتابوں سے آنکھیں چرانے کا الزام سر اپنا گوارا تھا۔ آخر کار منظور نظر کتابوں کی بے رُخی کا عالم دیکھا نہ گیا اور صبر نہ ہو سکا سب عنوان ناتمام رہ گئے۔ حالی کی شاعری، اکبر پر ایک نظر کسی زلف پریشان کے مانند اوراق پریشان کی شکل میں پڑے ہوئے ہیں۔ "دور فلک" کا تبصرہ بھی عالم برزخ میں ہے۔ حضرت عقیل کے کلام پر ریویو تفکر بالقوۃ کی دنیا کی گلگشت میں ہے۔ اُردو شاعری اور شیدائیان مغرب کی نکتہ چینیوں کا کچھ مواد عالم وجود میں اور کچھ کتم عدم میں۔ صنائع شعر اور اُردو شعراء، غزل گوئی اور مسلسل گوئی نظم گوئی اور شعر گوئی، زبان اور شاعر، غرضکہ کن کن عنوانوں کا نام گناؤں، حرکت اگرچہ خود ضد سکون ہے پر محرک کی طلب سے اس کا دامن تہی ہے لوٹ نہیں کاش اس فضائے لرزاں میں جہاں کی پیاری زمین آپ جلسوں کی فانوس خیال کی غیر فانی ضیا باری سے رشک نسرین بنی ہوئی ہے۔ میرا نشیمن ہوتا تو ممکن تھا کہ میرے بے دم و دام کے ذرات سالمات کی صورت اختیار کر سکتے، خدا کرے آپ کے گلِ بھر ہاتھ مرقع ادب کی کنگھی چوٹی سے جلد فراغت پائیں اور گیسوئے عروس ادب "کے بناؤ سنگار میں لگیں، شاید آپ کی گدگدی سے طبع پژمردہ کو ہنسی آئے اور اس کے طبعی تبسم پاشی کا ولولہ چھڑ [illegible]

ہاں لگے ہاتھ یہ بھی کہتا چلوں بُرا نہ مانئے گا ناصح و واعظ کا منصب اختیار نہیں۔

اپنے رنگ کی ہولی کھیلنا اور آپ کو اپنے رنگ میں شرابور کرنا ہو۔ "مرقع ادب" کا اڈیشن "مرقع نظر" نکلے میں نے حصار دل کی طباعت کا مرقع دیکھا ہو جو لیتھو میں نکلا ہو جس کا ٹائٹل گلابی ہو جس کو میرے احباب نے میری فرمایش سے منگوایا تھا۔ نہ اچھوت نہ بلا سے جی چاہا کہ چولھے میں جھونک دوں۔ بھاڑ میں جائے ایسی شیرینی جس کو دیکھ کر جی مالش کرے اور ابکائی آئے۔ اعلی لٹریچر کے لئے اعلی طباعت درکار ہو۔ نزاکت آفرین گلبدنوں کے لئے پھول ہی جیسے نرم اور شوخ رنگ برنگ کے ریشمی ملبوس قدرت نے فراہم کئے بلاشبہ "حسن طبع" "حسن صنعت" ہی کا محتاج نہیں ہے۔ مگر نفاست اور نزاکت کی کشمکش سے کسکو انکار ہو سکتا ہے!!

کسی نازک اور سراپا ناز کو ٹاٹ کے جوڑے۔ ململ کے دوپٹے گاڑھے اور کھدر کی ساری پہنا کر "حاجت مشاطہ نیست روئے دل آرام را" کا کوئی صاحب ذوق مزہ لیں تو میں دیکھوں!!

آپ کے نزاکت آفرین سرمایۂ ناز ہاتھوں کا مرتب کیا ہوا "مرقع ادب" "اردو ادب العالیہ (کلاسکس) کا بہترین البم ہے سخت ظلم ہوگا اگر کسی ناقدر دان مطبع کے سپرد کر دیا گیا۔ آجکل کے مطبع والوں کو خدا غارت کرے کیڑے مکوڑوں کی طرح نکل نے ہیں اپنے تجارتی مفاد کی نظر سے ہمارے ملک کی حسن نظر کو، حسن طبع کو، حسن مذاق کو غارت کر رہے ہیں "مرقع ادب" بلاشبہ اردو ادب کا "اوریجنل گائیڈ" صحیح معنوں میں کہلائے جانے کا شایان ہو۔ اس لئے اس کا لائبریری اڈیشن میں شائع ہونا از بس ضروری ہے "نیلینڈ ہو۔ انگلینڈ ہو۔" آگرہ نہ سہی گورکھپور یا ناظر کی نذر کیجئے گا تو شاید وہ اہل نظر کا منظور نظر ہو سکتا ہے "حسن ادب" کے متعلق مرقع کی خامشی کے بعد بھی

کھول کر کہوں گا، اس وقت دو باتیں کہنی ہیں۔ دھن کو دھن کے پورا کرنے کا آرٹ تو قدرت ہی نے بنایا ہے اس لئے اس کا معمولی تو الگ غیر معمولی جزو بھی کوئی اہمیت نہیں رکھ سکتا۔

سچ مانئے "حسن ادب" کے بہار حسن کے نکھرنے کے لئے میرا تن من بھی کام آئے تو میں دریغ نہ کروں گا۔ میری آرزو دیرینہ ہے کہ لکھنؤ سے کوئی اس شان کا پرچہ نکلے جو "شمع ادب" کے تبنے کا صحیح مفہوم اپنے اندر رکھتا ہو اور بیساختہ دنیا پکار اٹھے کر "بڑی شان سے نکلا ہے وطن سے"

میری بے معنی بکواس اور بیہم کلامی کے فرط شوق میں یہ نیاز نامہ فراق نصیبوں کے "شب فراق" کی طرح آسا دراز ہو گیا کہ آپ کی پیاری غزلوں کے لطیف شعروں کی نسبت کچھ جرأت نہیں کر سکا۔ کھٹکا لگا ہے، جی دھڑک رہا ہے کہ کہیں میری اس "بے شرمی" سے آپ کی طبع نازک کو زحمت نہ ہو۔ اور میری یہ ہرزہ سرائی بار نہ گزرے دل سے دعا ہے کہ آپ کا مزاج اب اچھا ہو اور طبیعت پورے طور سے اب صحیح ہو۔

آجکل یہاں طاعون کا میلا رچا رہا ہے۔ حیدرآباد کا شاید ہی کوئی کوچہ اس کے سیلابی اثر سے محفوظ ہو گیا۔ اُدھر تا موسم و فصلوں کے بدلنے کی گھڑی۔ زکام۔ نزلہ۔ کھانسی بخار کا زمانہ ہوتا ہی ہے۔ لڑکوں کا ساتھ ہے۔ کہیں بخار دخار میں پڑ گئے تھے۔ سارے جسم کا لہو خشک [illegible] ہے۔

[illegible] نونہال بغرض تعلیم ہمراہ ہیں [illegible] سے بھی [illegible] تکلف ہے گویا در پردہ اپنی [illegible] نے دیر کرائی اور مجھے حجاب ہے

کہ آپ کو انتظار میں رکھا حالانکہ یہ وصف ...... کا ہے اور میں آپ کا آپ کی
شبنمی انگلیوں کا نیاز کیش اور خادم فدائی ہوں - زیادہ والسلام

آپ کا نیاز کیش فدائی

عثمان جعفری

لکچرار سٹی کالج

حیدرآباد دکن شیدی عنبر بازار

۸ دسمبر ۱۹۲۴ء

دلنواز روح پرور صدقدر!

سلام شمیم ناز میں بسایا ہوا کاش قبول فرمالیجئے تو نہ صرف سلام کی بلکہ اس کی اوٹ میں میری نیاز بھری ہستی کے لئے نازش کا کافی سرمایہ ہے -

اسوقت آپ کے نیکلش ہاتھوں کا چھوڑا ہوا تیر یعنی دل آویز خط جو انہی سو محمود نگر سے جدا ہوا ہے میری نظر کا نور بنا ہوا ہے اس کا جواب میں دے رہا ہوں - بلکہ اس حسرت کو عریاں شکل میں آپ کی نگاہ ناز کو دکھانا چاہتا ہوں جو تین دن سے میرے بھولے اور البیلے دل کو بیچین کئے ہوئے ہے - اور مجھے حلال کیے جا رہی ہے میرے کالج میں وباؤں کی وجہ سے خدا اس کا برا کرے مہینہ بھر کی تعطیل ہوگئی تھی کالج بند تھا میں کاہیکو وہاں جاتا آپکا پیارا محترم نامہ کالج کے پتہ سے تھا وہاں آیا اور کسمپرسی کے عالم میں پڑا ہوا تھا چپراسی وغیرہ تھے - دفتر گھنٹے دو گھنٹے کے لئے روز کھلتا تھا کسیکو کیا غرض پڑی تھی کہ وہ میرے پاس بھجوا دیتا - کہ مبادا اس کے اندر میرا دل بند ہوا ہو اور اس کی طرف میری آنکھیں لگی ہوں اور دنیا میں اندھیرا ہے، جذبات شناسی کا

کال ہے .... ہاں ایک عرض ہے آپ سے کالج کے پتے سے میرے پاس خط نہ بھیجو
عثمان جعفری شیدی عنبر بازار حیدرآباد دکن کافی ہے پروفیسر کے عنوان کو آج کہتا ہوں
اپنی رداسے کہن کے لئے سلمہ یا ستار انہیں سمجھا گھر کے پتے سے وقت پر ملجائے گا۔ خدا
کرے آپ اچھے ہوں اور اچھے رہیں۔

مجھے دنیائے شاعری کے باشندوں سے زیادہ الفت ہے کہ خدا واسطے بھی وہ
ہم جیسے آوارہ خیالوں کی قدر افزائی کرتے ہیں اور اس عالم کے سکونت گزینوں سے
اللہ واسطے وحشت اور نفور ہے۔ خیر بہرحال مدت کے بعد خط ملا جس میں مرقع ادب کے
مقدمہ کی نسبت مجھ سے فرمایش کی گئی ہے۔ آپ کی قدر افزائی کا قدردان اور آپ کی
دلکشی کے قربان۔ مجھے بڑے لوگوں کی طرح انکسار نہیں آتا اور اہل کمال کی طرح تواضع
میں ایک بے مایہ آدمی ہوں اپنی بے مائگی کے عالم میں جو کچھ بن پڑے گا اپنے خیال کا
تانا بانا دھجیوں کی صورت میں آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ پسند آئے گا تو مرقع کا
پیوند بنا لیجیے گا اور نہیں تو شکوہ نہیں گلا نہیں۔ من آنم کہ من دانم! اگر دیر بہت ہو گئی
اسلئے مجھے فوراً اطلاع دیجئے۔ ضرورت ہو تو میں مقدمہ لکھنا شروع کر دوں۔ ورنہ کالج
کی نذر۔

آپ کا نیاز کیش
عثمان جعفری

حیدرآباد دکن۔ ۲۳ دسمبر ۱۹۳۲ء

پیارے صفدر! دلارے صفدر! آنکھوں کے تارے صفدر!

مجھے میرے اس سنرلہ کی وجہ سے اپنی ملامت کے نشانوں کا ہدف نہ بنائیگا۔
للہ اپنے نکتہ چیں الفاظ کے ریزوں سے میرا سینہ فگار نہ کیجیے گا۔ اپنا کرم شگفتہ ہوں سے

شعلہ نما آنکھوں کی پنکھڑیوں سے میرے بھولے اور معصوم جاذب طبع کو لہولہان نہ فرمائیگا
میرا خدا گواہ ہے میں خود چاہتا ہوں میرا جی چاہتا ہے اور میری چاہ کی یہ چاؤ
ہوتی ہے کہ آپ کو اپنے دلی احترام اور عزت کے لہجہ میں مخاطب کروں، اگر دل کو میں کیا
کروں وہ میرے بس کا نہیں نہ میرے قابو میں - اس کی ڈوری آپ جیسی ہستیوں کو ان
لفظوں سے پکارنا بے شبہ بلاغت کی رو سے بے محل ہونا چاہیئے مگر خدا کے واسطے کائنات
محبت عالم الفت کے مد و جزر کو بھی نگاہ میں رکھئے گا - جہاں ہر حرام حلال اور ہر بدنمائی
حسن اور ہر بے ڈھنگی تناسب اور ہر ننگ و عار صداقت و نیاز کا جوڑا پہن لیتے ہیں -
اگر آپ دریا کے جھکھٹ کے دلکش سین کو اور متوالے پن کے گلابی ڈوروں میں ڈوبی
ہوئی نظروں کی نیچی نیچی نگاہوں کے نظارہ کو جو زمین تک پہونچتے پہونچتے آنکھوں ہی آنکھوں
میں ہزار بار پردہ کرتی ہیں اور بے محابا ہو کر فضائے آسمان تک جاتی اور وہاں قیامت
برپا کرتی ہیں کوئی وارفتہ طبع شوریدہ سر دیکھ کر بے قرار و خود رفتہ ہو سکتا ہے اور سنجیدگی اور
متانت کا ڈراپ سین ممکن ہے تو یقین کیجیئے کہ آپ کے کنول کی سی آنکھوں سے زیادہ دلکش
خط کو پڑھ کر دیکھ کر بے دل کا آدمی بے خود سرشار مخمور بھی ہو سکتا ہے اور اس کے سنجیدہ متین
انداز و طرز میں بے شبہ تلاطم برپا ہونا ایک امر واقع ہے - آپ کی خوشنما نوازشوں کے قربان
دل موہنے جی لبھانے من بھاونے کے آپ بے شبہ رسیا ہیں!! یہ بھی ہر شخص کا کام نہیں
خوبان معنی ہی کو یہ ستم ظریفیاں خوب آتی ہیں، لکھنؤ جس کا نشیمن ہو، شام اودھ جس کا مرغزار
ہو اس میں ان دلکشیوں اور دلربائیوں کا ہونا کچھ قدرتی سا ایک لکھا ہوا عطیہ ہے -
۱۱- دسمبر کا لکھا ہوا [illegible] مجھ کو خط ۱۳ کو اسکول گیا تھا - آج آٹھویں دن جواب
لکھ رہا ہوں، اور چاہتا تھا کہ جواب کے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں لیکن کسی کا چاہا ہوتا

ہوتا کب ہے کہ میرا چاہا اپنے وقت پر ہو جاتا۔ کالج کے کام کے بوجھ سے میری پیٹھ دوہری ہو جاتی ہے اور چار و ناچار کرنا ہی پڑتا ہے، کسی طرح سے ٹالنے کو جی نہیں چاہتا۔ اسی میں دیر پر دیر لگتی گئی، جمعہ کو یہاں چھٹی ہوتی ہے یہ وہاں کے روزگار کا بدلا ہے۔ فرصت مل گئی تو اللہ کر کے بیٹھ گیا، ٹوٹا پھوٹا مقدمہ اپنی ٹوٹی پھوٹی [illegible] زبان میں یہاں کی لب و لہجہ میں لکھ دیا، بات کرتا تھا دو دن اس میں صرف ہوئے۔ آج وہ [illegible] ہے آپ کی خدمت میں جا رہا ہے۔ اچھا ہو کہ برا مجھے اس سے بحث نہیں آپ کا کہا کر دیا ہے۔ مجھے لکھنا وکھنا نہیں آتا اور سے خالی خولی محبت البتہ عقیدہ رکھتا ہوں۔ پسند آئے اس کی خوش نصیبی ناپسند ہو میری گردن پر۔ میں خود [illegible] اپنے سچے بے لوث خیالات کو ظاہر کر دیا ہے تصنع نہ آتا ہے نہ کر سکتا ہوں۔ کاش فرصت کا دامن وسیع ہوتا۔ اور رواں قلم کو گل چینی کا موقع مل جاتا تو شاید اپنی مرضی کے مطابق مرقع میں جوڑ لگا سکتا مگر افسوس!!

خدا کرے مرقع جلد نکلے اور شان سے نکلے۔ سج دھج نرالی ہو۔ سجاوٹ ایسی ہو آپ نظیر ہوں، پڑھیں ہوں کا بھی جی دیکھ کر تڑپ اٹھے اور وہ بھی دل ہار دے۔ تو [illegible] دیکھنا ہے عروس سخن کے بناؤ سنگار میں کہاں تک اپنے حسن طبع کو کام میں لاتے ہیں۔

آپ چاہتے ہیں تو ایک بات اور کہوں گا مرقع کے شروع میں اپنا ایک فوٹو بھی آویزاں فرما دیجئے۔ [illegible] آ جائے گی اور شوخی تحریر کا رنگ کھل جائے گا۔ [illegible] ان کی نظر سے میری اس تجویز [illegible] کا رنگ پھیکا پڑ جائے گا۔

بازار حسن متاع سخن [illegible] ہیں۔ خدا کا شکر ہے [illegible] بازار ابھی ایسا ٹھنڈا نہیں ہوا ہے [illegible] جاتے [illegible] کے خریدار نہیں ہیں

ہزار ہین مین تو یہی کہے جاؤن گا تیرخ بالاکن کہ ارزانی ہنوز!!

طباعت سے نکلنے کے بعد پانچ جلدون کا وی پی میرے نام سے فوراً بھجوا دیجیے گا دن گنون گا رات اختر شماری مین گزرے گی۔

دادی ایمن والی غزل کو کئی بار پڑھ چکا ہون مگر ہر دفعہ آنکھون کی رشک طوفان بن بن گئی ہے۔ اٹھا دو تم بھی چلمن، ذرا پھر دیکھ لین، آہ غضب کے نظارون کا مرقع ہے آپ نے چلمن کی اوٹ مین لباس مجاز جس کا دوسرا نام ہے قیامت کی حقیقت کی جھلک دکھلا دی کہ ہزارون ہیبت سے تڑپ رہی ہین مری جبین نیاز مین بس آگے کچھ نہ کہون گا تکفیر کے فتوون کا ڈر لگا ہوا ہے۔

کہاں تک باغ مین چن چن کے گلچین پھول توڑینگے
لئے پھرتی ہے بلبل اپنے دل مین سارے گلشن کو

اس شعر مین جو شاعری کا چمن نازاں ہے جس کی پنکھڑی پنکھڑی مین شعریت سمائی ہوئی ہے مین نہین کہہ سکتا کہ میرے کن حسیات کا باب وا ہو گیا ہے سارے گلشن کا دل مین لیے پھرنا ایک عجیب عالم اپنے اندر چھپائے ہوئے ہے، کس کس شعر کے اثر کو دکھلاؤن؟

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

اللہ کرے مجھے وقت مل جائے کہ آپ کے دیوان پر تبصرہ کرون عقل والے دیوانے نظر والے مدہوش نہ ہو جائین تو سہی۔ جواب مین دیر لگی آپ کی انتظار بھری نظرون کو واقعی بڑی الجھن ہوتی ہوگی۔ وجہ لکھدی ہے مگر کہا بھی ہے

لو کھڑے ہین ہاتھ باندھے ہم تمھارے سامنے

[illegible]

۲ جنوری ۱۹۲۵ء شیدی عنبر بازار

حیدرآباد دکن

قبلہ افزائے جعفری سلام مسنون۔

آج جمعہ کا دن تھا کل پرسوں دن سے دھیما دھیما درد سر میں کانٹے کی طرح چبھ رہا تھا، رات سویرے ہی سو گیا کہ یہ "زہر آگین تلخی" خواب نوشین سے بدل جائے گی۔ رات ساری الجھن میں کٹی، جاموں کی سی کالی رات کے بھونرے بالوں کو سپیدۂ صبح سلجھانے ہی کو تھا کہ آنکھ لگ گئی ایسی لگی کہ فجر کی حاضری بھی نہ ہوئی — تم ہوتے تو کون کہتا درد سر دوران سر بن گیا۔ بدتری اور بڑھ گئی۔ ایسی حالت میں مولانا عنایت اللہ جو پہلے خلیفہ ذکاء اللہ مرحوم کے صحیح معنوں میں جانشین ہیں۔ ناظم دارالترجمہ ہیں۔ ان سے ملنے چلا گیا شہر کے باہر نکلا بسیرا ہی "باغ عام" کے پاس جس کی شاہراہ بے شبہ کہکشاں سے بڑھ کر دلپذیر اور کسی حور وش کی چند [illegible] لگی یا اس سے زیادہ [illegible] ہے صبح کا سہانا وقت تھا نکہت آفرین کی ہوا لگی [illegible] تفریح ہوئی لیکن شکوہ نہ گیا میری طبیعت کو [illegible] آقا [illegible] بھی لڑتی ہے تو جب تک [illegible] نکل نہ لے جی کو چین نہیں ہوتا۔ کرنے کا کام دھرا رہتا ہے۔ خدانخواستہ مرزا [illegible] ہوں [illegible] کا دھنی [illegible] شباب کا [illegible] آرزو دیرینہ کو اٹھا رکھا تھا۔ دل کو اس کی کاوش [illegible] لگ [illegible] تھی [illegible] حور وش ماہ تمثال پری [illegible] کم [illegible] آنکھوں [illegible] میں اتنی ہی لگاوٹ لیکن اس دم [illegible] تھا نگار، معارف، جامعہ، [illegible] اردو [illegible] زبان [illegible] اور [illegible]

نماز جمعہ کی گھڑی نزدیک آتی جاتی تھی اور طبیعت سنبھلتی نہ تھی کہ شاعروں کے نامہ بر کبوتروں سے زیادہ پیارا نامہ رسان آیا جس کو دنیا "دھرکارہ" اور روشن خیال "پوسٹ مین" کا خطاب دیے ہوئے ہیں۔ اس نواح میں "ٹپہ والا" کہلاتا ہو جسے میں اس اجڑے ہوئے دیار کے دور دراز کونوں کی بستیوں کی یکدلی اور یکجہتی میں دھرکا سنجوگ سمجھتا ہوں!! میں تو کیا میرا خدا جانتا ہو ڈاکیہ کو لگاؤ اور لاگ کی دریشی جانتا ہوں!! میری نظر میں تو وہ دردِ الفت اور سوزِ محبت کا چقماق ہی چقماق نظر آتا ہے۔ میری رجسٹری کی رسید اور اُسی کے جلو میں آپ کا بے نقاب خط مجھے ملا۔ میں نے ابھی ہاتھ ہی میں لیا تھا کہ اُس کی عنبریں ہواؤں نے بادِ فردوس کا کام دیا۔ اس کا ہر ہر لفظ میرے حق میں امرت کا پیالہ اور آبحیات کا میگون جام تھا۔ آپ کا خط خط کاغذی نہیں ہوتا۔ لفظوں کا گلدستہ ہوتا ہے جن کے خوبصورت پھولوں کی حسین اور نازک پنکھڑیاں خارِ حسن سے متوالی جھومتی نظر آتی ہیں، بے بناوٹ کہہ رہا ہوں تحریر نہیں ہوتی تخیل کی نزاکتوں اور نازش و نوازش کی زمزمہ سنجیوں کا ایک نظر فریب اور دلکش مرقع ہوتا ہے آپ کے قلم کے ٹپکے ہوئے لفظوں کی نغمہ ریزیاں جو خود میری زبان کے زیر و بم سے بہت کچھ متاثر ہوا کرتی ہیں آہ میں نہیں کہہ سکتا کس قدر رنگا رنگین ہوتی ہیں۔!!

چنانچہ پڑھتے پڑھتے درد کافور ہو گیا۔ گویا خط کیا تھا مسرت کا کنول تھا، یا سرور یا تازگی کا پھول جس کے گلِ تر کے شرما دینے والے رخساروں کی نقش و نگاریاں آتش افشاں اور جان آفریں تخیلیں کر دم کے دم میں صندل کا کام کیا۔ بے درد سری کے نہ گھسا نہ لگایا اور درد دور ہو گیا۔

محترم صفدر! یہ نئی بات نہیں آپ کی تحریر ہمیشہ میرے ساتھ ہی نقل کر جاتی ہے

سچ مانیئے گا کہ جب آپ کا خط میرے پاس آیا ہے میرے دل میں میرے دل کی عمیق گہرائی میں ہمیشہ ایک نہ ایک ایسا تار چھڑ گیا ہے جو زندگی کے سکون کے بعد بھی تھرتھراتا رہتا ہے کئی بار میں اس کیف سرشار سے شرابور ہو چکا ہوں، میری یہ ایک کیفیت ہے اور دل آپ جانتے ہیں کہ صدہا کیفیتوں کا آماجگاہ ہے کسی کا اُس پر تصرف تو ہے نہیں مجھے آپ سے آج سے نہیں تقریباً دس سال سے دلی اور بیحد اُنس ہے اور میں آپ کو ایک "محترم ہستی" کے لباس میں دیکھتا ہوں۔ آپ کی قلم طرازی کو "عروس اُردو" جس کی ہمیشہ ممنون رہے گی چشم امتیاز کی تپلی سمجھتا ہوں۔ اپنے انہیں اضطراری جذبوں کے ساتھ جلدی جلدی مقدمہ کے نام کی سطریں لکھدی تھیں۔ ڈر کا لگا ہوا تھا کہ کسی برباد گنہ لازم کا ٹوکرا سر نہ پڑے، مگر یہ بھی آپ کی دلنوازی کا ایک دردِ دل کے نہ پار ہونے والا بے پناہ تیر" ہے شکر ہے کہ وہ آپ کے برق نگاہ سے مس ہوگا، میں تو پایا ایسا حلا سر بچھونہ راکھ! خدا کرے اب جلدی طبع ہو کر مطبوع طبع اور منظور نظر ثابت ہو میں تو ابھی سے مرقع کی دعوتیں دے رہا ہوں۔

آپ نے میرے التماس کا جواب نہ دیا جس کا اشارۃً یہ مفہوم میں نے سمجھا ہے کہ یہ سب خام خیالیاں ہیں یا آپ "زمرۂ تقدیس شعاران" کے ایک رفیق ہیں، غالباً میرا مطلب سمجھ گئے ہوں گے کہ مرقع میں آپ کے فوٹو کا چوکھٹا ہونا چاہیئے۔ ایک تکلیف دیتا ہوں حضرت ریاض (عمرش دراز باد) کا پتہ بھیج دیجیئے مجھے اُن سے کام ہے، آپ کو پھر لکھوں گا، مرقع کر تو آپ دُلھن بنا چکے اب نہ جانے آپ کے پیارے اور نشاط صفت ہاتھ کیا کریں گے؟

آپ کی "ہلال ..." والی غزل کی وہ کنواری اور دوشیزہ گڑیاں شیریں الفاظ

کی لڑیون مین مجھ سے دوچار ہوئیں، فی الحقیقت مین خوش نصیب ہون کہ بزم شاعری کی حسن نمائی کے قبل میری آنکھیں انھیں دیکھ رہی ہین اور میرے کان سن رہے ہین مطلع سے پہلے مین دو شرارت والے شعر کی داد دیتا ہون۔ آہ یہ دل اور یہ مین! آپ کی دو شرارتون نے انھیں قیامت بنا دیا ہے، ،،کے اور کا،، مزہ مجھ سے پوچھیے، ان دو شرارتون کی سجوگ ،،وفا،، پھر کیسی کچھ ہونا چاہیے جس کا حلیہ "بڑی بیداد گر ہوگی" سے بڑھ کر میٹھی اور معنی خیز ترکیب مین نہین سما سکتا۔ بیداد گری وفا کی توجیہ کسقدر رالبیلی ہے کہ بے مانے رہا نہین جاتا وفا اور بیداد کے اجتماع کا بھلا اس سے زیادہ رسیلا اور شوخ انداز ہو ہی کیا سکتا ہے؟ مطلع کی داد کی گنجایش نہین رہی، آپ نے حسرت عشق کا خاتمہ کر دیا، ایک چھوٹا سا شعر اور اس مین عالم حسرت سما دیا، آہ کس قیامت کی حسرت اور کس غضب کا کانٹا ہے جو دنیا کے متانت اور سنجیدگی کو تہ و بالا کر دینے کا آلہ ہے چھیڑ ہو تو ایسی، ادا ہو تو ایسی رشک و رقیبی کو بے شبہ آپ نے ثابت کر دیا کہ دل کا ایک روگ اور جی کا ایک خلجان ہوتی ہین ورنہ مین تو شاعرانہ سوکن آپا یا سوتیا ڈاہ کے مرادف سمجھتا تھا۔ پوری غزل کا مشتاق رہون گا۔

آپ کے پاس خط لکھنے بیٹھتا ہون خدا کو علم ہے کہ اختصار در اختصار مین اتنا وقت آپ کا لے لیتا ہون، میری نظر سے اپنے اخلاق سے گرانی خاطر معاف فرمایئے۔ اب زیادہ نہ ستاؤن گا۔ مین یار شاطر بننا چاہتا ہون نہ کہ بار خاطر!! خدا کرے آپ اچھے ہون اور خوش، والسلام۔۔

آپکا نیاز کیش ازلی عثمان جعفری مچھلی شہری

نوٹ: مولانا نے اپنے اس بے نظیر خط ذیل ہو بلا تشبیہ خط رخسار جانان کا

جواب ہی ناچیز مؤلف کے ایک مطلع اور ایک شعر کی جو قبل شاعرے کے موزون ہو گئے تھے، داد دی ہے ہمارے پیارے ناظرین قبل اس کے کہ ہم سے دریافت کریں ہم ذیل مین لکھے دیتے ہین۔ مطلع و شعر کی تو حقیقت نہین مگر ہمارے محترم لایق و فایق مولانا عثمان جعفری کی داد البتہ قابل ناز ہے۔

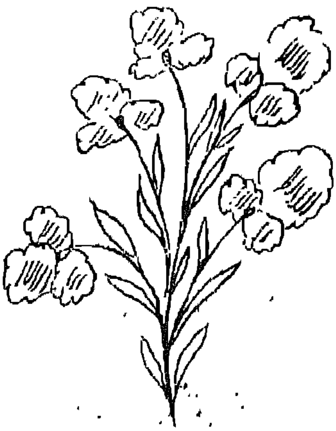
مطلع

عدو کے گھر ہلال عید پر انکی نظر ہو گی　　شب وصل عدو ہو عید بھی دشمن کے گھر ہو گی

شعر

یہ دن بھی ہین شرارت کے یہ سن بھی ہے شرارت کا
وفا بھی تیری او کم سن بڑی بیداد گر ہو گی

(مؤلف)



حیدرآباد دکن

۵- نومبر ۱۹۲۴ء

گلزار اُردو کے مالی حضرت صفدر!

سلام شوق!

خط کے ہم پہلو وقت کی مناسبت سے یہ اوراق پراگندہ ملاحظہ مین بھیج رہا ہون ابتدا سے طبیعت مین بے نیازی کا عالم تھا۔ اور شان استغنا کا افراط سے سرمایہ ہاتھ آگیا تھا، ان کے ہاتھون عالم شباب مین دست شوق کے بنائے ہوے گلدستے طاق یادگار مین رہ نہین گئے، اب تو آسیائے فلک کا ایک دانہ ہو رہا ہون۔ شمع طبع بجھنے کو ہے مذاق کا چراغ، چراغ سحری ہو رہا ہے، مین تو سمجھ رہا ہون کہ گویا لکھنے پڑھنے کے دن گئے، کام کرنے کا زمانہ نہ رہا، اور دل جس کو مین سینہ سے لگائے رکھتا تھا دنیا کی بے دردیون سے کا خور ہو رہا ہے، بے قراری طبیعت اور بے تابی دل جس کو مین اس دنیا سے بے مہر کا سمجھا کرتا تھا اور یقیناً دنیا کی بے مہریون کی ان سے کچھ تلافی ہو رہتی تھی مجھ سے اس طرح جدا ہو گئے ہین جیسے حسن کی بہارین، انحطاط شباب سے قبل کی حالت نہ پوچھیے، شوریدہ سری کا عالم تھا نچلا بیٹھا نہین جاتا تھا، فکر و خیال کے چلنے کے ساتھ ہاتھ پاؤن بھی چلبل چلبل کیا کرتے تھے، چارون کونے کے مشاہیر اور اہل سخن سے اُردو اور عربی مین نامہ و پیام رہا، سلسلے بہلانے داد سخن دیا کرتے تھے۔ جھوٹ نہ جانیے اکثر تحریرین اور تحریرون کے اکثر فقرے اور بیشتر جملے قلم سے نکلنے کے بعد خود اپنی ادا جیون سے مجھی کو نچا نچا دیا کرتے تھے اور دل گانے لگا کرتا تھا، باغ اُردو کے رنگ برنگ کے پھولون سے میرا دامان نگاہ تنگ ہونے لگا تھا لیکن آہ جفا شعار آسمان کو کیسی یہ کامرانی کا سین کب بھلا معلوم ہوتا ہے؟ دادمی غربت کی

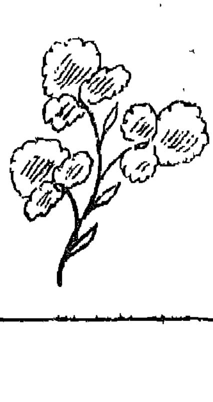
ٹھوکریں کھلانے کے لئے دیس بدیس مارا مارا پھرا۔ اس گردش فلکی کے دور میں وہ سرمایۂ نظر پھولوں کی پنکھڑیوں کی طرح نہ جانے کہاں تتر بتر ہو گیا۔ اب انکی حسرت دل کے بہلانے کو باقی ہے۔

کاش میرا کشکول بے مائگی بھرا ہوتا تو میں مرقع کے دامن میں ٹانکنے کے لئے بہترین ستارے پیش کرتا۔

حضرت مضطر خیرآبادی کا ایک خط ابتدائی نہ جانے کیسے بچ گیا، بھیج رہا ہوں۔ مولانا عبدالحق بی اے سکرٹری انجمن ترقی اردو کے دو خط ہیں مجھے ان کی سادگی بڑی شیریں معلوم ہوتی ہے۔ شائد آپ کو بھی میٹھی محسوس ہو۔ سید محمد ہادی ہادی مچھلی شہری وکیل علیگڑھ کا ایک ابتدائی خط ہے۔ اور باقی تین چار خط میرے اس مرقع کے چوکھٹے میں جڑنے کے لائق یہ نہیں مگر شائد آپ کی نظر انتخاب انھیں بھی چن لے۔ مجھے اپنی تحریروں کے عکس لینے کا کبھی شوق نہ ہوا یاد نہیں کہ کیونکر یہ مسودے رہ گئے تھے ان کی نقلیں بھیج رہا ہوں مرقع کے خریداروں میں میرا نام بھی چڑھا لیجئے۔ والسلام

آپ کا شیدائی

عثمان جعفری مچھلی شہری



مولینا عبدالحق صاحب بی اے سکرٹری انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکے نام

جہان آرائے اردو گیتی افروز ادب مصباح فیض منبع کمالات علیجناب
فیضمآب حضرت مولانا دامت ریاض الادب بہار ہمواکم فاخرہ دباشند۔

سلام مسنون کا فریضہ عقیدت مندانہ آداب کے ساتھ پیش کرنے کا فخر حاصل کرتا ہوں۔ میری بے چینی کے عالم میں پیش کی ہوئی رجسٹری کا جواب جس شان کے ساتھ مجھ ذرہ بے نوا کو مرحمت فرمایا گیا۔ اس کا شکریہ میرا دل میری زبان، میری قوت تخیل دس حصہ میں ایک حصہ نہیں ادا کر سکتی۔ اور ذرہ نوازی محتاج طرح گستری نہیں حسن کرم کا غازی گہنوں کے سنگار سے بے نیاز ہے۔ ارباب نواز کی نیاز پروریاں باہم ایسے نیاز کیشوں کے حق میں نوازش گرائیاں تعریف وثنا سے مستغنی، لیکن کاش جذبات دلی کی تصویر میری زبان کا غازی نوکس پر کھینچ جاتی تو باوجود اپنے عجز کے شکر گزاری کا مرقع ضرور پیش کرتا جس کے لعبتان خیالی کے نظارۂ شیریں کے سامنے دریا کی روانی، روانی میں موجیں موجوں کی لہریں لہروں کے لہرانے کا دل فریب منظر پراگ کے لب گنگا کا سین صبح بنارس کا جانستان منظرہ شام اودھ کے بہار کی لذت آفرینیوں کو نہ صرف سیر بینیان عالم کی نظروں سے گرادیں بلکہ حسن معانی کی دلدادہ ہستیاں بھی اسے دیکھ کر مثنوی میر حسن سے آنکھ چراتے دستنبوئے غالب کے شیدائیوں کو بے التفاتی کا پامال رجاتا۔ گلستان بوستان کے سدا بہار پھول نرگس مزار کی طرح سرنگوں ہو جاتے۔ مگر افسوس زبان قلم ترجمان دل نہیں بن سکتی پھر اس ذرہ نوازی کا شکرانہ ادا کیسے ہو جس نے نخل آرزو کو برگ و بر کا گہنا پہنانے کے لئے اس کی درخواست سے پہلے تحریک فرمائی گئی ہو۔

بے طلب جو مِلا مِلا مجھکو

بے سبب جو دیا دیا مجھکو

کاش وہ گھڑیاں جلد آئیں جس میں مجھے فخر حضوری حاصل ہو اور فرط انبساط سے مثل حباب جامے سے باہر ہوں اور مارے خوشی کے میرا پاؤں زمین پر نہ پڑے اور دماغ آسمان پر ہو سہ

کام رُکنے کا نہیں ملے دل نادان کوئی!!

صدر مہتمم صاحب دورے پر تھے آج چھ سات دن ہوئے آ گئے۔ ناظم صدیقی غازیپوری ایک لائق و معزز آدمی ہیں میرے آبائی مراسم کی زندہ نشانی ہیں اُن سے میں ملا تھا۔ استفسار پر معلوم ہوا کہ عالیجناب کا مراسلہ میری تحریک کی بابت اُن کے پاس نہیں پہونچا کیونکہ اُس کا ذکر مذکور نام کو نہیں آتا اور ہر قسم کے کاغذات خطوط مراسلات انہیں کے تفویض ہوتے ہیں۔ ذکر نہ ہونا تعجب ہے۔ میری صرصر تحریک مراسلہ کو اڑا لیجانا یعنی ابتک سررشتہ عالیہ نظامت سے کسی قسم کا استفسار نہیں فرمایا گیا، عالی جناب کی کریمانہ نیاطینوں نے گستاخ بنا دیا ہے۔ آتش سوزان حریق اشتیاق بنائے ہوئے ہے۔ پانی چھلنی میں ٹھہر نہیں سکتا۔ توجہ کی آنکھیں پرتو حقی سے ضیا پذیر ہو چکی ہیں جس کے ذرہ وجود کو حقانی مہر افروز یوں نے ضیا فگن بنا دیا ہے جن کا سویدائے دل نقشہ جمال حقی کے انعکاس سے غیرت طور بنا ہوا ہو جس کو فرط جذب نے وارفتہ بنا کر کباب سیخ بنا رکھا ہو۔ آہ اس کے دل کو قرار کیسے آسکتا ہے، اس کی جان بیتاب صبر کیسے کر سکتی ہے۔ اسی اضطراب نے (خدا اس کو اور بڑھائے) پھر مجھے بیتابی اور بے قراری اور سچے فدائین کا مرقع[۱] پہنا کر عجز

[۱] مرقع کے معنی خرقے کے بھی ہیں (مولف)

اور دردمندی کا کشکول ہاتھ مین دیکر عالی جناب کے فیاض اور گہر بار در پر کھڑا کیا ہے اور مین بھیک منگون کی طرح عالی جناب کے دروازے پر اپنی صدا سے درد و سوال دردناک التجا سے جگر تاب پہونچانے کے لئے مجبور ہون کہ ایک مراسلہ میری تحریک کے متعلق جناب سید علی اکبر صاحب صدر مہتمم کی خدمت مین اور پہونچا دیا جائے۔ نظامت مین تو غالباً تحریک پہونچ چکی ہوگی، ورنہ وہان بھی ارقام فرمایا جائے۔ مین نے سید محی الدین صاحب بالقابہ کی خدمت مین گذارش کیا ہے۔ محمود احمد خان صاحب کو توجہ دلائی ہے کہ مطبع سے جلد کاغذات نکلوا لے جائین۔ اپنی آرزو سے دیرینہ صورت امید بن کر کسی کا شعر سنا رہی ہے ؎

افسردہ دل بہ در رحمت نہین ہے بند
کس دن کھلا ہوا در شاہِ زمان نہین

اپنی جہان افروز ذات عالی صفات کی نسبت عالی جناب کے قلم گہر رقم نے جو کچھ ارقام فرمایا ہے، وہ بھی بجا شیوۂ کمال ہے، اور حُسن رقم، جمال قلم، ورنہ اُردو کو آج عالی جناب ہی پر ناز ہے۔ اُردو کی عزت، پائیداری جناب کے دم سے ہے۔ خاص کر ان آنکھون مین جو میری آنکھون کی پتلی ہین۔ اور میرے سر کی زیبا۔ بے مبالغہ عرض کرون گا۔ گویا مین دیکھتا رہتا ہون، غالب، سرسید، محسن الملک، حالی، آزاد۔ نذیر احمد صاحب مرحوم کی نہ صرف مرزا مظہر جانجاناں رح بزمرہ سلاطین اُردویت کی روحین اور روحانیتین چکور کی طرح آپ کے گرد چکر لگاتی رہتی ہین۔ اور آپ کی مبارک ہستی مین ان تمام ہستیون کی نمود نمایان ہین

آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

خدا مجھے ایک بار کچھ دنوں کے لیے جناب کے قدموں تک پہونچا دے اور میرا حریم آرزو شبستان نصرت بن جائے - زیادہ حد ادب -

کمترین عثمان جعفری مچھلی شہری

۱۰ فروری ۳۲ء گلبرگہ

سید محمد ہادی صاحب ہادی مچھلی شہری بی اے وکیل علیگڈھ کے نام

گھٹا جاتا ہے دل اندوہ بے پایان سے اے ہادی

سلام مسنون!

جو جان پہچان والے تو الگ انجان اجنبی کو ملانے کا ایک واسطہ ہے - والسلام علی من عرفت ولا من تعرفت (بخاری)

جی چاہتا تھا سے سلام ہی اپنے جوش دردمندی کا ابال دکھلانے لگوں لیکن سلامتی نے عنوان خط کی کایا ہی پلیٹ دی، آئینہ، ادیب، الہلال، مدینہ میں اکثر آپ کے جلوے نظر آئے - بلا مبالغہ لکھ رہا ہوں، جب کبھی بھی پرچوں میں اخبار دن میں آپ کا نام دیکھا، آنکھوں میں بجلی چمکی معلوم ہوا کہ طور ہے، باربار دل چاہا کہ آپ کے پاس اپنی دلی نسبت اور آتش خیالی کا اظہار کر دوں اور کسیو جہ سے نہیں تقاضائے الفت محبت لاکھ پردے میں چھپائی جائے لیکن میرا خیال ہے چھپ نہیں سکتی اجگر میں ہمیشہ ایک کھٹک ہو جاتی تھی - آپ علی گڈھ کے نامی وکیل ہیں، اور میں مچھلی شہر کا ایک بدنام و بدنام کنندہ، چہ نسبت و بہ بین تفاوت، حرکت تخیل کو سکون سے

مبدل کر دیا کرتا تھا۔ ہر بات کے لئے ایک گھڑی ہوتی ہے جس مین اُس کا ظہور ہوتا ہے، اکتوبر کا "خادم کعبہ" نظر پڑا، آپ کی غزل سے آنکھ مل گئی، جون جون پڑھتا جاتا تھا دل پر کٹاری لگتی جاتی تھی، آپ سے ربط معنی قائم ہوتا جاتا تھا۔ مین نہین کہہ سکتا غزل پوری کرتے کرتے میرا کیا عالم ہوا ہے ؎

مری عمر دو روزہ پر ہے احسان تیغ قاتل کا
کہ ہر ہر قطرۂ خون مین نہان اک زندگانی ہے

سچ باور کیجئے ہر ہر دفعہ پڑھنے مین نہ جانے کے کے بار مرا ہون اور جیا ہون، آہ شعر کیا آپ کے قلم سے نکلا ہے موت، زندگی کا عجب سنگم یاد آگیا۔ ع

مرے زخمون مین پنہان راز ہے تسکین کامل کا

دوسرا مصرع تمھاری نوک نشتر مین ہے پانی آب حیوان کا

واقعہ تو یہ ہے کہ مرہم شفا اور آب حیات ہے، درد کا چاہے درماں نہو لیکن درد دل کی تسکین کا سرمایہ ضرور ہے مجھے ان دونون مصرعون نے جتنا تڑپایا ہے اور تڑپ مین جو سکون پیدا کر دیا ہے وہ نوک قلم پر نہین آسکتے۔ غزلون کی مجموعی کیفیت نے آشنا وارفتہ بنایا کہ بیخود ہو گیا۔ اسی عالم محویت مین محو تماشہ ہو کر آپ کے پاس حاضر ہو رہا ہون، نہ اور کو ہے نہ اور لاگ، آپ کے مقطع نے تو کہین کا نہ رکھا ستم ہی کاٹ ڈالا چنانچہ بجائے القاب خط کے آپ کا مقطع زبان قلم پر آگیا۔ اندوہ بے پایان نے سینہ مین آگ لگا دی، دل گھٹنے کی کیفیت نے ایک قیامت برپا کر دی، پھر اگر گویم زبان سوزد، کا دھڑکا لگا ہوا ہے، ڈرتا ہون کہ کہین کاغذ نہ جل جائے اور قلم سے آگ نہ جھڑنے لگے۔

سینہ ہی آتش دان بننے کا حق رکھتا ہے۔ع

بر لبم قفل است و در دل رازہا

دعا کرتا ہوں کہ آپ کے قلم میں روانی ہو اور آپ کے ناہید آسا اشعار سے افق جرائد آسمان صحائف تابان و درخشان نظر آئے۔ آپ کے پیارے نام سے مچھلی شہر کا نام روشن ہوتا ہے، آپ مچھلی شہر کی نگری کا نام جگاتے ہیں اور میں مچھلی شہری جگمگاہٹ کا ہیچ جانیے پروانہ ہوں، مچھلی شہر کی شمع اللہ کرے شمع طور بن جائے، اندوہ بے پایان میں مچھلی شہر کا بھی لگاؤ ہے !!!

مجھے شاید آپ نہ پہچانتے ہوں، مچھلی شہر سے برسوں ہوئے نکلا ہوں، کہ غربت اب میرا وطن ہو گیا، بدیس رہتے رہتے پردیسی بن گیا ہوں۔ ہاں جہاں کہیں رہوں اور جہاں کہیں رہا وطن کی لو لگی رہی۔ اور وطن کی دھن میں رہا، خدا کرے اسی دھن میں جیوں، اور اسی دھیان میں مروں اور وہیں دفن ہوں۔ نام بتاتے ہوئے شرم آتی ہے، بدنام کنندۂ نکو نامے چند ہوں ؎

نام نہ پوچھو مرا بدنام ہوں

کام نہ پوچھو مرا ناکام ہوں

بھکاریوں کی طرح مارا مارا پھرتا پھرتا حیدرآباد پہنچ گیا ہوں، زندگی کے پانچ دن ہیں اُجلے کالے تیر کر رہا ہوں خدا کرے ایسی ہی گزر جائے۔ تین چار لڑکے بھی آپ کے وطن کے ساتھ ہیں، وطن کی خدمت کے لئے اُن کی خدمت میں لگا رہتا ہوں۔ خدا سوارت کرے، اور ان کی معصومانہ محنت اکارت نہ کرے، پیارے وطن کے کام آئیں۔

زیادہ والسلام مع الاکرام۔

بے مایہ عثمان جعفری

مولینا عمر جعفری ایم۔اے کے نام

سرمایۂ سرور و مایۂ انبساط عمر بھائی ادام اللہ ظلہم العالی۔

تسلیم ادب! کل بھائی جان کا خط پہونچا، لخت جگر فاطمہ کے مفارقت دوام کی بےچین کن، زہرہ گداز، دل دوز خبر لے آیا، آہ یہ معلوم کرکے کہ آکدہ کی سوگوار زمین کو تیرہ و تار بنا گئی، اس کے حسرتناک در و دیوار کو وحشتناک چھوڑ گئی۔ عجب حال ہے، صدمہ جس سے مصیبتوں کا مارا دل بھی پاش پاش ہے۔ کتنا ہوا! نہ میں ظاہر کرسکتا ہوں نہ اظہار سے کچھ سود، باوجودیکہ رنج کا خوگر غم و الم کا عادی ہوچکا ہوں اور سولہ سترہ میل کی مسافت پر بیٹھا ہوں، بارہ بجے اطلاع ملی دل آتشکدہ بن گیا۔ دماغ آتش خانہ، فطرت کا تقاضا، بقائے وجود کے لیے ہر چیز کا مصلح اندرون جسم رکھ چکا ہے، دونوں آنکھوں نے سیحوں اور جیحوں کا کام کیا اور شام تک اس لگی آگ کو بجھاتی رہیں، سنا ہے آگ پانی پڑنے سے ٹھنڈی ہوجاتی ہے یہ آگ پانی کے چھینٹوں سے اور شعلہ خیز ہوتی تھی، نہ بجھنا تھا نہ بجھی، رات بےچینی سے گذر چکی ہے لیکن آتش زدہ کی بھڑک اور لپٹ کا عالم جو کل تھا وہ آج بھی ہے، اگرچہ مرور ایام اس آگ کو بھی ایک روز قابل برداشت کردیگا جیسے اس نے پہلے کی لگی ہوئی آگ دبی اور ہلکی کردی ہے، اپنے جی کا جب یہ حال میں مشاہدہ کر رہا ہوں، صرف چچا ہونے کی نسبت سے، تو آہ آپ کی طبیعت کا عالم تو نہ جانے کیا ہوگا۔ اور ہونا چاہیے۔ آہ میں تو جب خیال کرتا ہوں، فاطمہ مری نہیں معلوم ہوتی، زندہ ہے، اور بلاشبہ زندہ، صرف ہم لوگوں کو خواب سرشار سے جگانے کے لئے وہ میٹھی نیند سو گئی ہے!!!

آہ فاطمہ مری نہیں ہے، وہ یقیناً حیات ہے اور حیات کے ساتھ خود اُس کی ابدی زندگی بھی ہمیں تسلی دے رہی ہے، ہمارے رنج و غم کو ہلکا کر رہی ہے، ہیں کتنا ہی اپنے دل بیقرار کو سمجھاتا ہوں لیکن وہ نہیں مانتا وہ تو یہ کہہ رہا ہے کہ وہ زندہ ہے، اُس کی زندگی ایسا بے لوث ہوگئی ہے، وہ ہر قسم کی دنیوی تیرگیوں سے صاف ہوگئی ہے، صرف اُس نے اپنی جگہ بدل لی ہے، گویا ہمیں وہ یہ ثابت کر رہی ہے، کہ دنیا عیش کا مقام نہیں، اور نہ دنیا کی رنگینیاں دل لگانے کے قابل۔

فاطمہ کے کھیلنے کودنے کے دن تھے چہلیں کرنے کا وقت تھا، وہ یک بیک قبر جیسی تیرہ و تار کوٹھری میں عزلت نشین کیوں ہوگئی؟ آہ وہ ہمیں بتا گئی کہ دنیا کی سرزمین رہنے کے قابل نہیں ہے، دنیا کی کوئی لذت اپنے اندر بقا و استحکام کا ذائقہ نہیں رکھتی، دنیا کی ہر لذیذ اور خوشگوار چیز اپنے پہلو میں فنا یا فراق کی تلخی ضرور لیے ہوئے ہے جس سے ہر لذت آشنا کو آشنا ہونا ناگزیر ہے۔

آہ فاطمہ، پیاری فاطمہ، ہم لوگوں کی گندہ معاشرت، سقیم زندگی، شرمناک حرکات قابل افسوس اعمال کے بار سہا نہ سکی، وہ نازک تھی، نزاکت اُس کا خمیر تھا۔ گھبرا کر چلی گئی ہے، گویا ہماری موجودہ سوسائٹی اُس کے قابل نہ تھی، آہ فاطمہ جان سے عزیز فاطمہ معصوم تھی، عصمت اُس کی سہیلی تھی، ہماری گناہ میں آلودہ سرشار اور عصیاں میں گھری ہوئی زندگیاں اُس کا دل نہ بہلا سکیں، وہ ایسی سیہ کار دنیا میں رہنے کی تاب نہ لا سکی، اسی لیے ہماری بیچینیوں اور بیکلیوں کا احساس کئے بغیر ہمیشہ کے لئے ہم سے جُدا ہوگئی۔

آہ پیاری فاطمہ ایسی روٹھی کہ ہمیشہ کے لئے منائے نہ مانے گی کاش ہماری صحبتیں

اُس کے حریم قدس کی پروردہ روح کے لئے دلبستگی کا سامان بہم پہنچا سکتیں، تو وہ یوں منہ پھیر کر خلاف وقت خلاف موسم چلی نہ جاتی، آہ اپنے حما (عمر) کو ڈکا (رقیہ) کو، عثما (عثمان) کو یوں بیچین، دل گرفتہ اور تڑپتا چھوڑ نہ جاتی، ہمیں جتنی محبت اُسکے ساتھ تھی اُسکو بھی ہمارے ساتھ اُتنی ہی محبت تھی، مگر آہ اُس کی محبت ہر آمیزش سے پاک و صاف تھی، اور ہماری محبت تیرہ و مکدر، گویا وہ یہ بتانے کے لئے ہم سے روپوش ہو گئی ہے کہ فاطمہ جیسی بے بہا نعمتوں کے قیام اور بقا کے لئے ایک صاف باطن اور شفاف دل، پاک روح کی خاطر داریوں کی ضرورت ہوتی ہے یہی تو باعث ہے کہ دنیا فاطمہ جیسی نور کی دیویوں کے کرشمۂ ناز سے خالی نظر آتی ہے - وہ سرچشمۂ حیات کے گھاٹ پر کھڑی کھیل رہی ہے، اور ہم لوگوں کو اُسی سرچشمۂ حیات سے پانی پلانا چاہتی ہے، تاکہ ہماری یہ مستعار اور دو روزہ زندگی ہر قسم کے آلام و کدورت سے آئندہ پاک اور صاف رہے، آہ مرحوم بھیا!!! خدا بھاوج کو صبر جمیل دے - اور اُنکی جلتی ہوئی آنکھوں کو گرم گرم آنسوؤں سے ٹھنڈی کر دے - تڑپتے ہوئے جگر اور بیتاب دل کو سکون اور قرار بخشے، آپ کو کس کی نظر لگ گئی!! اور آپ دونوں غم نصیبوں اور فلک ستاؤں کو اللہ صحت و عافیت زندہ و سلامت رکھے، فاطمہ تو گئی مگر اپنا نعم البدل چھوڑ گئی، اللہ اپنی مرضی پر آپکو اور بھاوج کو ثابت قدم رکھے، اور بلاشبہ یہ معرفت اگر پھر وہ پھول کھلے گا اور ضرور کھلے گا - دنیا آنی کا نام ہے، الخیر مزید تمام آئے - اور زیادہ کیا عرض کروں -

الم رسیدہ، دل بریان، جگر راضی برضا

غم نصیب حزین عثمان جعفری

حضرت رنگین کے نام

حیدرآباد دکن - ۷ رمضان المبارک ۱۳۴۲ھ

بزم معنی کے صدرنشین رنگین! محفل سخن سنج کے مولائے معنی آفرین!!

سلام نیاز خردانہ آداب، جیسے مین نظرون کے سامنے بجالاتا تھا اور اُس کے ایک مستانہ کیف سے خود نشہ مستی کا سرشار بن جاتا تھا، اسے اُجلے اُجلے دو ورق کے کاغذی پردون کی آڑ مین بجالاتا ہون۔

بجاآوری آداب یا سلام تو اس کاغذ پر کئی نیلی نیلی سطرین کسی شکل مین سہی اور کسی صورت سہی، آپ کی نظر نظیر نواز تک پہونچا ہی دین گی، لیکن حیرت تو اس پر ہے کہ خود اپنے "کیف مستی" کا مستانہ تماشا آپ کی نظرون تک پہونچانے کا کوئی ذریعہ نہین، کیونکہ میرا خیال ہی کہ الفاظ و حروف تو محض تمثال قالب ہین!! اگرچہ اکثر ارباب علم کا خیال ہے کہ وہ قالب ہین، مگر مین اپنے ذوق کو کیا کرون، قالبیت تسلیم کرنے کو کسی طرح راضی ہی نہین ہوتا۔ اور حقیقت بھی کم از کم میری بے مایہ نگاہ مین یہی نظر آتی ہے۔ قالب مین ایک حد تک اپنے قلب کے انعکاس کا مادہ ضرور رہوتا ہے۔ اور وہ یقیناً عالم قلب کے حسن و جمال کا پرتو لے اڑتا ہے۔ اور کسی جگہ پیکر ناز آفرین نظر آتا ہے۔ اور کہین پیکر بیجان، مگر افسوس در آرزو بھرا افسوس تو یہ ہے کہ حرفون مین لفظون مین انعکاس حقیقت تو کیسا نقل حقایق کی بھی اہلیت صحیح موجود نہین، چہ جائیکہ کیف دردنی، کی کیفیات، رقص مطرب کا تماشا دکھانا، اس لیے میرے سلام نیاز کی صحیح اور اصلی تصویر کاغذی پردون کی تہون سے نظر آنی محال ہے، اور خالی خولی کاغذی سلام ہین۔ ع

وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی !!

گزشتہ عنایت نامہ کی یاد دلانا فضول ہو، رات کی بات کو دن بھلا دیتا ہے، چہ جائیکہ بیسوں راتیں درمیان آ چکیں، اور میں یاد دلاؤں بھی تو کیوں؟ وہ مولانا کا جوابی خط تھا جو میرے ایک نیاز نامہ کے جواب میں بھیجا گیا تھا، اگرچہ مولانا نے مجھ سے ہر ہفتہ ایک عریضہ بھیجنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔ اور میرا خود جی ہمیشہ چاہا کرتا ہے کہ ساتویں آٹھویں ایک پیام نیاز ضرور پیش کیا کروں مگر کیا کروں حیدرآباد کی فضا کبھی جی کا چاہا پورا نہیں ہونے دیتی، دل کی آرزو دل ہی میں رہ جاتی ہے، مصروفیت کا ہجوم نہیں اژدحام رہتا ہے گویا میں "مجسمہ کردار" ہوں کہ میرے لئے اس دو روزہ زندگی میں کاموں کا اس قدر تانتا بندھا رہتا ہے کہ سر اٹھانے کی بھی مہلت نہیں دیتا۔ اسوجہ سے صرف اس سبب سے کتنی راتیں اور کتنے دن گزر جاتے ہیں کہ استدراک مزاج کا بھی شرف حاصل نہیں کر سکتا۔ چودہ پندرہ دن ہوئے ضرورتاً بمبئی گیا تھا چار دن رہا۔ مراجعت میں اسٹیشن گلبرگہ پر جن عواطف اور جواذب نے کھینچا ہے، اور جس کشش کی کشاکش میں پڑا ہوں اُس میں مولانا کا غالباً بڑا حصہ تھا۔ مگر ناگزیر سبب سے قیام نہ کر سکا۔ ورنہ آرزوئے دید برآتی، خدا سے دعا ہے کہ آپ کا مزاج وہاج مع الخیر والعافیت ہوا اور ساتھ ہی وابستگان دامن بھی بعافیت وبخیر خوش ہوں خاص کر ریحانۃ الدنیا۔ بی بی اچھی ہوں، آرام سے ہوں مسرور رہوں، بلی کے بچے کے نئے جوڑے اُنکے معصومانہ اور پیاری محبت کے مزے اور لطف لطیف لوٹ رہے ہوں، شاید اسیوجہ سے کہ مجھے بھی آغاز عہد سے بلی اور اُسکے مسکین بچوں سے بیحد اُنس رہا ہے، اسوجہ سے کہ مجھے جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے غایت ربط رہا ہے۔ ابھی عزیزہ ہیں اور مولانا کے چشم و چراغ زندگی "ربیع حیات" یعنی

بی رابعہ سلمہا سے ایک خاص رابطہ یا اُن کی لطیف طبیعت سے ایک طرح کا خاص اُنس و خلوص پیدا ہوگیا ہے - خدا کرے اُن کی لطافتین روز افزون رہین - اور آپ جیسے شفیق و ولی نعمت کے سایہ عاطفت مین اور اپنی امی جان کی آغوش اُلفت مین عمر طبعی پوری کرین اور رابطہ اوصاف ثابت ہون - آمین!

میری بہت سی دعائین فرمادی جائین - میرے یہان بھی تعطیل ہوگی مگر اس سال بھی قصد وطن نہین ہے، وہان جاکر اور درد مول لینا ہے - والدہ ماجدہ کا سایہ سر سے اُٹھ چکا، پریم کی دیوی کے ساتھ محبت و شفقت کے نظارون کا خاتمہ ہو چکا - اور اب جا ؤن تو درد و الم کے لئے، یے دھری وطن کا خدانخواستہ شکوہ سنج نہین، وقت ہے، اور حسرت رونی اندوہ نہانی، اس وجدان کو کیا کرون!

چھ روزے ہوگئے، اچھے ہوئے ایک روز (روز اول) سحر کے بعد روزہ دارون پر رحمت باری کا نزول ہوگیا تھا پھر بوندا باندی دو ایک روز رہی پھر برسا برسایا نہین گرمی اچھی خاصی رہتی ہے، روزدن کا تو شباب یہی ہے اور ہر چیز کا شباب ہی پیارا ہوتا ہے مجھے تو گرمیون کے روزے مزے دے جاتے ہین کیا ایسی گرمیون مین بھی اُم ہریرہ رابعہ بی روزے رکھتی ہین آپ کی تراویح اس سال کہان اور کس مسجد مین ہوتی ہے -

نیاز کیش ازلی

خادم آبدی

عثمان جعفری

مولانا عبدالحق صاحب بی اے سکرٹری انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کے خطوط

مولینا عثمان جعفری ایم اے پروفیسر سٹی کالج حیدرآباد دکن کے نام

کیمپ مچھلی گاؤں - ۱۵ جنوری ۱۹۲۳ء

تشفیقی و عزیزی سلمہ۔ آپ کا مرسلہ نامہ پہنچا اگرچہ میں اس سے قبل ہی آپ کے متعلق سید علی اکبر صاحب کو لکھ چکا تھا آج پندرہ روز یا زیادہ ہو گئے ہیں مگر اب تک اُنکا جواب وصول نہیں ہوا شاید وہ تشریف نہیں لائے۔

آپ کے محبت آمیز خط اور شکریہ کا مجھ پر بہت اثر ہوا اور میں ہر طرح آپ کی مدد اور ہمدردی کے لئے حاضر ہوں لیکن آپ نے جیسا مجھے سمجھ رکھا ہے ویسا نہیں ہوں، بقول مولانا حالی ؎

جیسا نظر آتا ہوں نہ ایسا ہوں میں　　اور جیسا سمجھتے ہیں نہ ویسا ہوں میں
اپنے سے بھی عیب ہوں چھپاتا اپنے　　بس مجھ کو ہی معلوم ہے جیسا ہوں میں

مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہاں آنے کے بعد آپ کو مایوسی نہ ہو، مگر مجھے یقین ہے کہ آپ کی صواب بین اور عیب پوش نگاہ میرے آڑے آئے گی مجھے خود بھی آپ سے صاحب ذوق اور صاحب علم کی ضرورت ہے، میں یہاں یکہ و تنہا ہوں اور جو کچھ بھی برا بھلا کر رہا ہوں اس میں کوئی میرا ہاتھ بٹانے والا نہیں ہے، آپ کے آجانے سے مجھے بڑی تقویت ہو جائے گی، نظامت نے یہ عجیب قاعدہ قرار دیا ہے کہ ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ

مین تبادلہ کے لئے دونون صدر مہتمون کی رضامندی کی ضرورت ہے تاہم مین نظامت مین لکھتا ہون شائد وہ تبادلہ کردین، اس عرصہ مین ممکن ہی کہ سید علی اکبر صاحب کا بھی جواب آجائے۔

آپکا ہمدرد

عبدالحق

اورنگ آباد۔ ۲۳ فروری ۲۲ ء

شفیقی و عزیزی سلمہٗ۔ آپ کا محبت نامہ پہنچا۔ آپ نے جن محبت آمیز الفاظ مین یہ خط لکھا ہی، حیران ہون کہ اسکا جواب مین کیونکر ادا کرون، بہرحال آپکی اس عنایت اور ارادت کا بہت ممنون ہون، آپ کے اشتیاق نے میرے شوق کو اور مشتعل کر دیا ہی اور مین چاہتا ہون کہ اس انتظار کا پردہ جہان تک جلد ممکن ہو اُٹھ جائے، اگر یہ معاملہ صرف دفتر نظامت تک محدود ہوتا تو اسکے طے کرنے مین ایک دن کی بھی دیر نہ لگتی لیکن اس مین صدر مہتمم صاحب کی بھی منظوری ضروری ہی اور یہی وجہ تاخیر ہے تعجب ہے کہ میرا خط سید علی اکبر صاحب کو نہین پہنچا، یہ خط خانگی تھا سرکاری نہ تھا کیونکہ خانگی خط کا اثر زیادہ ہوتا ہے، آج مین نے انہین پھر لکھا ہی، خدا کرے وہ راضی ہو جائین، وہ آپ کے کام اور قابلیت سے بہت خوش ہین، اور ممکن ہے کہ یہ سد راہ ہو۔

مجھے افسوس ہی کہ گلبرگہ مین آپ سے ملاقات نہوئی، مین نے دو بار نگین صاحب سے کہلا کر بھیجا مگر نہ معلوم کیا وجہ ہوئی کہ آپ نہ آسکے، ایک بار اورنگ آباد مین آپ سے ملاقات ہوئی تھی اور اُس کے بعد پھر آپ کی صورت دیکھنی نصیب نہوئی، میری بد قسمتی ہی کہ گلبرگہ پہنچکر بھی آپ سے نہ مل سکا، اب سید علی اکبر صاحب کے خط کا منتظر

ہون مین حیدرآباد سے کل ہی واپس آیا ہون۔ اس وقت آپکا عنایت نامہ ملا اسلئے جواب مین تاخیر ہوئی۔

آپکا خیر طلب
عبدالحق

خواجہ عبدالرؤف صاحب عشرت لکھنوی سکریٹری انجمن اصلاح سخن کے خطوط

اکمل الشعراء مولوی کامل صاحب عظیم آبادی کے نام

لکھنؤ ۔ ۷ نومبر ۱۹۱۹ء

مولوی کامل صاحب۔ دعا۔ خلش سلسلہ میرے پاس آئے تھے۔ میرے خیال مین دوسری طرح معنی خیز ہی جناب حامد کی یادفرمائی کا مین شکر گزار ہون لیکن اس پیرانہ سالی مین مین شریک مشاعرہ ہوکر کیا کرون حال کی تہذیب سے نابلد ہون اگلی تہذیب تو اب قصہ کہانی ہوگئی، اب جو رنگ مشاعرون کا سنتا ہون تو دل کانپ جاتا ہی، پچھلی صحبتین بچھڑے ہوے احباب یاد آجاتے ہین، اگلی تہذیب یہ تھی کہ مشاعرون مین بزم آدب کا لطف آتا تھا۔ ایک شخص تحت اللفظ غزل پڑھتا تھا، لوگ ہمہ تن گوش ہوکر سنتے تھے اور داد حسب آداب ہم حسب لیاقت دیتے تھے کوئی غلطی ہوتی تھی تو سب کے سب خاموش رہتے تھے۔ نو مشق پہلے پڑھتے تھے، کہنہ مشق آخر مین۔

ایک صحبت کا ذکر ہے کہ نواب اصغر حسین صاحب فاخر مرحوم کے یہان مشاعرہ تہا، مولوی علی میان کامل کا پاؤن سن ہوگیا۔ انھون نے نواب صاحب سے عرض کیا، نواب صاحب نے کہا کیا مضائقہ ہے پاؤن پھیلا دیجیئے اول تو آپ بزرگ ہین دوسرے شکایت بھی ظاہر جو انھون نے پاؤن پھیلا دیا۔ سب شعراء نے مشورہ کیا کہ یہ امر تہذیب مشاعرہ کے خلاف ہے، اگر طرح دیجائے گی تو تہذیب قائم نہ رہے گی سب کے سب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ جناب کامل کی طبیعت ناساز ہے تو مشاعرہ بے لطف رہیگا ہر چند معذرت کی مگر قبول نہوئی۔

وحید مرحوم کا ذکر ہے، ایک مشاعرے مین مرحوم شریک بزم تھے۔ ایک شاعر نے ٹوپی اتار کر اپنے دماغ کو ہوا دی۔ آپ نے غزل نہین پڑھی اور غصہ کرکے چلے آئے۔ اس دن سے مرتے وقت تک کسی مشاعرے مین نہ گئے ؎

لے گئے صحفی مین رو دون کیا پچھلی صحبتون کو
بن بن کے کھیل ایسے لاکھون بگڑ گئے ہین

اس تہذیب کو دیکھتے ہوئے تو مشاعرہ اب مشاعرہ نہین رہا اور بہت سے کہنہ مشق خوشگو شعرا گوشہ نشین ہوگئے۔ لسان الملک حضرت ریاض فضل الدولہ جناب فضل خلف جناب امیر جناب انجم لکھنوی تلمیذ جناب اسیر اور بہت سے شاعر شریک نہین ہوتے مجھے نہ گانا آتا ہے نہ بتانا اگر میر تقی مرحوم کی بھی غزل پڑہون گا تو رنگ نہ دیگی۔ اسلئے کہ آجکل داد بقید علم موسیقی ملتی ہے۔ پھر مجھ ایسے ناکارہ شخص کو مشاعرے مین بلانے سے کیا حاصل دوسرے میں اپنی موجودگی مین اپنا کلام کسی خوش گلو سے پڑھوانا معیوب جانتا ہون ایسی حالت مین کیا آؤن۔ کیا سناؤن۔

ہان صاحب - روپیہ تو آپ کے حامد صاحب نہایت اولوالعزمی اور عالی ہمتی سے صرف کرتے ہین مگر اپنی اپنی رائے ہے کم سے کم ایک ہزار روپیہ اس مشاعرے کے سازوسامان اور شعراء کی آمدورفت مین صرف ہوا ہوگا - اسی روپیہ مین انکے کئی دیوان چھپ جاتے جو ان کی یادگار رہتے - سندیلہ کا مشاعرہ اتنا عظیم الشان ہوتا تھا - مگر آج کوئی اُس کا نام بھی نہین لیتا -

میری تو رائے اس بارے مین بالکل جناب حامد کی رائے کے خلاف ہے بات یہ ہے کہ جب ہمارے گردوپیش کے رؤسا ایسی باتون پر خیال نہ فرمائینگے تو ایک اکیلی ریاست حیدرآباد دکن کس کس صوبہ کے علمی کارنامون کی اشاعت مین حصہ لے سکتی ہے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ جناب حامد کو اس طرح روپیہ برباد نہ کرنا چاہئے بلکہ کسی مفید کام مین صرف کرکے کچھ ملک کی زبان کی خدمت کرنا چاہئے -

دعاگو

عشرت

مولوی اکمل الشعرا کامل صاحب تسلیم

مین آپ کی غزل مین وجہ اصلاح نہین لکھتا میرے خیال مین آپ ان باتون کو خوب سمجھ لینگے اگر کسی شعر مین کچھ عذر ہو تو ضرور دریافت کرلیا کیجئے - مین اس سے بہت خوش ہوتا ہون مین نے جو باتین بتائی ہین وہ کچھ ایسی مشکل نہین ہین اس مین شک نہین کہ آپ مصرع بہت صاف با معنی لگاتے ہین مگر بعض بعض مصرعون مین اکثر جلی تعقید نظر آتی ہے، بندش سست ہوتی ہے اور حشو قبیح کی غلطیان اکثر نکلتی ہین -

تعقید کی مثال ۔

نہین مرغوب ہو گی فصل گل کی غیر موسم مین

یعنی فصل گل غیر موسم مین مرغوب نہو گی۔ اتنی سی بات کو اسقدر تبدیل تحرف کے بعد لکھا۔

سست بندش کی مثال مصیبت کو جہان کی۔ بیکو۔ کی مخل فصاحت ہے بدل دی گئی۔

حشو قبیح کی مثال ۔

کہ دیکھون آج ساقی کی مرے ہمت کہانتک ہے

اس مصرع مین آج اور میرے دونون حشو واقع ہوئے ہین۔ ان باتون کا آیندہ خیال رہے اگر اصلاح سمجھ مین نہ آتی ہو تو مین وجہ اصلاح بھی لکھدیا کرون۔

مین شیخ محمد جان شاد پیرو میر کا شاگرد ہون جو گیارہ برس کے سن مین ملک الشعرا میر تقی میر دہلوی کے پاس اصلاح کو غزل لے گئے میر نے اپنے بیٹے سید محمد عسکری عرف میر کلو عرش کے حوالے کر دیا۔ شیخ صاحب کا ایک دیوان عہد شاہی مین چھپا تھا۔ ایک حال مین جسکو پندرہ سال کا زمانہ ہوتا ہے طبع ہوا۔

عشرت لکھنوی

۶۔ جولائی ۱۹۱۰ء

مولوی کامل صاحب ۔

ادہر میری طبیعت نادرست تھی اور ابھی تک بالکل اچھا نہین ہون تمھاری غزل سرسری طور پر دیکھ کر بھیجے دیتا ہون۔ امید تو نہین مشاعرے کے وقت تک پہنچ تاہم اپنی سی کوشش کرتا ہون۔

فک اضافت کو تم کیا پوچھتے ہو۔ جب ترکیب اضافی ہوتی ہے یعنی مضاف مضاف الیہ واقع ہوتا ہے اس وقت اضافت حذف کر دیتے ہین اس کو فک اضافت کہتے ہین۔ جیسے قلب سیاہ فارسی والے بدلکر سیاہ قلب بول جاتے ہین یا جام بلورین کو بلورین جام کہتے ہین تو اس طرح کا حذف جایز ہے اور اگر تربت مجنون کی اضافت کو حذف کرکے کوئی تربت مجنون کہے تو یہ ناجایز ہے۔

اب سنو! مضاف اور مضاف الیہ دو اسمون کے درمیان واقع ہوتا ہے فعل اور حرف کے درمیان نہین واقع ہوتا۔

روش کے چار معنی ہین۔ ایک تو باغ مین مہندی کی قطار کو کہتے ہین۔ جیسے کہ ہر روش باغ کی گویا کہ صف قائم ہے یعنی مہندی کی قطار۔ دوسرے اس راستے کو کہتے ہین جو باغ مین مہندی کے درمیان ہوتا ہے۔ صاحب بہادر روش باغ پر ٹہل رہے ہین تیسرے روش چال کو کہتے ہین داغ کہتے ہین ؎

وقت خرام ناز دکھا دو جدا جدا
یہ چال حشر کی یہ روش آسمان کی ہے

چوتھے روش حرف ہے بمعنی طرح۔ ؎

پامال ہوتے ہین گل ہر ہر روش چمن مین

یعنی ہر ہر طرح پامال ہوتے ہین اس مین روش کو چمن کے ساتھ کوئی تعلق اضافی نہین ہے پھر مضاف مضاف الیہ کیسا اور اضافت کیسی اور فک اضافت کیسا۔

دعاگو عشرت

۲۲-جولائی ۱۹۱۸ء

مولوی کامل صاحب۔

تمھارا خط آیا طوفان نوح کی خبر لایا۔ بھائی وہاں تو طوفان آیا اور یہاں ایک قطرہ پانی کا بھی آسمان سے نہ برسا صحیح لفظ گنجلک ہے گجلک نہیں ہے جب کسی شعر میں زیادہ حرف تقطیع سے گرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس میں گنجلک ہے بعض ناواقف تعقید کو بھی گنجلک سے تعبیر کرتے ہیں مگر یہ غلط ہے۔

معشوق کے کسی واقعہ کو یا عاشق کے کسی حادثے کو نظم کرنا معاملہ بندی ہے جیسے ؎

کیونکر اس کی نگہ ناز سے جینا ہوگا
زہر دے اپنے پہ تاکید کہ پینا ہوگا

دوسرا مصرع معاملہ ہے اور داغ نے معاملہ بندی کی ہے۔

شیوا بیانی شاعر کی صفت ہے، جو شاعر شعر کو صاف کرکے کہتا ہے اسکو شیوہ بیان کہتے ہیں شیوہ کہتے ہیں کام کو اچھی طرح کرنے کو۔

عشرت

۱۴۔ اگست ۱۹۱۸ء

لکھنؤ۔ احاطۂ نانامان۔

مولوی کامل صاحب بعد السلام

رباعیاں آپ ضرور لکھیں مگر یہ خطرہ تھا کہ دو چار رباعیاں میں لکھکر بھیجدیتا مگر میری خواہش یہ ہے کہ تم خود ہر طرح کی نظم پر قادر ہو جاؤ۔ اس کا وزن یہ ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

تعقید دو طرح کی ہوتی ہے تعقید لفظی و تعقید معنوی۔ تعقید لفظی یہ ہے کہ اس کا فعل فاعل مفعول اپنی جگہ پر مستعمل نہوا ہو۔ تعقید معنوی یہ ہے کہ شعر کے معنی صحیح نہون۔ تعقید یہ ہے کہ مصرع مین لفظ اپنے محل استعمال سے بہت دور ہو گیا ہو

ذرا کے متعلق جلال و امیر کا خیال تہا کہ یہ لفظ ز سے صحیح ہے چنانچہ جلال کے دیوان چہارم مین جہان یہ لفظ آیا ہے ز ہی سے لکھا گیا ہے۔ مگر املا حقیقت مین ذال سے قائم ہو چکا ہے اور سب لوگ اسیطرح لکھتے ہین اسلئے جمہور کی تقلید واجب ہے۔

بھانا۔ بمعنی پسند آنا۔ متروک ہے۔ بدل دیا۔ یان۔ وان بھی اب متروک ہے

ساون کی اضافت گو جایز ہے۔ مگر احتیاط کرنا چاہئے۔ باد صرصر گرم ہوا کو کہتے ہین

ساقیا بھی متروک ہے۔ بدل دیا۔ تعقید کا لفظ عام لوگون نے بنالیا ہے۔ نحویون کی اصطلاح نہین ہے حقیقت مین اسمین اور تعقید لفظی مین بہت کم فرق ہے۔

عشرت لکھنوی

یکم اکتوبر ۱۹۱۸ء

کامل سلمہٗ:- حضور کی بدمزگی کے قبل "یہ جملہ تم نے غلط لکھا۔ پٹنہ مین شائد بولا جاتا ہو۔ کیونکہ ایک بار جناب حفیظ نے بھی فرمایا تہا کہ کئی روز سے لڑکی بدمزہ ہے یعنی بیمار ہے۔ یا اس سے کبھی ایک دفعہ کہا کہ آجکل بدمزہ ہون اصل مین بدمزگی بدمزہ صفت ہے اس کو بغیر موصوف کے اہل زبان نہین بولتے۔ اسطرح کہنا چاہیئے کہ آپ کی طبیعت کی بدمزگی کے سبب سے یا لڑکی کی طبیعت بدمزہ ہے یا میری طبیعت بدمزہ ہے۔

بھائی۔ غلو یہ نہین ہے جسکو تم غلو کہتے ہو۔ یہ عیوب قافیہ قدمائے عرب کے تحت مین ہے اردو مین علم قافیہ ایک دوسری چیز ہے جس طرح فاع لاتن اور فعلاتن کا فرق

اُردو کے دربار سے نکال کر پھینک دیا گیا اسی طرح حرکت مجہول اور معروف کی قید خلاف فصحائے عجم اضافہ کی گئی آزاد یا تمنا جمہور کے خلاف حکم دینگے وہ مقبول نہیں ہوسکتا۔

عشرت لکھنوی

۱۹۔ دسمبر ۱۹۲۱ء

جناب منشی بہاری لعل صاحب مشتاق دہلوی تلمیذ حضرت غالب کا

خط جناب قاضی محمد خلیل صاحب رئیس اعظم بریلی کے نام

مکرمی

تسلیم و نیاز کے بعد عرض یہ ہے کہ المودہ آیا۔ حاضر خدمت ہو کر آپ کی طرح میں مولانا حالی نے جو رباعی رقم فرمائی مجھے بیحد پسند آئی آپ کی تازہ غزل سنکر جو روحی مسرت ہوئی اُسے بیان نہیں کرسکتا مگر اسی زمانہ میں مزاج مبارک جادۂ اعتدال سے منحرف تھا یہ تردد تو اس وقت رفع ہو کہ جب آپ صحت یابی کا مژدہ رقم فرمائیں اور نشان مذکورۂ بالا پر آپ کا عنایت نامہ شرف ورود دلائے اور اس میں رقم ہو کہ آپکے والد ماجد کے نام جو مرزا غالب کے خطوط ہیں اُنکے نقول کے واسطے کاتب کو ہدایت کر دیگئی ہے تاکہ پہلے خطوں کے تلف ہوجانے کا رنج دفع ہوجائے۔

ہاں خاکسار جب آپ کے ہمراہ رکاب الور گیا تھا اور وہاں تذکرۂ شعراء کی جلدیں دیکھی تھیں لیکن میں انکا نام بھول گیا ہوں۔ آپ کو یاد ہو تو مطلع فرمایئے تاکہ اپنے عزیز کے کتب خانہ میں دیکھوں جہاں آجکل میں قیام پذیر ہوں۔ عزیز موصوف

کا نام لالہ سری رام ایم اے ہے خمخانۂ جاوید شعرا کا تذکرہ ایسا لکھا ہے کہ ابتک تو ایسی
شعرا کے حال کی تاریخ نگاہ سے نہیں گذری نہ ترتیب ہوئی۔

خاکسار بہاری لعل

۹-جون ۱۹۲۸ء

مولوی نواب علی صاحب نواب ایم اے پروفیسر بڑودہ کالج کے خطوط مؤلف کے نام

بڑودہ ناگرواڑہ ۲۰-مارچ ۱۹۱۵ء

مکرمی تسلیم-آپ کا عنایت نامہ پہنچا اور ساتھ ہی مرقع ادب کا ایک نسخہ بھی-
یادآوری کا شکریہ-اپنی ناچیز رائے علیحدہ لکھکر خط کے ساتھ ملفوف کرتا ہوں-

حضرت زاہد نے آپ کو لکھا کہ صفحہ ۱۸۶ کی آخری سطر کو میں نہ دیکھوں-میں نے
سب سے پہلے اسی سطر کو دیکھا اور کیوں نہ دیکھتا ہمارے جدامجد سے کہا گیا کہ باغ عدن
میں جو جی چاہے کرنا لیکن اس درخت کو نہ چھونا مگر انھوں نے چھونا کیا معنی مزہ سے
خوب چکھا پھر میں اس سطر کو کیوں نہ مزہ سے باربار پڑھتا حضرت میں آدمی ہوں فرشتہ
نہیں ہوں-الانسان حریص علی مامنع-

زاہد نے میرے چند خطوط آپ کو دیدیے غضب کیا مجھے گمان بھی نہ تھا کہ یہ کبھی
پبلک کے سامنے پیش ہوں گے زاہد کا اگرچہ لفٹنٹی کے دفتر سے تعلق ہے لیکن اب مجھے
یقین ہو گیا کہ حضرت کا تعلق کرانا کا تبین کے سی آئی ڈی سے بھی ہے میں خوش تھا

کہ جب قیامت میں حساب و کتاب ہوگا تو میں جھٹ یہ شعر پڑھ کر بری ہو جاؤنگا ؎

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

مگر اب ڈرتا ہوں کہ کہیں میاں زاہد جنکو میں اپنا آدمی سمجھتا ہوں وہاں بھی کوئی پرچہ پیش نہ کر دیں۔ جناب اب آپ بھی زرا ہوشیار رہئے اور زاہد کو سمجھ بوجھ کے خط لکھا کیجئے۔

میں نے زاہد کو لکھا ہے کہ اپریل کے پہلے ہفتہ میں لکھنؤ آؤنگا۔ کیا اُنکے ساتھ آپ سے بھی وہین ملاقات ہو سکتی ہے۔ فقط والسلام

نواب علی عفی عنہ

مرقع ادبا

مرقع ادب زمانۂ حال کے مشاہیر کے اُردو خطوط کا ایک نہایت دلچسپ معنی خیز اور مفید مجموعہ ہے۔ یہ اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے اور اپنی آپ مثال ہے، لائق مصنف نے نہ صرف اُردو لٹریچر کی ایک بیش بہا خدمت سر انجام دی ہے بلکہ ایک ایسا قیمتی ذخیرہ جمع کیا ہے جو آیندہ زمانہ میں جب مشاہیر حال کی سوانحعمریاں لکھی جائینگی نہایت کار آمد اور پُر از معلومات ثابت ہوگا۔ کیونکہ بہت سے مکاتیب ایسے جمع کئے ہیں جو ان مشاہیر کی پرائیوٹ زندگی کا آئینہ ہیں اور جنکی نسبت کاتب کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ یہ کبھی پبلک کے سامنے پیش ہونگے۔

اس مجموعہ میں مختلف رنگ کے خطوط جو زبان اُردو کے آسمان پر قوس قزح

کی طرح جلوہ گر ہین شیدائیان اُردو تو یہ بہار ضرور ہی دیکھین گے لیکن ہمارے وہ نوجوان تعلیم یافتہ جو اپنی مادری زبان مین خط و کتابت کرنا فیشن کے خلاف سمجھتے ہین بیچارے بوجوہات خود ہی معذور رہین اُنکی بھی آنکھین کھل جائین گی اور اُمید ہے کہ وہ اس پرلطف مجموعہ سے ضرور مستفید ہونگے یہ کتاب اس قابل ہو کہ سررشتہ تعلیم اس کی خاص طور سے قدر کرے اور لایق مولف کی ہمت افزائی کی معقول سبیل کرے لایق مولف سے اُمید ہے کہ وہ اس سلسلہ کو جو بے شبہ نہایت مفید ہے جاری رکھینگے انشاءاللہ تعالیٰ انکی یہ قیمتی ادبی خدمت خاص و عام مین ضرور مقبول ہو گی۔

نواب علی

بڑودہ۔ ناگرواڑہ - ۱۷ - جولائی ۱۹۱۵ء

مکرمی تسلیم۔

یقین مانیے روز ارادہ کرتا تھا کہ آپ کے محبت نامہ کا جواب لکھون لیکن نوبت نہین آتی تھی آج اس وقت آپ کا دوسرا عنایت نامہ پہنچا۔ قند مکرر کا لطف آیا الناظر مین آپ کے مشاعرہ والی غزل پڑھی ماشاءاللہ بہت مزہ دار اشعار ہین۔ اُمید ہے کہ آیندہ پرچون مین آپ اپنا کلام شائع فرماتے رہین گے۔ مرقع ادب کے دو نسخے میرے نام روانہ کیجئے قیمت وصول کرکے روانہ کرونگا۔ میری کتاب پر مولانا شرر جولائی کے دلگداز مین ریویو لکھین گے۔ اپنے خط مین انھون نے بہت کچھ پسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے جس سے امید ہوتی ہے کہ ریویو معرکۃ الآرا ہوگا۔ الناظر مین آپ شرر کے ریویو کے بعد کچھ لکھئے گا۔

دس جلدین الناظر ایجنسی مین روانہ کرتا ہون، بعد فروخت اور طلب کیجئے گا

کمیشن کی شرح کیا ہے میری تالیفات علی گڑھ بکڈپو مین پچیس فیصدی کمیشن پر جایا کرتی ہین۔

معاملات تو ہو چکے اب فرمایئے کہ آپ کی فرمایش کا کیا جواب دون۔ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل کا معاملہ ہے معارج الدین کے موضوع پر غور کرنے سے آپ کو میرے کام کی اہمیت اور انہماک کا اندازہ ہو گیا ہوگا۔ ایسی حالت مین الناظر کے واسطے نظم لکھنا معلوم۔ دوسرا حصہ آجکل لکھ رہا ہون۔ اور اُس کے ساتھ ایک دوسری کتاب تاریخ صحف سماوی ہے جس مین توراۃ انجیل اور قرآن مجید کے جمع و ترتیب وغیرہ پر مفصل بحث ہے لیکن چونکہ آپ اس مرتبہ زبان سے کہہ چکے ہین۔ اس لئے ایک نظم جو مین نے اس سفر مین الہ آباد سے واپس آکر لکھی تھی بھیجتا ہون۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ نے اس مرتبہ اپنے چند احباب شفیق الحسن علوی کاکوری احسن و حمید الہ آبادی وغیرہ کے ہمراہ مجھے جمنا کی سیر دکھائی کشتی پر ستار نغمہ سرائی۔ نظر بازی غرضکہ مختلف دلچسپیان پیدا کی گئی تھین جنکا فوٹو ان اشعار مین کھینچا ہے۔

سنگم کی سیر

کشتی عمر روان پھر سے جمنا ہو وہان
نگہ شوق دکھا پھر مجھے سنگم کا سمان

وہ شفیق آتے ہین مانند نسیم سحری
زاہد خشک ہے بلبل کی طرح زمزمہ خوان

یاد آتا ہے بہت نغمہ جان بخش حمید
وہ نشانہ ترا احسن کہ قضا کا فرمان

لو وہ سنگم نظر آتا ہے عجب رنگ سے واہ
چاک گنگا کا گریبان ہے جمن کا دامان

نیلگون رنگ جمن اگر ہے رنگ گنگا
دیوبان حسن کی شاید ہین ترا آبنہان

ملتے جاتے بھی ہین اور ملنے سے انکار بھی ہے
وصل مین فصل کی اک صورت دلکش ہے عیان

چھپکے ملتے ہین نظر آتے ہین ظاہر مین الگ — کہین واعظ سے نہ سیکھی ہو ان سے کہین ہان
گرچہ ہین دست بغل پھر بھی کنارہ ہی مگر — دلمین ملتے ہین نکلتے تو نہین دل کے ارمان
واہ کیا عالم برزخ کا کھنچا ہے نقشہ — آیہ ملتقیان[1] کیون نہو یان ورد زبان
اپنی ہستی کو مٹا دیتے ہین سچے عاشق — ملکے گنگا سے جمن ہوگئی بے نام و نشان
دل مضطر ہی بیتابیان اب حد سے بڑہین — سیکھا اس راہ مین جمنا سے ز ضبط فغان
زاہدو آؤ سن لو آپ شفیق آؤ ادھر — نا و مسجد ہارہمن ہی ہمت یزدان یاران
ڈگمگاتی ہی بہت کشتی ایام شباب — ناخدا مست ہے فتنون کا ہی اٹھا طوفان
چھینٹے لڑنا ہی جسینون سے تو لڑو اچھا — ہان مگر تر کسی صورت نہو اپنا دامان
شوق سے جلوہ قدرت کا تماشا دیکھو — لیکن اس راہ مین ہونا نہ کبھی سرگردان
مثل آئینہ رہو تھامے دل اپنا ہر دم — گرچہ ہون جلوہ فگن سیکڑون تمثال بتان

پاکبازی کا تجھے شیخ جو دعوی ہو تو ہو — ہم تو انسان ہین خطا وار ہی ہر دم انسان
سر کے بل چلتے ہین ہم گنگ و جمن کے مانند — سیل کی طرح رواں خاک بسر نالہ کنان
زندگی جسم کا اور جان کا ہی سنگم تو اب — دیکھ لے دیدہ باطن سے تو پر لطف سمان

یہ نظم الناظر کے لئے بھیجتا ہون۔ اور جو زبان سے آپ کہہ چکے ہین اُس کو اُست مین کر دکھایئے۔ مگر للہ ابتو ایسا دعوی نہ کیجئے گا ورنہ مجھے سخت دقت پیش آئے گی۔
گزشتہ ماہ مین میرے ایک دیرینہ کرم فرمانے ایک خط لکھا تھا جس مین میری کوتاہ

---

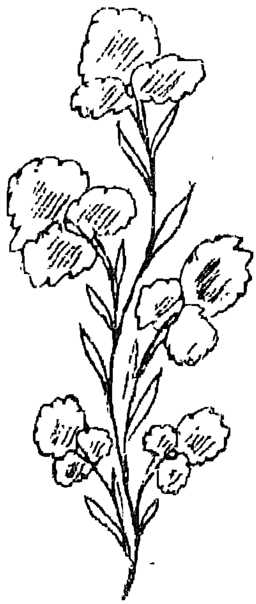
[1] اشارہ ہی اس آیت پاک کی طرف۔ مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لایبغیان۔

تلخی اور احباب فراموشی کی شکایت تھی۔ مین نے اُس کے جواب مین یہ قطعہ لکھدیا تھا یقین ہے آپ اس کو بہت پسند کرینگے۔ اور الناظر مین شائع کر سکتے ہین بشرطیکہ آپ اپنے قلم سے اس کی توضیح و شرح بھی شائع کرین۔

گو صحبت دیرینہ ہوئی درہم و برہم — بگڑا نہ کچھ اے چرخ ستمگار ہمارا
عکسِ رُخِ احباب ہین سینہ سے لگائے — البم ہے محبت کا دلِ زار ہمارا

نیاز کیش

نواب



اعتبار الملک حضرت مضطر خیر آبادی کا خط

مولانا عثمان جعفری ایم اے پروفیسر سٹی کالج حیدر آباد دکن کے نام

جناب جعفری سلام مسنون!

آپ کا خط جسکو دوسرے الفاظ مین آپ کے خیالی جذبات کا نمونہ کہنا چاہیے۔ غیر متعارفانہ حالت مین اس تعارف معنوی کو ساتھ لیکر میرے پاس پہونچا جو نجواری کی خوبصورت ڈوریون سے بندھا ہوا تھا۔ نہ مین اس قابل ہون کہ نا خدائے سخن بنکر دریائے نظم کی موجون کے تھپیڑون سے کسی ڈوبنے والے کی کشتی امید کو بچا سکون نہ اس لایق کہ گرداب آرزو کی چکر کھانے والی ناؤ کو ساحل نجات کی طرف جانے کو کوئی سہارا دیسکون، ہدایت و رہنمائی کے کنپچے اور تعلیم عمدہ برائی کی بلیان جو ہاتھ مین تھین وہ قلزم سخن کے ناپید اکنار منظرون نے عرصہ ہوا کہ گوشہ ترک مشاغل مین رکھوا دین، بادبان استدراک پھٹے پرانے لٹر سے اتھو اس قابل رہ گئے ہین کہ زخم کہن کے پھاہون کے کام مین لے لئے جائین تاہم جو امداد اصلاح نثر مجھ سے ممکن ہے وہ مین آپکو بدل دے سکون گا۔ اگر آپ کوئی مضمون لکھا کرین تو شوق سے دکھالیا کرین خط کی اصلاح اور اس کی واپسی بعد اصلاح میرے خیال مین کچھ ضروری نہین ہے۔

العاقبۃ بالخیر اسعدنا وعلکم اینما کنا و کنتم

مضطر تاب اللہ علیہ ۳۱-جولائی سنہ ۱۹۲۰ء

لشکر گوالیار

ایم مہدی حسن افادی الاقتصادی مرحوم کے خط

خان بہادر میر ناصر علی ایڈیٹر صلائے عام دہلی کے نام

الہ آباد

جنابِ عالی تسلیم۔ اکتوبر کا صلائے عام، "عروسِ جمیل لباسِ حریر" لاجواب نکلا، پاکیزگیٔ لٹریچر کے ساتھ صنعت گری یعنی آرٹ کا اچھا خاصہ مرقع ہے جو یہاں اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ اکثر جگہ آپ کی نزاکتِ خیال میری آنکھوں سے آنسو بنکر ٹپکی لیکن [illegible] آپ کی تحریر سے دل کو چوٹ لگتی ہے۔ جیسے [illegible] آپ لکھتے نہیں دونوں ہاتھوں سے کلیجا نکالتے ہیں۔ .... جتنے مضامین تھے سب پڑھ ڈالا [illegible] گویا دونوں کے دفعہ پڑھا اور ابھی [illegible] آپ نے جن ٹکڑوں کی طرف بالتخصیص مجھے متوجہ کیا تھا وہ دل پہ نقش ہو گئے جس طرح چھری گلے مل کر تڑپ کر [illegible] میں دیکھتا ہوں آپ کی تحریر آشناؤں کو مل کر مارتی ہے۔ آپ کے قلم [illegible] خدا ہی ہو جو جان بچے .... [illegible] عنوانِ زندگی کے لحاظ سے میرے ڈھب کا تھا جس پر لوٹ لوٹ ہو گیا! "عورت جب [illegible] کھڑی ہو تو اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ چاہتی ہے کہ کوئی دوڑ کر دامن پکڑ لے" کتنا اچھوتا خیال ہے۔ "دائرۂ ادبیہ" آپ کی نظر سے گزرا اور پسند آیا یہ میری طفلانہ اُپج کا بہترین صلہ تھا جو آپ سے زبردست انشا پرداز کے ہاتھوں مل سکتا تھا

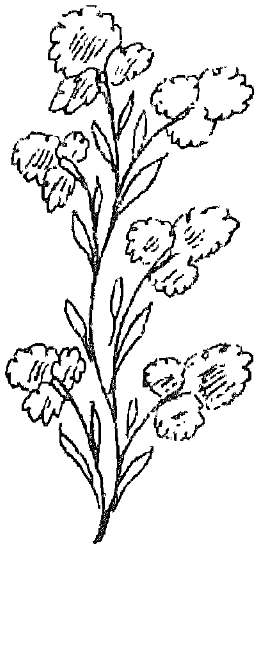
„کھلی چٹھی نے مار ڈالا جس کام کے لئے نیچر جلدی کر رہی ہے تم اپنے ذمہ اُس کا علاقہ نہ لو۔ مین تم سے جیت نہین سکتا تم نے اپنے مضمون مین جوانی کا زور دکھایا ہے"

کیا بتاؤن ان فقرون نے مجھپر کیا ستم ڈھایا!

آپ کا ہر فقرہ ریویو کے لئے مستقل عنوان چاہتا ہے اور مین لطف کو قائم رکھنا چاہتا ہون اس لئے جستہ جستہ داد دیتا رہون گا۔

آپکا فدائی

مہدی - ۲ نومبر ۱۹۰۹ء



انشا پردازی کا دورِ جدید

حکیم برہم صاحب اڈیٹر مشرق گورکھپور کے نام

پیارے برہم! میں سمجھتا ہوں "مشرق" موضوع اخباری کے لحاظ سے نسبتاً اور پرچوں کے مقابلہ میں اس قدر سطح فایق ہے کہ میں نہیں جانتا کہ غور کرنے پر بھی کوئی نئی بات کہہ سکوں گا جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ آپ اس کے قوام میں بہتر سے بہتر اجزا سے مدد لیتے ہیں جو لایق حصول ہو سکتے ہیں لیکن اس وقت مجھے اس کی ایک حیثیت اضافی یعنی انشا پردازی پر مختصراً کچھ عرض کرنا ہے کچھ دنوں سے آپ نے لٹریچر کے بعض نازک مسائل چھیڑ دیے ہیں آپ کی دلچسپ عالمانہ تنقید کے سوا شہری کا پچھلا مضمون نہایت قابلیت سے لکھا گیا تھا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ مشرق میں ایک مستقل عنوان "دائرۂ ادبیہ" قائم کیا جائے جس کے تحت میں شایقین ادب کی نکتہ سنجیاں جگہ پاتی رہیں، آپ کے ساتھ اگر اور صاحبوں نے بھی توجہ کی تو اس سلسلہ کا جاری رکھنا بڑی بات نہیں!

میں امید کرتا ہوں کہ آپ میری تحریک کو محض زبانی جمع خرچ نہ سمجھیں اپنے خیالات کی پہلی قسط بھیجتا ہوں جس کا موضوع سخن ناصر علی کا اردو لٹریچر ہے جس کی پاکیزہ خیالی اور خوش بیانی کی نسبت مجھے اصرار ہے کہ ملک کی انشا پردازی میں امتیاز خاص رکھتی ہے اور ظلم ہے اگر اردو کے آشنا اس کے کمالات کی داد نہ دے پائیں جس کا فیاضانہ اعتراف خود لٹریچر کے فرایض میں سے ہے، آپ نے میری

ایک سرسری تحریر کو پچھلی دفعہ اس قدر چمکایا کہ میں دیکھتا ہوں مجھے بے تکلف بنا پڑا جس کے آثار آپ کو ان اوراق پریشان میں ملیں گے جو بھیج رہا ہوں۔

آپکا فدائی

مہدی ۱۷ ستمبر ۱۹۰۹ء

"دائرۂ ادبیہ"

بخدمت جناب خان بہادر سید ناصر علی صاحب بالقابہ اڈیٹر صلائے عام دہلی

جناب من! یاد فرمائی کا شکریہ! پرچے دیکھے۔ مدت کی چوٹ جو دل کا ناسور بنی ہوئی تھی ابھر آئی۔ آپ کے لٹریچر کا میں اُس وقت سے دلدادہ ہوں جب لٹریچر کا صحیح مفہوم بھی میرے ذہن میں نہیں تھا۔ کم و بیش بیس برس ہوئے جب آپنے ایک وضع خاص پر لکھنے پڑھنے کا مشغلہ جاری کیا یعنی "تیرھویں صدی" میں داد سخن دی، "تہذیب الاخلاق" کے ساتھ ساتھ آپ نے جس ٹھاٹھ سے دھواں دھار مضامین لکھے اور سرسید کے لٹریچر پر جس سلیقے اور سخن گسترانہ شوخیوں سے آپ نے انتقادات کی ٹھہرائی۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ اردو لٹریچر کی جان ہیں۔ آج سنجیدگی اسقدر بڑھ گئی ہے کہ میں نہیں جانتا کہ ملک کے نامور اہل قلم آپ کے گزشتہ کمالات کی داد دینگے۔ لیکن میں کھل کر کہتا ہوں کہ آپ نے اُس وقت انشا پردازی کو چمکایا جب بہتوں نے قلم بھی ہاتھ میں نہیں لیے تھے۔ آپ کا ادبی مذاق اور ایک خاص طرح کا مادۂ اختراعی (اوریجنیلٹی) دراصل آپ کے اولیات میں داخل ہونے کے لائق ہے!

موجودہ نسل تمام تر تہذیب الاخلاق کے ادبی دور کی پیدا کردہ ہے جب آپ کے

لٹریچر کا شباب تھا اور یہیں سے اپنا مرتبہ دیکھ لیجئے "تیرھوین صدی" مین بلا خوف تردید کہہ سکتا ہون کہ آپ کا عنصر غیر فانی ہے لیکن افسوس ہو آپ کو یہ خیال نہ آیا کہ جن سے اتنے دنون دماغی سابقے رہے وہ بہیئت مجموعی کتابی صورت مین جلوہ گری کا حق رکھتی ہو اس پاکیزہ مجموعے کی ترتیب سے اُردو ادب العالیہ (کلاسکس) مین آپ کی طرف سے مستقلاً ایک قیمتی اضافہ ہوتا - جو یادگار زمانہ رہتا - آپ معاف فرمائین گے یہ بدترین حق تلفی تھی جو آپ اپنی کر سکتے تھے - یہ خیال قطعاً صحیح نہین ہے کہ ملک مین اچھے لکھنے والے پیدا ہو گئے ہین، نئی نسل کو آپ کی اُردو سے کچھ واسطہ نہین ہے نہ ہیئت مجموعہ کسی مین یہ صلاحیت ہو کہ وہ آیندہ کچھ کر سکے، صاف بات یہ ہے کہ جس لٹریچر پر آپ مٹے ہوے ہین سرے سے اس کی جان ہی نکل گئی ہے جس زبان کی حیات طبعی بوڑھے نذیر احمد اور حالی اور شبلی کے دم تک ہو وہ کب تک چل سکتی ہے؟ آپ سے کچھ امیدین تھین مگر اس وقت تک آپ کا صحیح مصرف کچھ نہ معلوم ہو سکا سنتا تھا لٹریچر بڑھاپے مین جوان ہوتا ہے لیکن مین دیکھتا ہون کہ آپکے ساتھ آپ کی طبیعت کا رنگ بھی کچھ بدل سا گیا ہے یعنی خیالات مین ایک طرح کی پژمردگی پائی جاتی ہے اور وہ بات نہین رہی جو کچھ پہلے تھی شاید اس لئے کہ تہذیب الاخلاق کی طرح کوئی چیز اچھا پیدا کرنے والی نہین رہی یعنی جذبات کے اکسانے کا سامان نہین رہا -

ملک مین اچھے لکھنے والے کم ہین ان مین بھی تھوڑے ہی ایسے ہین جو آپکے رنگ مین دو سطرین بھی لکھ سکیں مرحوم ریاض (خدا انھین مدتون زندہ رکھے) اور برہم دہلوی کے دل سے پوچھئے، ناصر علی پھر کہان؟ صلاے عام کی ترکیب با وصف

حسن ظن جو آپ کی طرف سے ہو کچھ پسندیدہ نہ آئی، اس سے تو ناصری اچھا تھا خاصے کی چیز اور ,, وقف عام ,, ایک طرح کا بے تکا پن ہے، اس سے آپ کے مذاق انشا پردازی پر نکتہ چینی منظور نہیں بلکہ آپ کو اپنے ڈھب پر لانا ہے۔ بیسوین صدی مین جو پرچہ آپ سے باکمال کے قلم کے سایہ مین اور وہ بھی عروس سخن ,, کے میکے یعنی دلی سے نکل رہا ہو اس کا نام مین آپ کی جگہ ہوتا تو بے سوچے سمجھے۔

ارتقاء

رکھ دیتا۔ نام اتنا تو با کیف ہو جس سے پرچے کی علامت ظاہر ہو اور آپ کے ادبی تخیل (لٹریری آئیڈیل) کا پتا چل سکے تقطیع بھی مجھے پسند نہیں - ذاتی تجربہ ہے کہ نامی رسالے تو آپ کے پیش نظر ہونگے دور کیوں جائیے الناظر کی ضخامت تقطیع اختیار کیجئے جو نہایت موزون ہے - بیٹوں کا ہی کہنا ٹھیک نہیں یہ کہہ رہا ہوں اور کچھ مین نہیں آتا آپ کے قدردان کہاں سے [illegible] آپ کو نہیں جانتی اور یہ آپ کا قصور ہے لیکن [illegible] خود ہی [illegible] ,, دنیا [illegible] اور اچھی طرح رہنے کی استعداد ہے کہ جس طرح ہو اپنی مستقل [illegible] اس کی [illegible] ہو تو کیسا یہ ہی کہ بیسوین صدی اور متفرق پرچون مین جو کچھ آپ نے لکھا یا ہے باہتمام [illegible] ایک دم سے شائع کر دیجئے لیکن مضامین منتخب ہوں - آپ [illegible] اثر [illegible] بے جوڑ ہوگا - اگر یہ نہ ہوا تو میرے سر مین [illegible] سمجھونگا آپ جیتے جی مر گئے - اور لٹریچر کے خون ناحق کا بار گران جو گردن پر رہا وہ علیحدہ - یہ اصرار آپ کے خاص قسم انشا پردازی کے لحاظ سے ہے آپ کی زبان آپ کے مختص النوع صفات کے ساتھ

کسی اور کے بس کی چیز نہیں اور سچ یہ ہے کہ آپ فن کے اختصاصی دیلیٹنٹ ہیں۔

میں آپ میں یونانیوں کی سی لطافت خیال پاتا ہوں، آپ کی چشم سخن جہاں "جنس لطیف" اور اُس کے متعلقات کی طرف اشارے کرتی ہے وہ نزاکت خیال کی آخری حد ہے "تیرھویں صدی" میں ہیرے نشتر ہیں جو آج تک دل میں چبھ رہے ہیں ابھی ابھی ایک فقرہ نظر سے گذرا "یہ پان اُنکے لئے ہے" بے اختیار جی بھر آیا اگلے پچھلے قصے پیش نظر ہوگئے پوچھئے تو بتا نہیں سکتا لیکن کچھ تو ہے جو دل پر چوٹ لگی رکھ رکھاؤ آشنا تو ہوا ایک چھوٹا سا فقرہ اور عطر زندگی۔

بوڑھے حالی جو شاعرانہ جذبات کے ساتھ بھی عورت تو خیر "چلو ٹے پچھو لے کپڑے" سے گھبراتے ہیں اس قسم کی نزاکت خیال کو پسند نہیں کرتے لیکن انشاپردازی ان سے کبھی قطع نظر نہیں کر سکتی، شوق کی مثنویوں میں سے اگر زوائد کو نکال ڈالئے تو جو کچھ بچ رہے گا فلسفۂ اخلاق کی جان ہوگا ؎

یاد آتی تھیں دلاتے جائیں
پان کل کے لئے بناتے جائیں

ان سیدھے سادے مصرعوں میں جو رکھ رکھاؤ ہے کسی رازدار فطرت سے پوچھئے۔ کیا دنیا کی شاعری اس کی نظیر پیش کر سکتی ہے؟ یورپ میں جو آج بڑے پایہ کے لکھنے والے ہیں انہیں مذاق حسن پرستی اس قدر لگ گیا ہے کہ قریب قریب اُن کی ہستی کا ایک جزو ہو رہا ہے، عورت جسے "خواب طفلی اور آرزوے شباب" کہئے

"ہر بات تری فسانۂ حسن"

ہیئت اجتماعی یعنی سوسائٹی کی روح رواں ہو رہی ہے جس سے کوئی شائستہ

طرز تحریر درست برادر نہیں ہو سکتا۔ آپ ان نزاکتوں سے خوب واقف ہیں اور یہی وجہ ہے کہ

"عکس لمح موتیوں کے دانوں میں"

صنف نازک آپ کے دائرہ تحریر میں کسی نہ کسی حیثیت سے آ ہی جاتی ہے۔ مہرالنسا کا وہ واقعہ کس قدر دلچسپ ہے جب اس نے باغ کی ایک روش پر جہانگیر کے ہاتھ سے کبوتر لیکر چھوڑ دیئے تھے پروفیسر آزاد نے جس خوبصورتی سے اس کو دکھایا ہے انشا پردازی کو حسن سے بہتر الفاظ آج تک نہ مل سکے۔ آپ وہ سماں دکھائیے جب مہرالنسا جوان بیوہ کی حیثیت سے شاہی محل میں رہنے لگی ہے لیکن ہائے وہ حسن افسردہ جو خود اپنی قدر و قیمت سے واقف ہو خوب جانتی تھی بجلی کدھر گرے گی۔

شب امید بہ از روز عید می گزرد

کہ آشنا بہ تمنائے آشنا خفتم

جہانگیر ایک روز اس کے کمرے میں جا نکلا جو ضیائے حسن سے شبستان تجلی ہو رہا تھا حور وش کنیزوں کی زرق برق پوشاکیں آنکھوں کو خیرہ کیے دیتی تھیں اور فطرت کی لاڈلی "ہمہ غمزہ ہمہ عشوہ ہمہ ناز" نہایت سادے باریک لباس میں تھی لیکن شیشہ کی طرح صاف صاف جسم جھلک رہا تھا۔

کلائی وہ نازک سی ہیرا تراشی

وہ ظاہر میں سربستہ اک راز فاش

"مقیاس الشباب" کی سرکشی بتا رہی تھی کہ وہ دنیا کی طرح چھپی محرم سے زیادہ اور کیا اور دی گردن کے پیچ و خم اور اعصاب کی قدرتی پیچ و تاب ان کی ممنون ہے اس پردہ کافوری پر جو نقش اسپال کے لئے کیا باقی رہا غرض مہرالنسا عالم تصویر بنی ہوئی

تھی شاہی نگاہیں ٹھیک کر حسن عریانی کا جائزہ بھی نہ لینے پائی تھیں کہ ایک کہربائی قوت نے بجلی کے تاروں میں نہیں زلف عنبرین کے پیچوں میں جہاں پناہ کو جکڑنا شروع کیا، شاہانہ تمکنت نے دیکھتے دیکھتے حسن گلوسوز سے شکست کھائی جہانگیر سے ضبط نہ ہو سکا دل کا چور زبان پر بول آیا۔

تمہارے اور تمہاری لونڈیوں کے لباس میں کیوں فرق ہے؟ اس کا جواب جو کچھ ملا اسی کا حصہ تھا جو آگے چل کر نور جہاں ہونے والی تھی۔

جی میرا لباس لازماً اوروں سے مختلف ہوگا۔ کیونکہ اسے شاہی خواہشات کے زیر اثر ہونا چاہئے ،، ذرا دیکھئے گا یہ کیا کہہ گئی جتنا کہا نہیں اس سے زیادہ تخیل کے لئے گنجائش چھوڑ دی۔

ایک فلسفی نے کیا چبھتی ہوئی بات کہی کہ ،، دنیا میں جہاں کہیں حسین عورت ہے میری رشتہ دار ازلی ہے یہ تعلق فرد انسانی میں ہمیشہ سے ہے اور وراثت طبعی کے قاعدے سے ہمیشہ رہے گا ہماری تمہاری خاک سے اور اٹھیں گے اور یہ سلسلہ قائم رہے گا ،،

،، وہ کہتا ہے ،، مجھکو صرف ایک تخیل کی ضرورت ہے جو فانی زندگی کا ایک خیالی سہارا ہو ،، آج دنیا پر نہایت خوشی سے دائم رہوں گا۔ کیونکہ معلوم ہے دنیا دیکھنے کیلئے ہے برتنے کے لئے نہیں ہے۔

اس قسم کے بہت سے نکتے ہیں مگر کہاں تک کہئے کون؟ آزاد جیتے جی مر گئے آپ باتوں باتوں میں ٹالنا چاہتے ہیں کیا اچھا تھا اگر آپ بیسویں صدی کا مناظرہ لکھتے ،، اخوان الصفا ،، کے رنگ میں کیا۔ خیالی مجمع الفصحا لٹریری اکیڈمی ترتیب دیجئے پورا دائرہ ہو اراکین مثلاً یعنی اخلاقی، مذہبی، اتحادی، اقتصادی اور فلسفی وغیرہ مختلف الموضوع عناصر

اگر جمع ہو گئے اور ان سبھوں میں آپس میں دماغی ٹکر ہوئی تو لطف آجائے گا۔ کچھ نہ سہی خیام کے فلسفہ پر ریویو کر ڈالئے اور جو پتے پتے کی کہہ گیا ہے نا آشنایان حقیقت کو سمجھا دیجئے بیچارہ یورپ کے ہاتھوں جی رہا ہے ایشیا میں بے طرح اس کی مٹی خراب ہو نقہ لوگ اُسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکے نہ جاننا بھی فرسے کی بات ہے اس قسم کی سرد مہریاں لٹریچر پر ایک بدنما داغ ہیں۔

آجکل سرمایہ دار وہی سمجھا جاتا ہے جو پچھلوں کے جمع کردہ مواد میں تصرف بیجا یا بجا کر سکے، آپ میں مادہ اختراعی کی کمی نہیں مواد موجود ہے یورپ سے لیجئے اور خیالات کو پھیلا کر سمیٹئے اور لکھئے غزالی اور ابن رشد کا محاکمہ بہت دلچسپ تھا۔ لیکن ضرورت تھی کہ زیادہ پھیلاؤ ہوتا اور لگے لپٹے مسائل میں کچھ رہ نہ جاتا مختصر یہ کہ جس پیمانہ پر آپ لکھ رہے ہیں میری توقعات اس سے کہیں بڑھے ہوئے ہیں۔ اور یہ امر آپ کی عظمت کے ثبوت میں ہے نری باتوں سے خواہ وہ کتنی ہی پیاری ہوں اگر بار بار دہرائیے تو جی اُکتا جاتا ہے متعدد ادھورے مضامین کی جگہ ایک آدھ لکھئے لیکن زور جی لگا کر۔ کم سے کم ایک مضمون خالص فلسفیانہ رنگ میں ہو جسے بطور شاہکار دکھا کر کی حیثیت سے آپ اختراع فایعہ (ماسٹر پیس) کہہ سکیں؛

نئے گروہ سے کچھ امید نہ کیجئے، ان کے ہاں اس وقت تک صحیح علمی مذاق کا پتہ نہیں، نہ پڑھنا لکھنا ضروریات زندگی میں داخل ہے۔ قومی لٹریچر سے بیگانگی جیسا اس سے پہلے کسی موقع پہ لکھ چکا ہوں اور سچ تو یہ ہے کہ انگریزی تو شاید کچھ آتی بھی ہو اردو تو خیر سے قطعاً نہیں آتی۔ انگریزی غیر ضروری آمیزش سے روزمرہ کا جس طرح خون کر رکھا آپ دیکھ رہے ہیں، مغربی تمدن اور شائستگی کے دلدادہ جہاں یورپ

کی تقلید پر مٹے ہوئے ہین ایک خاص مسئلہ مین اجتہاد سے نہین چوکتے اس پر ستم ظریفی یہ ہے کہ کیسکو احساس نہین یعنی تکلفات زندگی کے اسرار کے ساتھ بھی قومی لٹریچر پر کچھ صرف کرنا جرم ہی نہین بلکہ ایسا گناہ ہے جس کی بازپرس ہو کر رہے گی ایسے افراد کہان تک آپ کے توقعات پورے کرسکتے ہین۔ بہرحال آپ سے جو کچھ ہوسکے کئے جایئے اور یہ تو مین تفصیل سے عرض کرچکا کہ آپ سے کیا چاہتا ہون مغربیت کے اثر سے نئے نئے عنوان زندگی پیدا ہوگئے ہین انہین سے کسی بحث کو چھیڑیے آجکل کے عوائد رسمیہ (ایٹی کیٹ) اور ارتقاء لباس پر جو نہایت اہم مسائل ہین کچھ لکھئے لکھایئے تو سب سے پہلے آپ کے دل و دماغ کے نتائج کی داد جس سے ملیگی وہ

مین ہون

آپکا نیازمند

ایم مہدی حسن (افادی الاقتصادی) الہ آباد۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۰۹ء



مداحِ آلِ محمد حضرت محشر لکھنوی کا خط مولف کے نام

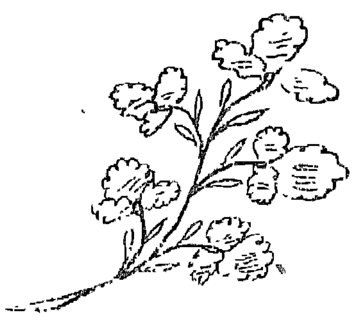
مکرمی جناب صفدر صاحب زاد لطافہ۔ تسلیم

آپ کی تصنیف رسالہ مشاطۂ سخن میں نے اول سے آخر تک دیکھا، واقعی دورِ شاعری میں آپ کے دماغ نے وہ کام کیا جو آج تک کسی نے نہیں کیا۔ اساتذہ قدیم و جدید کی اصلاحیں مع اپنے تنقیدی خیالات اربابِ نظر کو دکھا دیے اس کے معنی یہ ہوئے کہ فنِ اصلاح کو زندہ کر دیا۔ ہر شعر پر متقدمین کا زورِ قلم متاخرین کے لئے ایک کافی سبق ہے۔ اگر میں کہتا ہوں کہ دنیائے ادب میں اس مقبول تالیف سے اضافہ ہوا تو کیا کیا [illegible] بھی [illegible] یہ سب آپ کہہ چکے ہونگے سمجھ میں نہیں آتا مشاطۂ سخن کی حقیقی تعریف میں کیا کہا جائے بجز اس کے کہ خدا زورِ سخن آپ کے زورِ تحریر کو ہمیشہ یونہی کامیاب رکھے۔ مشاطۂ سخن اسم بامسمیٰ ہے یہ کتاب بتاتی ہے وہ یا آنے والے شاعروں کو طرزِ اصلاح سکھاتی ہے اور دکھا دیگی۔ مشاطۂ سخن ایسی کتاب [illegible] کو دیکھ کر اہلِ قلم صحیح جدت طرازی کی طرف مائل ہوسکتے ہیں مشاطۂ سخن اہلِ ادب کا ذوقِ سلیم درست کرتی ہے، مشاطۂ سخن پرانے اُستادوں کے جوہرِ کمالات کا آئینہ ہے۔ مشاطۂ سخن سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے دماغ و فکر نے کیا کام کیا اور اُستادوں کے زورِ قلم نے کون سا صحیح راستہ دکھایا۔ مشاطۂ سخن وہ چراغِ ہدایت ہے جس کی روشنی میں فکرِ شاعر منزلِ مقصود تک بے خوف و لغزش پہونچ سکتی ہے مشاطۂ سخن اہلِ علم و کمال کے کتب خانوں میں عزت سے جگہ پانے کے قابل ہے مشاطۂ سخن میں جہاں تک آپ کی فکر نے کام کیا سونے میں سہاگہ کہنا چاہیے آپ کا زورِ قلم آج سے نہیں بلکہ مدتوں سے ملک میں مشہور ہے مشاطۂ سخن نے اور بھی نمایاں کر دیا۔ مشاطۂ سخن میں

اکثر مقامات پر بعض اساتذہ کی اصلاحیں دیکھنے والوں کو سرمۂ چشم ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں آپ سے فرمائش کروں کہ ایسی ہی ایک اور کتاب تیار کیجیے۔ ابھی اساتذہ کا سرمایہ بہت کچھ باقی ہے جو آپ کی کوشش سے صفحات کاغذ پر آجائے گا۔ ورنہ بہت جلد ضائع ہو جائے گا۔ آپ نے اس کے جمع کرنے میں جو کچھ جانکاہی کی یا دقت اٹھائی وہ آپ ہی کا دل جانتا ہے۔ میری رائے ہے کہ مشاطۂ سخن ایسی کتاب ہے جس کی تالیف میں تصنیف کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں اردو زبان کے ادبار کو روکے اور جہاں تک ہو سکے قلم کی روانی حسب دستور برابر جاری رہے۔

اہل کمال کے تغافل نے فن کو مردہ کر رکھا ہے۔ خیر آپ ہی ایسے دو چار لکھنے والے ہیں جن کی کوشش باطنی و ظاہری اردو کی مسیحائی پر آمادہ رہے۔ آپ کا قبضہ جتنا اقلیم نظم پر ہے اتنا ہی نثر پر پھر کیوں نہ آپ کے قلم کی نکلی ہوئی کتابیں ادب کی محفلوں میں آئینوں کا کام دیں کوشش سے باز نہ آئیے برکت دینے والا کوئی اور ہی ہے۔

آپ کا دیرینہ نیاز مند مداح آل احمد
محشر لکھنوی



مولینا محمد حسین محوی کے خطوط مؤلف کے نام

لکھنؤ ۲۷- مارچ ۱۹۱۶ء روز دوشنبہ

برادرم تسلیم!

پرسوں آپ کو لفافہ روانہ کیا تھا۔ کل اپنی مریضہ بیوی کو اجل کے حوالے اور سپرد خاک کیا۔ بھائی زندگی کی خوب بہار دیکھی۔ جوانی کے جو عیش دیکھے انکا گواہ یہ فلک ہے سنا تھا کہ جوانی میں عیش ہوتے ہیں اور زندگی کا مزہ شباب میں آتا ہے لیکن ہم کچھ نہ کر سکے اور کچھ نہ دیکھ سکے اور جو دیکھا وہ بیان کرنے کے قابل نہیں۔ کل ساڑھے نو بجے دن کو مرحومہ کی سانس آخر ہوئی اور تمام تکالیف و آلام سے نجات حاصل ہوئی۔ دو بجے دن کے قریب تجہیز و تکفین سے فرصت پائی۔ ایک انیس زندگی کی دائمی مفارقت میرے عمر بھر رونے کے لئے کافی تھی جو یہ دوسری مصیبت مجھ پر پھٹ پڑی کیا لکھوں میرے حواس درست نہیں اور نہ کچھ لکھنے کو جی چاہتا ہے بچہ خیریت سے ہے دیکھئے آپ کب تک ادہر آتے ہیں غالباً میں چہلم تک یہاں اور رہوں گا پھر بھوپال کا کوچ ہے۔ اب خدا جانے کب آنا ہو کیا عجب خاک بھوپال مجھے بھی زیادہ مہلت نہ دے۔ فقط

محمد حسین محوی

جامعہ الہیہ کان پور۔ ۸ مارچ ۱۹۲۱ء

بھائی جان سلام مسنون۔ آج جناب مولانا نے آپ کا کارڈ مجھکو دیا جس میں آپ نے تازہ مشاعرہ کے تین شعر لکھے ہیں ابھی میں حسن کو یہ کارڈ نہیں دکھا سکا تینوں شعر لاجواب ہیں اور بہت خوب ہیں "منظر خون شہیداں" والا مجھکو بہت پسند آیا۔

اور دین و ایمان بھولنے والے تو موجودہ دور کے لئے حاصل زمین ہے۔ اس رنگ کا شاعرہ بھر میں صرف ایک شعر ہوگا۔ اب اسی شاعری کی ضرورت ہے۔ سبحان اللہ کیا کہنا ہے۔ مطلع کی سادگی اور ادائے بیان قابل داد ہے۔ "جی بجا ارشاد ہوتا ہے" کا ٹکڑا دوسرے شعر میں قیامت کا ہے۔ ملے کیا اچھا شعر کا مفہوم ہے۔ آپ نے تو مجھ کو فراموش ہی کر دیا۔ جو صاحب لکھنؤ سے آتے ہیں آپ کو ضرور پوچھ لیتا ہوں۔ مدت کے بعد آپ کا یہ ہدیہ رنگین پہنچا۔ یاد تازہ ہو گئی خدا جانے کتنے اگلے پچھلے قصے پیش نظر ہو گئے۔ بیساختہ جی چاہا کہ کاش آپ بھی سامنے ہوتے۔

میری جانب سے خورشید کو پیار۔ گھر میں سلام

محمد حسین محوی

شیخ محمد مختار احمد صاحب عرف منے میاں قدوائی بی اے ایل ایل بی کے خطوط حضرت زاہد بیتوی کے نام

بارہ بنکی ۲۰-اپریل ۱۹۳۱ء

زاہد آؤ تمہیں بھی دکھلا دیں

سیر تماشے ہم رسوائی کی

کہو زاہد کیا حال ہے۔ کس دُھن میں ہو۔ میں نے تو ۲۰ تاریخ کو ایک خط لکھا مگر تم نے آج تک جواب نہ دیا۔ کیا تم بھی ہم سے آتے ہی اندر آباد سے نکل کھڑے ہوئے اگر یہ سچ ہے تو کدھر گئے اور کہاں۔

محرم کی تو خوب بہاریں لوٹی ہوں گی۔ سید انیون کے وہ چمپئی رنگ پر وہائی

لئے چھیڑ دی گئی تھی اور وہ بھی باتوں باتوں میں مگر اب اتنا تو ہوا ہے نہیں کہ سب کو جتاتے پھرو بیکار
بدنام ہوتے دیکھیں اور چپ رہیں۔ افسوس ہے کہ تم کو اتنا بھی نہ سوجھا کہ ان معنوں میں
معلوم ہوگیا کہ جیسا وسیع اخلاق تمہارا دوستوں کے ساتھ ہے ویسا ہی تمہارا عشق
بھی وسیع ہے اس سے تمہاری محبت کا اعتبار نہیں کیونکہ جس سے وضعداری کے ساتھ
رہنا ہوگئے پس تمہاری تعریف یا ہجو قابل اعتبار نہیں اور نہ پند و ناصحان کی ہمیں ضرورت
ہے۔ اگر تم ہمارے درد دل سے باخبر ہوتے تو تم بھی ہمارے ہی ہمزبان ہو جانے کے لئے
تیار ہو جاتے۔ اور پند و نصائح کے الفاظ زبان قلم سے نہ نکالتے تمہیں پر کیا ہے دیکھو
یہی نصیحت کرنے کے لئے موجود ہے اب تو یہ عالم ہو گیا ہے

ناصح کے مارے گھر سے نکلنا محال ہے
رستہ میں بھی ملے تو نصیحت ضرور کی

ہم نے تو اب اپنا مشرب ہی بدل دیا بدل نہ دیتے تو کیا کرتے جب کسی نے کوئی فقرہ
خلاف طبیعت کہا اور یہ معلوم ہوا کہ تیر کلیجے پر پڑا اور چھلنی کر گیا۔ ذرا سوچو تو سہی جس کے
سینے میں دل نہ ہو وہ کب یہ سہہ سکے گا۔ یہ تو بتاؤ تم کیوں بیٹھے ہوئے ہو اور کیوں مرے ہوئے
ہو مروا اور خود ہی کہو کہ تمہارا دل ہمارا جگر چاہے جیسے ہو اور رہا ہو جہاں چھینک دو
اگر خدا کسی کو ایسی غم دیدہ کر دے تو ... دیکھو ذرا اہل کتب عشق میں بھی بالکل طفل مکتب
ہی نظر آتے ہو حسن کی نیرنگیاں کاش کتابیں پڑھ کر یاد کر لیتے۔ اور کیوں جاتے
گلستان کا باب پنجم ہی حفظ کر لیتے معشوق کے خاص معنی تو یہ ہیں کہ جس کو دل
چاہے۔ اصطلاحی معنی معشوق کے یہ ہوا کرتے ہیں کہ وہ پری پیکر ہو۔ آنکھیں
رسیلی اور بڑی بڑی ہوں ... جنت کے پھول ہوں، پیشانی چاند ... بال

گھونگھر والے ہوں گیسو ہوں اور پیچ وخم ان میں ایسا ہی ایسی کہ قیامت میں بھی ایک دوسری قیامت اٹھ کھڑی ہو اور زبانوں پر یہی ہو ؎

وہ اندھیرا ہے کہ دیدار خدا بھی ہو محال

کون کھولے ہوئے آیا سر محشر گیسو

ہائے وہ آنکھیں فتنہ زا اور نرگس مخمور جن کا جادو سحر سامری کی طرح ایک نظر میں سارے عالم کو تسخیر کرے۔ لب ہوں گر تیلے اعجاز مسیحائی بھی جس پر صدقے ؎

لطافت وہ کہ جس پر جان دیتی ہو مسیحائی

حلاوت وہ کہ جس سے آب حیوان پانی پانی ہو

غرضکہ یہ سب پرانی باتیں ہیں اور اگلی تصانیف میں مل جاوینگی میں کیوں بکوں یہ سب اگر پڑھو اور غور سے نظر پھیلا کر دیکھو تو الہ آباد میں اس حسن وصورت کا کون نظر آئے گا وہی ایک قتال عالم جس کا اثر ہر دل پر جس کا ذکر ہر زبان پر اور جو ہر فرد بشر کو عزیز ہے جس کی نظیر اگر مشعل ماہ بھی لیکر آپ تلاش کیجئے گا تو نہ پائیے گا۔ میں لاکھ سمجھاؤں گر تم سمجھتے ہی نہیں مگر خدا کے لئے آشنا تو کہا مانو کہ کسی حسرت مند دل کا ستانا برا ہوتا ہے میرے دل کی پریشانی کا صبر کس پر پڑے گا اگر تم دل والے ہو تو خوب سمجھ سکتے ہو کہ میرے دل کی کیا حالت ہوگی۔

میں بارہ سال سے الہ آباد میں ہوں کبھی یہ تکلیف گھر آنے کے بعد نہ ہوئی جو اس مرتبہ ہو رہی ہے۔ خدا جانے تمہاری ادا کس کس کی یاد ستا رہی ہے اور کہاں کہاں نے درد ہے کیا تم ہو اور کس کے دکھ آفت ہے ؎

کبھی دل میں ہے کبھی حسرت کبھی سینہ میں　　　چارہ گر کیا کہوں میں درد کہاں ہوتا ہے

اور اگر کہون اور دکھاؤن تو پرسان حال کون ہوگا - اور سوائے زاہد کے چارہ گر کون ہوسکتا ہے اور کون ہے جو سچا ہمدرد ہو - ہائے مگر افسوس ہے کہ مین تو تمھین ہمدرد کہون اور سچا اور تم میری ہی جان پر صدمے پہونچانے کے لیے تیار ہو - سچ ہے ؎

عجب ہے رسم جہان پر فن کہ دوست بنتے ہین جی کے دشمن

چھپائیے جس کو زیر دامن وہ سانپ بنتا ہے آستین کا

خدا جانے جوش جنون مین کیا بک رہا ہون - میان زاہد کیسی باتین کرتے ہو - محبت تم سے ہو یا کسی اور سے بڑی بلا ہے ؎

محبت ہی بُری شے ہے کہون جا کر ہمین کس کو

ہمین نے بارہا سر رکھ دیا ہے پائے دشمن پہ

کسی نے پیار کی نگاہوں سے دیکھ لیا خرمن دل پر بجلی گر پڑی اور چشم زدن مین کہاں سے کہاں پہونچ گئی [illegible]

بھائی زاہد خدا کے لیے اب زیادہ نہ چھیڑو ؎

[illegible]

رونا [illegible] ہنسی [illegible] ہے

اچھا رخصت!

آپکا [illegible]



بی مشتری کا خط حضرت نسّاخ عظیم آبادی کے نام

شفقت و اخلاق کے موجد احسان و امتنان کے مؤکد، اقبال و اجلال کیساتھ دنیامین رہو میری دعائے دلی ہے۔ اسسٹنٹ کمشنر ہو، صدمہائے فراق سے اتنی تنومند نہین ہی ہون کہ جو داستان اشتیاق کو مبالغہ و تعلّی شاعرانہ سے لکھون، اسیقدر غنیمت ہے کہ اپنا حال بہ اختلال زبان قلم پر لاؤن اور اپنے قصہ پر غصہ کو کہ بے حد و بے پایان ہے مگر کہہ سناؤن۔

کیون صاحب شرط عنایت و مروت یہی ہے کہ ایک تو اپنا احوال مبارک رقم نہ فرمائیے اور جو کوئی خط و کتابت کے ذریعہ سے مزاج اقدس پوچھے اُس کا جواب نہ بھجوائیے اور جو کبھی کبھی رحم و مروت کے تقاضے سے جواب بھجوایا تو طرفہ ثنائی بیگناہ کو الٹا الزام مین پھنسایا۔ خیر برگذشتہ صلوٰۃ۔ آپ سنئے یہ بات کہ دو انکسار نامے خلوص طراز بھجوائے دونون کے جواب نہ آئے۔ معلوم ہوا کہ کلام [illegible] کا ہجوم ہوگا یا تصدیع عدالت کسی طرح کی [illegible] ہے مزاج وہاج مغموم ہوگا، ورنہ کیا آپ بلا سبب آپ کی عادت نہ ہان سوال سُن کے جواب نہ دینے کی خصلت نہین یہ بھی میری قسمت کا لکھا ہے آپ سے صادق و وفادوست کا کیا گلا ہے۔ ان روزون مین آسمان نے عجیب صدمہ دل پہنچ دیا۔ خدا جانے کچھ ذقعہ کسی کا بدلا لیا کہ [illegible] مسودون کا ذخیرہ چوری گیا [illegible] دس برس کی محنت برباد کر دی [illegible] اصلاح و مشورت [illegible] نزدیک کے پاس [illegible] صاحب سے مستعار منگوایا [illegible] اور کچھ کاتب [illegible] یہان رکھی اصل

جہان سے آئی تھی وہان بھجوائی، آپ سے بھی اُمید وار بلکہ لجاجت سے آتی ہوں کہ جس قدر حماقت نامے چھوٹے بڑے حضور مین ہین سب بلاتکلف میرے سر کی قسم بھجوا دیجئے۔ میرے آنسو پونچھنے کے واسطے فرطِ عنایت و نوازش سے سوال ناچیز کو رد نہ کیجئے۔ بحول و قوۃ الٰہی پندرہ دن مین مین اور کاتب اُن کو لکھ لون گی منقول اپنے پاس رکھ کے منقول عنہ واپس بھیجدون گی، اپنی طبیعت کا ماجرا تحریر فرمائیے، فکر و تشویش کے ہاتھون سے مجکو جلد چھڑائیے۔ عزت و ترقی و برتری پر رہے، حاسد بدخواہ دلریش و خستہ جگر رہے۔

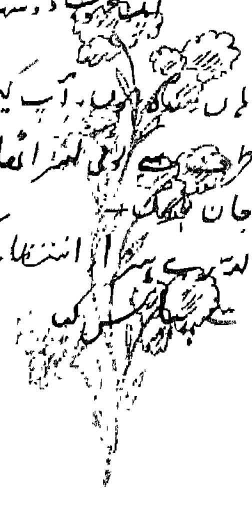
مشتری

منقول از جادو ڈھاکہ

حضرت رشدی گیاوی کا خط

ایک محبوب دوست کے نام

مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ



جی ملی شکایت ہوں، آپ کیوں حق کرتے ہیں
آپ نے تو اپنی طرف سے کوئی کسر اٹھا رکھی ہے پھر بھی نہ ہوں۔ میرا سخت جان [illegible]
[illegible] انتظار کے بعد آپ کا خط آتا ہے
الحمد [illegible]
دوبارہ وسعت اس [illegible]

ایم۔ نواب علی صاحب ایم۔ اے پروفیسر بڑودہ کالج کے خط مسٹر ظہور احمد حسین صاحب نقوی کے نام

بڑودہ ناگرواڑہ۔ ۹ فروری ۱۹۰۰ء

برادرم السلام علیکم۔ عنایت نامہ صادر ہوا قبل اس کے میں نے ایک لفافہ ارسال کیا تھا جس میں گاؤں کے متعلق تحریر کیا تھا یقین ہے کہ پہونچا ہو۔ آجکل شعر و شاعری کا آپ کے یہاں خوب مشغلہ ہے۔ مشتمل مصدر کا شعر واقعی مزا دے گیا۔ کیوں صاحب یہ نظر بازیاں، چلمن سے تاک جھانک، شربت دیدار پینا، پھر ذوق تکلم اور پاک باز رہنا اور اب آخر جذبات کا دب جانا یاد آ گیا آہ سے

کیا چڑھا نشہ ہے جوانی کا
لڑکھڑا جاتے ہیں شباب میں پاؤں

آپ نے لڑکھڑانے کا سمان باندھ دیا۔ مگر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ دامن عصمت گناہوں سے آلودہ نہ ہوا۔ "لڑکھڑا جانا شباب میں پاؤں" واقعی مشکل زمین ہے مگر شعر کیا چھلکتا ہوا نکلا ہے۔ میں نے بھی کوشش کی اور طبیعت پر زور ڈالا مگر کچھ بن نہ پڑا تاہم حسب ذیل اشعار حضور نیاز مند رنگ سخن پر ہیں ملاحظہ ہو

دھوپ میں جیٹھ کی جلا ڈالے پاؤں — کٹ گئے تب تاب بو تراب میں پاؤں
جلتے ہیں پر یہاں نظر رکھ کے — تو نے رکھا ہوا ہوس شباب میں پاؤں
شیخ اچھلتے کودتے چلے آتے ہیں — نہیں تھمتے رہ صواب میں پاؤں
شوق کرتا ہے گر پڑے ہیں سے — آنکھ رہ گئے کیسی حنا میں پاؤں
دست حسرت نہ کیوں ملیں نواب — زندگی ہے کہ ہے رکاب میں پاؤں

"اسرار عالم" اب تک نہ آیا عجیب اسرار ہے دیکھنے کا شوق ہے مضامین کی فرمایش اشتقر جنی سے پوری ہونی مشکل ہے بزم زندان مین خشک مضامین کیا لطف دینگے خیر دیکھا جائے گا:

موتیان کی بوجھ مروڑ دینا یعنی سلام کہدینا- باقی سب حال بدستور ہے

والسلام! نیازمند

نواب علی عفی عنہ

بڑودہ ناگرواڑہ- ۱۰ مارچ سنہ ۱۹۰۷ء

برادرم السلام علیکم قبل اس کے کہ اور کچھ تحریر کیا جائے ایک تھیٹر کی داستان سن لیجیے آپ نے الفرڈ کمپنی وغیرہ کے تماشے دیکھے ہون گے مگر یہ ڈواین کمپنی ہے Divine جو عالم مین ہر جگہ شب و روز تماشے دکھاتی رہتی ہے غور سے اسی وقت دیکھی جاتی ہے جبکہ کوئی انوکھا تماشہ دکھایا جائے- ملاحظہ ہو نومبر سے مارچ تک کے سین ہین-

پہلا باب (سین اول)

پردہ اٹھا بڑودہ کا دربار بمقام راج محل، مہاراجہ صاحب ولایت سے تشریف لائے ہین وزرا امرا درباری زرق برق لباس پہنے ہوے ہین ہر ہر صوبے سے ڈپوٹیشن مبارکباد دینے آیا ہے، انجمن اسلام ڈپوٹیشن پیش ہو رہا ہے "ان سع" کے ہاتھ مین اڈریس زرین ایک زربفت کے خریطے مین نظر آرہا ہے، اس نے اڈریس کو دربار مین پڑھنا شروع کیا، مہاراجہ بہادر خاص طور سے شکریہ ادا کر رہے ہین-

(دوسرا سین)

راج کنواری اپنے محل مین اپنی چچا زاد بہنون اور سہیلیون کے ساتھ جلوہ آرا ہے،

کمرہ دلہن کی طرح سجا ہوا پر تکلف حسن خود بین کی رونمائی کر رہا ہے شہ نشین پر دھی لن اع لکچر دینے کے واسطے کھڑا ہے بیچارہ کچھ کھویا ہوا سا نظر آ رہا ہے، رعب حسن نے اس کے حسن پرست مگر پاک باز دل پر عجیب اثر ڈالا ہے لیکن لکچر چونکہ حبیب خدا صلعم کی مقدس زندگی کے حالات پر ہے اس لئے خود ایسے پاک مضمون نے وہ معجز نمائی کی کہ لکچرار سنبھل گیا اور ایک غلط انداز نظر ان حسن کی دیویوں پر ڈال کر اس نے انگریزی میں تقریر شروع کر دی اور ع

بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

کی محویت کچھ ایسی طاری ہوئی کہ حسن عارضی کی دلفریبیاں جو نیرنگ نظر ہو رہی تھیں بھول گیا۔ آخر لکچر ختم ہوا مگر ساتھ ہی برق تبسم نے اظہار شکریہ کے واسطے ایک ہی لپک میں لکچرار کی ساری تقدس مآبی خاک میں ملا دی بیچارہ دل ہی دل میں ؎

بجلی اک کوند گئی آنکھوں کے آگے تو کیا

بات کرتے کہ میں لب تشنۂ تقریر بھی تھا

پڑھتا ہوا اور غالب کی روح کو ثواب بخشتا ہوا گھر آیا۔

دوسرے سین کا تتمہ

پھر وہی حسن کی دیویاں مگر بالکل بے تکلفانہ انداز سادگی کا زیور زیب تن مگر بلا کی دل فریبی قیامت کی دلکشی بنارسی ساڑی بندھی ہوئی، بال بکھرے ہوئے۔ زیر لب سہیلیوں سے گفتگو تھا کہ بیچارے لکچرار پر جو اس وقت اسلام پر لکچر دینے آئے ہیں بجلیاں ٹوٹ رہی ہوں گی، مگر لکچرار بھی اب کسی قدر ڈھیٹ ہو گیا لاحول پڑھ کے پیچ و خم سے بچ [illegible] الجھ جاتا تھا [illegible] سے کہیں [illegible] جھکا اسی کشمکش میں

لکچر ختم ہوا اُدہر وہ ناگنین اُٹھ گیئن اور ادہر یہ اپنے ڈسے ہوے دل کو گھر اٹھا لایا اور راستے بھر یہ شعر پڑہتا ہوا آیا ؎

غلط ہی جذب دل کا شکوہ دیکھو جرم کس کا ہے
نہ کھینچو آپ کو گر تم کشاکش درمیان کیون ہو

دوسرا باب (پہلا سین)

شب کے وقت راج محل مین دربار عام - مہاراجہ صاحب اور تمامی اراکین - مولوی مقبول احمد شیعی کا لکچر "توحید" پر سُن رہی ہین لکچرار اپنی سحر بیانی سے دلون کو تسخیر کر رہا ہی اور ساتھ ہی در پردہ سنیون اور ہنود کو طنز سے یاد کرتا ہے -

لکچر ختم ہوا اور یکایک مہاراجہ نے "ن ع" کی طرف اشارہ کیا کہ تم کچھ کہو یہ وقت آزمایش کا وقت تہا گرڈ این کمپنی کے مینیجر یعنی فضل الہی نے "ن ع" کے گوش دل مین چپکے سے کہا کہ ہان بس یہی موقع ہے تم کہنا شروع کر دو اور لو مین "اثر" کا ہاد مونیم بجاتا ہون "ن ع" اس کے اطمینان دلانے سے سنبھلکر اسٹیج پر کھڑا ہوا اور جہوم جہوم کر مضامین توحید ادا کرنا شروع کئے عجب لطف تہا مولوی مقبول احمد سنی سے شیعہ ہو گئے ہین اور "ن ع" شیعہ سے سنی بس دونون کی تقریر مین وہی فرق تہا جو فساد اور صلح مین ہوتا ہے غرضکہ لکچر ختم ہوا مہاراجہ پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ ختم دربار پر "ن ع" کے پاس آکر کہا کہ تمہاری یہ برجستہ تقریر نہایت دلکش پر اثر تھی -

(دوسرا سین)

پرنسپل ڈائرکٹر اور دیوان ریاست سفارش کر رہے ہین کہ "ن ع" کی ترقی کی جاے مہاراجہ پرایویٹ کمرے مین اس کاغذ کو دیکھ رہے ہین اور یہ حکم لکھ رہے ہین -

ن ع " کی ایک دم سے پوری تین سو ماہوار تنخواہ مقرر ہو اور اپنے ہر دوسرے برس مبلغ عہ کا اضافہ دیا جائے یہاں تک کہ مبلغ چارسو تک پہونچ جائیں بعدازان نمبر کے لحاظ سے جب جگہ خالی ہو مبلغ پانچسو کی جگہ کی امید دلائی جائے۔

ڈراپ سین

ایک نقل۔ خدا اپنے گدھوں کو خشکہ کھلاتا ہے۔ خاتمہ۔

منیجر کی تقریر سن لے "ن ع" تجھے امید سے زاید کامیابی ہوئی اب شکر کر شکر اس کا نام ہے کہ جو نعمت تجکو ملے اُس کو وسیلہ گناہ نہ بنا اور خدا و رسول کی اطاعت کے واسطے مستعد ہو جا۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

برادرم قلیٹر کی داستان سن چکے۔ گاؤن میں موقع دربار پر پہونچگئی عنقریب فوٹو کھچوا کر ارسال ہوگا۔ اور "جغدیت" کا خاکہ پیش نظر ہوگا۔ اسرار عالم کے دو پرچے پہونچے، فی الحال کالج مین امتحان ہو رہا ہے انشاء اللہ تعالی ۱۵- اپریل کے بعد کوئی مضمون لکھونگا سفید کا مضمون واقعی عمدہ ہے بائسکل کا سین اور وہ ڈرامہ کا پیغام، اُف غضب کیا کیون نہو، پیارے خلیل سے تعلق ہے آپ نے وہ سین خوب کھینچا، اُف اُس نشیلی آنکھون والے کا

اُسکا بندہ ہون جو بندہ ہین محبت والے

والسلام

نواب

بھوپال چوک ۱۴- اکتوبر ۱۹۱۸ء

ذرا حضرت کی محویت دیکھئے ابھی تک عنوان مین بمقام بڑودہ تحریر کرتے ہین حالانکہ بھوپال آچکے ہین کیا بڑودہ مین کوئی ایسا تھا طلسمی کشش ہے کہ نوک قلم

قطب نما کی سوئی کی طرح اسی سمت کو پھر جاتی ہے!

اے حب وطن تیرا چلتا جادو کیا ہوا؟ کہ وطن کو تو جا رہے ہیں مگر طائر دل کی وہی وحشت ہے۔ غربت سے انس بیگانوں کی یگانگیت کا اثر نقش کالحجر اصل یہ ہے کہ وطن کی محبت اہل وطن کے باعث ہے، اہل وطن کا حال ظاہر ہے اعزہ کی عنایات محتاج بیان نہیں پھر اگر وطن جانے کی خوشی کا جوش نہ ہو تو کچھ تعجب نہیں۔

آپ کو رعایتی رخصت کب ملے گی مفصل حال سے جلد اطلاع دیجئے۔

توبہ شکن روزہ دار

نواب خانہ خراب

بھوپال چوک۔ ۲- اکتوبر ۱۹۳۰ء

برادرم۔ السلام علیکم۔ لفافہ موصول ہوا۔ ماشاء اللہ معاشرت بھوپال کا خوب خاکہ اڑایا ہے، واقعی مسلمانوں پر جو عیش پرستی کا الزام لگایا جاتا ہو اس کی اصلی حالت کا خاکہ اسلامی ریاستوں میں نظر آ جاتا ہے اور پھر رنگیلے بھائی صاحب کے ذریعہ سے سونے پر سہاگہ؟ مگر اس مرتبہ ایک بات کا افسوس ضرور ہے کہ نوبت باینجا رسید کہ "زاہد کی بے لوث محبوبہ اور نواب کی خیالی معشوقہ" بھی زمرۂ شہدا میں داخل ہو گئیں، میں جس وقت اسٹیشن سے مکان پر آیا کمرے میں قدم رکھتے ہی کیا دیکھتا ہوں کہ بڑا سا فوٹو سامنے لٹک رہا ہے اے یہ کس کا فوٹو ہے "یہی روزہ شکن" نہیں نہیں کس قدر دلفریب اور دلکش، آج ..... برس ہوتے ہیں جب کسی کی اٹھتی جوانی اور نغمہ جانسوز نے آنکھوں اور کانوں کو صم بکم عمی کا مصداق بنا دیا تھا اور شب بھر قیصر باغ کے کمرے میں چین نہیں نہیں تک فشان رکھا تھا۔

اُف۔ سے۔

کیا غرض لاکھ خدائی مین ہون دولت والے
انکا بندہ ہون جو بندے ہین محبت والے

کی سریلی صدا، دلکش آہنگ آجتک نہین بھولا۔ ع

ساقیا دے بھی مے روح فضا تھوڑی سی

مدتون خیالی سرور رہا پھر خیالی خمار بھی ہوا، اور آخر مین صرف ایک کھٹک سی باقی تھی مگر آہ کو لب تک آنے کی اجازت نہ تھی اب بہائی صاحب کے دخل در معقولات نے مجھے اس شعر کا مصداق بنا دیا۔ غالب ؎

بس ہجوم نا امیدی خاک مین مل جائے گی
یہ جو اک لذت ہماری سعی بے حاصل مین ہے

لیجئے آپ کے "جوان صالح" کی قلعی کھل گئی اگر اس کے گناہون کی فہرست یکصد سی رم پر تیار کی جائے تو ناکردہ گناہون کی حسرت کے نوٹ کے واسطے پورا صفحۂ آسمان درکار ہوگا۔ عیاذاً باللہ۔

مشرق کا ریویو نظر سے نہین گذرا کیونکہ وہ پرچہ میرے پاس نہین آتا۔ تپ دلرزہ کا ہر جگہ زور ہے خدا کرے اس کی نگاہ ذرہ پاش ان موٹے مسٹنڈون ہی تک محدود رہین اور دستے "استغفر اللہ" "من ہین دراز" ذرا عابد و حفیظ توبہ توبہ موٹیون کو ہشیار کر دیناب فقط

ساعئی بے حاصل

نواب

بھوپال ۔ چوک یکم نومبر ۱۹۰۸ء

برادرم ۔ السلام علیکم ۔ لفافہ مرسلہ پہونچا ۔ کچھ تو میان رمضان خان کے رخصت کرنے مین اور کچھ بی عید صاحب کی خاطر مدارات مین اسقدر الجھا رہا کہ ابھی تک جواب لکھنے کی نوبت نہ آئی ۔ ساتھ ہی گذشتہ ایام کی دلفریب یاد کچھ ایسی محو کرنے والی تھی کہ کسیطرف متوجہ ہونے کو دل نہین چاہتا تھا ۔ مانا کہ نہ وہ حسن رہا نہ اسکی آب و تاب لیکن کسی دلفریب خیال کیساتھ شرط وفا یہ ہے کہ ؎

زوال حسن پہ کیا ترک کیجئے الفت

خزان بھی دیکھئے جسکی بہار دیکھی ہے

عارضی حسن اور شہوانی حسن کا انجام یہی ہی ہو مگر افسوس آنکھین اُس وقت کھلتی ہین جب نہ حسن کی بہار رہتی ہو نہ عشق کا جوش ۔ قدیم یونانیون کا عقیدہ تھا کہ روح ایک ایسے چشمہ کا پانی پیتی ہی جس کے باعث تمام گذشتہ خیالات رنج و راحت کے محو ہوجاتے ہین ، کاش ایسے چشمہ کا حقیقی وجود ہوتا مگر افسوس ایسا نہین ہی ، جذبات کا رنگ ایسا پختہ ہوتا ہی کہ روح کے دامن سے کبھی چھوٹ نہین سکتا ۔ یہ وہ نشہ نہین ہو جسکو موت کی ترشی اتار دے بلکہ یہ وہ زخم ہو جو اگرچہ مندمل بھی ہوجائے مگر اسکا داغ مٹ نہین سکتا ۔ بیشک جزا و سزا کی اصل حقیقت یہی ہو ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ۔

آج کل مولوی شبلی صاحب یہان تشریف لائے ہوئے ہین ۔ ۲۱ ۔ نومبر کو ندوہ کا سالانہ جلسہ لکھنؤ مین ہوگا ، اس مرتبہ شرکت کا ارادہ مصمم ہو ابھی سے آپکو اطلاع دیتا ہون ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ نومبر تین دن کی رخصت کا انتظام رکھئے ۔ فقط والسلام

مشتاق دیدار نواب

نیوتنی اناؤ - ۱۲ - نومبر ۱۹۰۸ء

برادرم السلام علیکم - آخر ایک عرصہ کے بعد نیوتنی کی زیارت پھر نصیب ہوئی - در و دیوار کوچہ و بازار تو وہی ہیں مگر اس بلا کا سناٹا ہو کہ شہر خموشاں کا دھوکا ہوتا ہے تپ دلرزہ میں لوگ اس کثرت سے اور اس طور سے مبتلا ہیں کہ اگر گھر سے کوئی شخص کانپتا ہوا لڑکھڑاتا ہوا نکل بھی آتا ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہو کہ گویا نکیرین کے سوال و جواب کیواسطے اٹھایا گیا ہو - خیر تپ دلرزہ کا فشار تو عارضی ہو لوٹ پوٹ کر پھر لوگ اچھے ہو جاینگے، لیکن حقیقت میں اب ایسا معلوم ہوتا ہو کہ نیوتنی کی بہار مبدل بہ خزان ہو رہی ہو قصبہ میں رونق نام کو نظر نہین آتی - صدر اعلیٰ صاحب مرحوم کا گھر جس میں ہر وقت چہل پہل رہتی تھی میر اعظم علی کی للکار اور گالیوں کی باٹ دار آواز شیودین حلوائی کی دوکان سے سنائی دیتی تھی اب وہاں یہ حال ہو اور سناٹے کا یہ عالم ہو کہ فی الحقیقت الو بولتا ہو اور در و دیوار پر سبزہ اگ رہا ہو سہ

اگ رہا ہو در و دیوار پہ سبزہ غالب

ہم بیابان میں ہیں اور گھر میں بہار آئی ہو

بازار کی طرف نکل جایئے تو نہ دھن کٹی کی مسلسل آواز نہ میان میڈو کی گلخپ - البتہ یہاں تک کے اندر میان منجاین کی بھنبھناہٹ اور آیادر کی "رستم قرآن" کی صدائین متحیر گزرنے والے کے کانون مین گونج کر عجیب کیفیت پیدا کرتی ہین، سامنے کھپریا مہنیا اس سوگوار کی طرح جس کے آنسو انتہائے غم و الم سے خشک ہو گئے ہون سوکھی پڑی ہو - البتہ شیطانی فوج کے رنگروٹ مولوی بدر الحسن کی آنکھ بچا کر کبھی کبھی چھیڑ کا ذکر دیتے ہین اور وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے -

اورنگ آباد جائیے تو کچھ اور ہی سمان نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر رحمت اللہ کا مکان پوسٹ آفس کی بدولت اور ایسرے کی دوکان بیماروں کے باعث آباد نظر آتے ہیں۔ باقی سنسان البتہ ایک مکان داہنی طرف ایک خاص کشش رکھتا ہے منقول ہے کہ حضرت جبرئیل پیر کے درخت کے نیچے جسکو سدرۃ المنتہیٰ کہتے ہیں قیام پذیر رہیں یقین ہے ایسا ہوگا کیونکہ جب اس سرائے فانی میں قمری شاہ کے چار معصوموں کو پیر کا سایہ عطا ہوا ہے تو عالم بالا میں فرشتگان معصوم کے واسطے ویسا ہی ہونا چاہیئے۔

ماشاءاللہ چار دنیا وی تاروں نے نورانی کھٹولا بنایا ہے اور بیچ میں قطب تارا اللہم زد فزد۔ سچ تو یہ ہے کہ جیسی سچی خوشی اور روحانی لذت "فاتحوا" کے اعجاز بیانی سے نصیب ہوتی ہے کسی اور طریقہ سے خواہ بظاہر وہ کیسا ہی دلکش اور دلفریب ہو حاصل نہیں ہوسکتی کسی کا پیغام آئے کہ وہ آتے ہیں کوئی خلوت میں ہمراہ ہو اور لطف تنہائی اٹھائے سب کچھ ہی مگر یہ وہ شراب ہے جس کا انجام مار حمیم ہے ....

یہ کہیئے نوبت باینجا رسید۔ زرا سنبھلکر ؎

بوالہوس عشق اور تو کیا خوب

پاکبازی بھی شرط الفت ہے

مشتاق دیدار

"ل ن ع"

نوتنی آباد - ۱۰ نومبر ۱۹۵۰ء

برادرم السلام علیکم! قبل اسکے ایک لفافہ ارسال خدمت کر چکا ہوں۔ غالباً اب پہنچ گیا ہوگا اور مفصل حالات سے اطلاع ہوئی ہوگی۔ مشرق کا ریویو دیکھا حضرت صفدر کی عنایت کا ممنون ہوں، میرا سلام اور شکریہ ادا کر دیجئے گا۔

یہاں آج کل کام کاج کی وہ وقت ہے کہ الاماں جسے دیکھئے بیمار رہے کام چلے تو کیونکر چلے سخت پریشانی میں پھنس گیا ہوں۔ بہر حال دو تین ہفتے جس طرح کٹیں گے کاٹ دوں گا۔ قمری شاہ مع اپنے ذریات کے بخیریت ہیں۔

ایک دن عجیب تماشہ ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ کلہاڑی ہاتھ میں ہے اور قمری شاہ لکڑی چیرنے کے واسطے مستعد کھڑے ہیں ارے بھائی یہ کیا؟ بھیا کیا کروں کوئی لکڑی چیرنے والا ہی نہیں ملتا۔

بس بس آپ اپنی ہنر دانی بہت دکھا چکے اور تشریف لے جائیے دیکھا تو ہاتھ کلہاڑی کے بینٹ سے زخمی۔ اللہ اللہ یہ وہی قمری ہے کچھ عجب عالم ہے، فاعتبروا!!!

قمر علی بائی کے یہاں جب جانے کا اتفاق ہوا، کچھ اس طرح سے لپٹتا ہے کہ طبیعت نہایت متاثر ہوتی ہے۔ یتیم ہے بے ماں کا بچہ جس کسی کو محبت سے پیش آتے دیکھتا ہے اسی طرح لپٹتا ہے۔

آج کل یہاں رمضان کی [illegible] رضا کے [illegible] ہیں، عوض بھی ہیں مگر حالت یہ ہے ع

ہمہ را آتشِ حسرت دنیا دیدم

کس قسم کی دلچسپی نہیں ہے، پرانے خطوں کا ڈھیر جو الماری میں بند اکثر بخیال غم غلط کرنے کے دیکھا ہوں تو ایک پرچہ نکلا جب کہ عمر پانچ برس کی ہے حسب ذیل اشعار درج

تھے، خدا جانے اُس وقت طبیعت کا کیا رنگ تھا ہ

کیجیے قتل پر آتنا کیجیے — خود مرے خون کا دعویٰ کیجیے
خون بہا دینگے تمہارے گیسو — حال دل مجھ سے نہ پوچھا کیجیے
شوق دیدار کا ایسا یہ ہے — ٹکٹکی باندھ کے دیکھا کیجیے
نہ سہی ذوق تکلم نہ سہی — چشم و ابرو سے اشارا کیجیے

ق

ضبط کہتا ہو ذرا صبر ابھی — شوق کہتا ہو تقاضا کیجیے
صبر معلوم ۔ تقاضا مشکل — وعدہ پورا ہو کچھ ایسا کیجیے

دل پہ یا عمر رواں پر کس پر
آہ نواب بھروسا کیجیے

والسلام نواب۔

قندھاری بازار ۔ ۴ دسمبر سنہ ۱۹ء

ہائے یہ عذر بھی ہے عذر گنہ سے بدتر
کہتے ہیں غیر نے روکا ترے پاس آنے سے

جامع المتفرقین! بطفیل رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ دو مشتاقون کو جلد گلے ملائے۔ فانی کوشش، فانی ارادہ، پسر انانیت کا دعویٰ معاذ اللہ!
اب نہ کسی ارادہ سے کام نکلتا ہے نہ کوئی کوشش کارگر ہوتی ہے تیری رحمت پر بھروسہ ہے۔
خداوندا ہفتہ کا دن عید ہو رہا ہے، تو اسے زاہد و نواب کے واسطے عید المسلمین بنا دے

بار الٰہا! ہفتہ کو دس بجے دن کے وقت جو ریل جاتی ہے اُس پر ایک "معتوب درگاہ صدق و صفا" کو سوار ہونے کی توفیق عطا فرما۔ ارحم الراحمین اُسی ہفتہ کو ۲ بجے دن کا وقت دو مہجوروں کے واسطے اسی انداز سے تخلیق کر جس طرح "دونوں وقتوں کا گلے ملنا" مقرر کیا گیا ہے۔ آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔ آمین یا رب العالمین برحمتک یا ارحم الراحمین

الراقم

معتوب درگاہ الفت

بڑودہ ناگر واڑہ ۱۷ جنوری سنہ ۱۹۰۹ء

الٰہی خیر۔ معاملہ کیا ہے۔ یا بایں شور اشوری، یا بایں بے نمکی، ایک ماہ کے قریب ہوتا ہے خبر تک نہ لی کہ سفر میں جیتے ہیں یا مرتے ہیں۔

کرسمس کی تعطیل میں چپکے چپکے گھر بھی ہو آئے اور خبر تک نہ کی اگر اطلاع ہوتی تو کرسمس کی تعطیل بھوپال میں کیوں صرف کی جاتی۔

یا ایک دم کی مہلت نہ تھی اتوار کو بھی دن بھر کام کرنا ہوتا تھا یا اسقدر فرصت خیر اچھا ہوا کہ وطن جانے کی مہلت ملی اگر اطلاع بھی دی ہوتی تو لکھنؤ میں دو چار دن لطف رہتا۔ خیر جو ہونا تھا ہو گیا کیا اب خط لکھنے کی بھی قسم کھائی ہے۔ جی ہاں ایک دم کی مہلت نہ ہوگی میں نے مانا اگر ایک کارڈ بھی روانہ کیا مگر صد ابر نخاست، اُف اسقدر تغافل سے

دل جلانے کا تم کو ہو سیر سے حضر کس کا ہے
جسمیں تم آگ لگاتے ہو یہ گھر کس کا ہے

سے وفا۔ تغافل شعار۔ حیلہ جو۔ زاہد ریائی کا خطر وہ ہم نفس،

نواب

بڑودہ ناگرواڑہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۹ء

کہ بزمۂ پرسش گلے یہ پین ہم جو بے صلح ہو جا جنگ ہو کر

برادرم السلام علیکم

نازک مزاجی کا تھرمامیٹر جو جوش دل کے باعث ۱۰۵ درجے تک پہونچگیا تھا اب معذرت کی کونین کہانے اور غلط فہمی کا پسینہ نکلنے سے پھر ۹۹ درجہ تک آگیا۔ الحمدللہ علی احسانہ۔ البتہ نقاہت باقی ہی۔ انشاء اللہ دو چار لقافون کی پوڑیان کہانے سے رفع ہو جائے گی۔ اجی صبح وطن شام غریبان ہی تو پھر شام غریبان کا کیا پوچھنا۔ اٹون کی طرح چولھا چکی ساتھ لیے ہوئے جنگلون کی خاک چھانتے ہوے پرکار کے سرے کی طرح پھر وہین آ گئے جہان سے چلے تھے۔ احباب پوچھتے ہین گھر ہو آئے خوش تو رہے لکھنؤ کی خوب سیر کی کیسے کیا لائے۔ اگر این جانب دم بخود ہین کہین تو کیا کہین دیوالہ ہی نکل گیا لاتے تو کیا لاتے۔ یہی غنیمت ہے کہ سر پہ ٹوپی اور پاؤن مین جوتہ ہے۔ وہ تو کہیے کہ عین کالج کھلنے کے دن یہان پہونچے اور چپراسی کا خدا بھلا کرے بیچارہ ایک تھیلی مین کچھ سفید سفید کھنکتے ہوئے ٹھکرے لے آیا ورنہ آٹے دال کا بہاؤ معلوم ہو جاتا۔ سمجھیے یہ داستان سفر ہے۔ کیسے حالات کہان کے واقعات۔

پیدنہ کا بل کم بخت ابھی تک کارکنون کے پنجے مین ہے بک ڈپو کی تحویل مین روپیہ اب باقی نہین اور منگوایا جائے تو بل ادا ہو معاملہ اب کھجور پر اٹکا رہا ہے اور یہان یار قرض کمر توڑے دیتا ہے۔ خیر اب جمعہ ہو مارچ کا پہلا ہفتہ عید روزہ داران قرار پایا ہے۔

این ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر

چلمن کا جلوہ دھوپا نکلا مکان مقفل کمرہ بند جاال کاتب غائب قاصد لاپتہ خدا جانے

یہ آشیانہ کب تک اُجڑا رہے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو خانۂ خالی را دیو میگیرد کا معاملہ ہو جائے۔

بہرحال۔ ع

آشیاں جس نے بنایا وہی ڈالا ٹوٹا

آج کل یہاں مشاعرے کا بازار پھر گرم ہوا ہے گزشتہ اتوار کو جلسہ تھا۔ مصرع طرح

عید ہوتی جو گلے پر مرے خنجر ہوتا

حسب ذیل غزل لکھی گئی، سُنئے ؎

پلائے ساقی یہ جو مستی میں مرا سر ہوتا — وہ خوشی ہوتی کہ میں آپے سے باہر ہوتا
ہوس مال نہ ہوتی نہ غم زر ہوتا — دل شوریدہ اگر اپنا تو نگر ہوتا
یہ تو ہوتا کہ نہ رہ جاتی ہوس سینے کی — نہ سہی گر لب قاتل لب خنجر ہوتا
تو جو دو گھونٹ بھی چھپ کر کہیں پیتا واعظ — کاشف رمز حقیقت خط ساغر ہوتا
فلک تفرقہ پرداز نہ ملنے دیتا — مائل رحم کبھی گر وہ ستمگر ہوتا
تو نہ ہوتا تری آواز ہی آیا کرتی — گھر مرا کاش ترے گھر کے برابر ہوتا

ہم وا اُمید کے پھندے میں نہ پھنستے نواب
کاش اس دل کے عوض سینے میں پتھر ہوتا

والسلام

نواب

مؤلف کے نام

بڑودہ سیاجی گنج - ۱۳ دسمبر ۱۹۲۴ء

مکرمی سلام مسنون! مدت کے بعد آپ سے نصف ملاقات ہوئی غریب الوطنی کا بھلا ہو کہ برسوں یاران باصفا کا دیدار نصیب نہیں ہوتا، خیر یہی سہی ؎

دل ہو رہا ہے ایک رفیق کہن کے پاس
جتنا وطن سے دور ہوں اُتنا وطن کے پاس

یہ داہنا انگوٹھا قلم ہونا کیا معنی؟ کیا کوئی حادثہ پیش آیا؟ اب تو نصیب دشمنان بھی کہنے کا موقع نہیں کیونکہ واقعے سے انکار کیونکر، خدائے کریم آیندہ حوادث سے بچائے اور آپ کو ادبی خدمات کے لئے عرصہ تک صحت و عافیت سے رکھے۔

مرقع ادب کی کنگھی چوٹی کے لئے ایسے ہی مشاطۂ سخن چاہیے۔ چشم بد دور۔ مرقع نظر کیا، جنت نگاہ "نیرنگ" نکلے گا۔ غالب مرحوم کے غیر مطبوعہ خطوط ایک بیش بہا اضافہ ہوں گے مگر ذرا تحقیق کر لیجیے گا۔ اور ماخذ وغیرہ کا حوالہ دیجیے گا۔

سمع خراشی معاف اب کچھ "غریب شہر" کی بھی سن لیجیے۔ مدت سے گجرات میں رہتے رہتے مسخ ہو گیا ہوں ؎

محفل میں اس کی عرضِ تمنا نہ چاہیے — ساقی ہے خود کریم تقاضا نہ چاہیے
یہ شرط ہے کہ راز محبت نہ ہو عیاں — اپنے پہ [illegible] چاہیے
کہتا ہوں جب کہ دور کی کچھ سوجھنے لگے — [illegible]
انجام دیکھنا ہو لب یار کا ہمیں — آب بقا کا [illegible] چاہیے

دنیا نئی ہوس کی ہو جنت کی آرزو — زاہد خدا کیواسطے ایسا نہ چاہیئے
اے رہبر دحرم کبھی یہ بھی نہیں اسکے گھر — دیروز گذشت سے تجھے جھگڑا نہ چاہیئے

بس بس پسینہ آگیا چہرے پہ یار کے
نواب اس طرح سے تو شکوہ نہ چاہیئے

فقط والسلام

نیاز مند

نواب علی

خان بہادر میر ناصر علی ایڈیٹر صلائے عام کے خط مولف کے نام

جناب من! آپکا مضمون فارسی کا پہونچا ممنون فرمایا گو فارسی کی قدر نہین اور یہ مضمون ایک شخصی بحث سے متعلق معلوم ہوتا ہو مگر مین اس کو صلائے عام مین چھپنے کے لیئے دہلی روانہ کر دون گا۔

مجھے افسوس ہو کہ آپکے ہان ایسا حادثہ ہوا جس سے آپکو رنج وملال ہے۔ لیکن آپ صبر کرین دنیا مصیبتون کا گھر ہے اپر وردگار کی مرضی مین کیسکو اختیار نہین۔ مجھے ان دنون فرصت ذرا کم رہی اس وجہ سے خط وکتابت مین دیر ہو گئی، مگر جہان تک مجھے یاد ہے آپکی کوئی جواب طلب بات باقی نہین۔ جب آپکو فرصت ہو صلائے عام" کے لیئے کچھ لکھئے۔

نیاز مند۔ ناصر علی

پاٹودی۔ ۲۵ ستمبر ۱۹۱۵ء

دفتر صلائے عام فراشخانہ دہلی۔

۱۵ جنوری ۱۹۲۵ء

جناب من۔ پوسٹ کارڈ پہونچا۔ نہایت پاکیزہ تہا، نہ مجھے معلوم تہا کہ آپ کہاں ہین، صلائے عام آپکے پاس پہونچا کرے گا۔ آپ خاطر جمع فرمایئن، اِس وعدہ کے ساتھ ایک آرزو بھی ہے، کہ آپ "صلائے عام" کے لئے ایک مضمون مہینہ مین ایک دفعہ ضرور بھیجا کرین اور نہین تو جو، صلائے عام "پہونچے اُس مین سے جن مضامین کو آپ پسند فرمایئن اُن کا ریویو سخن گسترانہ مجھے بھیجا کرین۔ میری عمر زیادہ ہوگئی ہے، بڑھاپے مین مجھ سے زیادہ لکھا نہین جاتا، آپ اچھا لکھتے ہین۔

نیازمند

ناصر علی



نواب حیدر یار جنگ مولانا علی حیدر طباطبائی نظم لکھنوی کے خطوط

مؤلف کے نام

کرم فرما تسلیم! آپ نے مشاعرہ کی طرح بھیجی اسکے ساتھ میرے مکتوبات کی بھی فرمایش کی، مکتوبات کہاں جمع ہو سکتے ہیں طرح میں کچھ شعر کہہ لئے ہیں انہیں اشعار پر نقد و تبصرہ لکھکر بھیجے دیتا ہوں اسی کو مکتوب سمجھ لیجئے، اور یاران مشاعرہ کو میرا سلام پہونچا دیجئے آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صحبت میں اکثر میرے احباب بھی موجود ہونگے

افسوس ہے کہ میں نہ شریک ہوا ے

کہاں لے نظم لیکر کاروان صبر و تاب آیا
یہاں سو بار طوفان موج خیز اضطراب آیا

لفظ کاروان و طوفان سے پتہ چلتا ہے کہ عالم ہستی کو وادی تصور کیا ہے جہاں سے قافلے بھی گزرتے ہیں اور جس میں سیلاب بھی آجایا کرتے ہیں ے

خیال و خواب سا گزرا نظر مثل سراب آیا
یہی جلدی تھی جانے کی تو کیوں عہد شباب آیا

استفہام یہاں انشائے حسرت کے لیے ہے ۔ ے

لرز جاتا ہوں گر دل میں خیال ناصواب آیا
سمجھتا ہوں معاذ اللہ کوئی تیر شہاب آیا

ابلیس کی طرح اندیشہ بد کہاں نہیں دیتا اگر دل ابلیس تیر شہاب کی زد میں نشانہ تھا

نظر آیا ہ

سحاب تیرہ لیکر خیمہ مشکین طناب آیا

اور اس ظلمات مین لے کر نہ ساقی آفتاب آیا

آفتاب مبتذل سا استعارہ ہی جام شراب سے مگر یہان ظلمات مین آفتاب کا آنا کچھ تازگی رکھتا ہے ۱۲ ہ

شب غم مین ستارون کے لئے روز حساب آیا

کہ مین گنتا ہون تارے وہ سمجھتے ہین عذاب آیا

یعنی اختر شماری سے تارے تنگ آگئے ہین ۱۲

عبث کی گردش افلاک نے گہوارہ جنبانی

نہ دل ٹھہرا، نہ غم بہلا، نہ موت آئی، نہ خواب آیا

فصحا کا محاورہ یہی ہے کہ ٹھہرنے مین دونون طرح کی (ہ) بولتے ہین مخلوط وغیر مخلوط ۱۲

نکل لے جان مضطر مین بھی ہون اب ہمعنان تیرا

ٹھہر اے عمر رفتہ مین بھی تیرے ہم رکاب آیا

ہمراہ، اب ہم، مین کہلا کہلا آنا فرہے لیکن مجھ سے نہ ہو سکا کہ اس شعر کو نکال ڈالون ۱۲

ہنسی آئی، حیا آئی، چڑھی تیوری، ہین حیران ہون

یہ مجھ سے کیون نگہ پھیری یہ مجھ پر کیون عتاب آیا

کسے ہنسی آئی کسے عتاب آیا اس کا کوئی ذکر ہی نہین، مسند الیہ بلکہ کی بجان آدا کسی کو حذف کر دیا مگر یہ حذف بڑا لطف انگیز ہے ۱۲

اٹھا لیا زیر خنجر لطف نظارہ کا جی بھر کے نہ بسمل کی پلک جھپکی نہ قاتل کو حجاب آیا

غضب ہے اگر کوئی سمجھے کہ یہان خنجر اور بسمل و قاتل اپنے اصلی معنی رکھتے ہین غالب مرحوم نے اسی بات کو سمجھایا ہے ؎

مقصد ہے ناز و غمزہ ولے گفتگو مین کام
چلتا نہین ہے دشنۂ و خنجر کہے بغیر

یہی معلوم ہوتا ہے محبت سے حسینون کی — کہ مرنے کی مرادین ہان کہ عہد شباب آیا

کسی سے محبت کرنا اور کسی پر مرنا ایک ہی بات ہے ضرورت شعر نے مجبور کیا کہ عشق کی جگہ یہان محبت کا لفظ اختیار کیا جائے ۱۲

مہ نو کے اشارے سے یہی مطلب نکلتا ہے
کہ جو آیا سرائے دہر مین پا در رکاب آیا

ہلال دیکھتے ہی دیکھتے چھپ جاتا ہے یہی اس کا اشارہ ہے اور اس اشارہ سے یہی مطلب نکلتا ہے کہ اس سرا مین جو آیا بہت جلد جانے والا ہے رہی تشبیہ یعنی ہلال کو رکاب سے استقدر مبتذل ہو گئی ہے کہ اس مین کچھ لطف نہین رہا ۱۲

تجلّے طاقت رفتار کیا کہتی ہے جھک جھک کر
مین اب جھک جھک کے چلتا ہون کہ سنلون کیا جواب آیا

جھک جھک کے چلنے کا سبب یہ ہے کہ مین سننا چاہتا ہون کہ طاقت رفتار کی طرف سے جواب آیا ؎

اثر یہ ہے خلوص قلب کا رندان میکش کے
دعا کو جب اٹھایا ہاتھ گھر گھر کر سحاب آیا

خلوص قلب کا یہ مرتبہ ہے کہ گنا ہون سے بھی اُسے ضرر نہیں پہونچتا شعرا ہمیشہ سے اس مذہب

کی تائید کرتے آئے ہین ؎

جواہر ریز ہو گردون طرب انگیز ہے ہامون
شفق سے شیشۂ شبنم مین یاقوت مذاب آیا

یعنی شفق کا عکس شبنم مین ایسا ہو جیسے یاقوت گداختہ ۱۲

فلک زیر فلک ہو کائنات اس بزم ہستی کی
خُم عشرت کا پیمانہ حباب اندر حباب آیا

حباب کی ہستی کچھ اعتبار نہین رکھتی اس سے پیمانۂ مے کی حالت ظاہر ہے کہ وہ بھی بے ثبات ہین ۱۲

نہ پوچھو دم نکلنے مین تھی کیا لذت شب غم مین
اجل اس طرح سے آئی کہ مین سمجھا کہ خواب آیا

بعض لوگ "اس طرح سے" "نہین کہتے" "اس مین" سے "کو زائد سمجھتے ہین، اس سے مجھے اتفاق نہین ہے ۱۲

نہ جا میخانہ مین اے نظم ہم کہتے نہ تھے تجھ سے
وہان سے ہو کے سرشار و سیہ مست و خراب آیا

شعر جب حقیقت پر محمول نہو تو یہی قرینہ ہے اس بات کا کہ اس مین استعارہ ہے یعنی میخانہ مین جانے سے لذت دنیا مین منہمک ہونا مراد ہے اور خراب ہونا استعارہ ہے برے نتائج سے جو انہماک لذت سے پیدا ہوتے ہین ایک ناصح مشفق کی زبانی شماتت کے لہجہ مین اس مضمون کو ادا کیا ہے۔

نظم طباطبائی - بازار نورخان
حیدرآباد دکن ۲۶ جنوری ۱۹۲۵ء

شعبۂ تالیف و ترجمہ عثمانیہ یونیورسٹی

حیدرآباد دکن

۷- فروری ۱۹۲۵ء

حضرت صفدر صاحب شفیق کرم فرما تسلیمات

طرح کی غزل کو آپ نے بہت پسند کیا اور حد سے زیادہ داد مجھے دی ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہو کہ یہ خیال میرے دماغ میں بھی نہ سما جائے۔

آپ کی دونوں غزلیں میں نے پڑھیں اچھے اچھے عاشقانہ شعر قلم سے ٹپکے ہوئے معلوم ہوتے ہیں، اور وہ تصنع سے پاک ہیں۔ غزل میں سب کا حصہ ہو، کچھ واقعہ نگاری میں مفصل حال کھلتا ہو قلم سے جو شعر ٹپکے نہیں وہ ہمیشہ بے لطف ہوتا ہی جس شعر کے متعلق شاعر کو خود شک ہو کہ یہ کچھ لطف رکھتا ہو یا نہیں اکثر وہ شعر بے لطف ہی ہوتا ہی، یہ مصرع

پڑی ہو خاک جنپر وہ مرقع دیکھے جاتے ہیں

بالکل صحیح ہی۔ لفظ دلکش بہی صحیح ترکیب رکھتا ہو اس کے لئے سند کی ضرورت نہیں ہاں صحیح لفظ ز خود رفتگی ہو، لیکن اساتذہ اگر خود رفتگی کو نظم کر چکے ہیں تو انکی سند کافی ہو جائے گی، اسیر مرحوم کا مصرع شاید یوں ہو۔

مری دیوار کو وہ دے گئے چھلا نشانی کا

یعنی میرے خانۂ تن کی دیوار گرنے والی تھی انہوں نے نشانی کا چھلا اس دیوار میں دیکر سنبھال لیا۔ جب دیکھتے ہیں کہ دیوار کمزور ہو گئی ہو تو ایک تہ اینٹ چونے کی اس پر چڑھا دیتے ہیں شاید معمار اسی کو چھلا دینا کہتے ہیں۔

یادش بخیر جناب حکیم دانش صاحب کو میری طرف سے سلام شوق پہونچا دیجئے گا۔

نیاز مند

علی حیدر طباطبائی

سید محمد نصیر الدین احمد صاحب تمنا کا خط حضرت زاہد کے نام

۱۸ ستمبر ۱۹۱۲ء

جانشین گنج الہ آباد

ڈیر زاہد صاحب السلام علیکم۔ آیئے عید مل لیجئے، مبارکباد باشد، بھائی معاف کرنا رمضان المبارک کی وجہ سے جواب نہ دے سکا، اب عید کا قُل ہو گیا، مگر موسم لاابالی ہونے کی وجہ سے آبالی سیویوں سے اس مرتبہ قطعی پرہیز کیا گیا، البتہ ضعف و نقاہت سے سیویوں سے زیادہ باریک ہو گیا ہوں، مصمم قصد تھا کہ رمضان المبارک میں آپ کو خط لکھ کر دل بہلاؤں مگر خدا نے بڑی خیر کی کہ میں نے خط نہ بھیجا ورنہ جیسے مرزا صاحب غفران مآب کا خط آپنے لعبتان کوہسار کے ہاتھوں میں یکے بادیگرے تھما دیا تھا اسی طرح تمنا علیہ الرحمۃ کا بھی بطور افطاری اُن کے نازک نازک ہاتھوں میں تھما دیتے تو اُن کے حق میں تو "ہم خرما و ہم ثواب" ہو جاتا مگر بارہ دن کا روزہ تو بالکل ہی نامکروہ تحریمی ہو جاتا، جل جلالہٗ و جل شانہٗ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ میرا قلم اس مبارک ماہ میں نہ اٹھا کیونکہ اللہ میاں کے یہاں جب ہم تم پہنچی تو اُس وقت کوئی کلمہ نہ آتا، لعبتان کوہسار مجرے کے بہانے اور مرزا صاحب دورہ کے حیلہ اور آپ دفتر کے حوالہ سے کنائی کاٹ جاتے۔ اُس وقت افطاری کی کوری کوری ہنیا لیاں مجھ غریب کے سر پڑتی جاتیں کسی معصوم کا مقدمہ تو تھا نہیں کہ چار سو روپیہ

خرچ کر کے جان بچنے کی امید ہوتی، خیر خدا نے جو کچھ کیا بہتر کیا، آئندہ بھی خیریت ہے۔
کیوں بھئی اونچی جگہ پہونچکر آپ بلا مشورہ میڈیکل بورڈ میں خوب خرے اُڑا رہے
ہیں۔ کم سے کم مرزا صاحب کو تو تار پر بلایا ہوتا، آپ کو تو گھر بیٹھے مفت لعبتان کو ہمار
یسر ہیں، یہاں کہاں سی زکام میں علاج کے لئے لعوق سپستان بھی یسر نہیں۔
اچھا بھیا روزدن کے نظرے کا اناج انہیں جنت کی قمریوں کو خوب کھلاؤ تاکہ
جنت میں بھی یہ تمہارے کام آئیں۔ آہ زاہد سہ

مل جائے گا موقع جو کبھی دادرسی کا
اللہ سے زاہد تری فریاد کریں گے

مرزا صاحب عنقریب بمبئی نہضت فرما ہونے والے ہیں اور وہاں گناہوں کا استنجا سمندر
میں پاک کر کے واپس آئیں گے۔ غالباً اس وقت تک آپ بھی لیڈی اسٹک لئے
الہ آباد میں گھومتے نظر آئیں گے، یہاں ہیضہ کا آج کل بہت زور ہے نامی نامی آدمیوں کو
پچھاڑ ڈالا چنانچہ شیخ عبدالصمد صاحب رئیس و شاہ حاجی جان صاحب پدر بزرگوار ارشد
صاحب و عبدالحمید صاحب برادر نواب عبدالمجید صاحب میر احد علی صاحب برادر نسبتی بیرسٹر
صاحب چودہری جمال الدین صاحب، اب اور نام یاد نہیں آتے تکیہ دار سے دریافت کر کے
فہرست فوتی ارسال کرونگا انشاءاللہ میاں کے یہاں یکم اکتوبر کو زبردست پنچایت ہونے
والی ہے جمنا مشن کالج کے پرنسپل ڈاکٹر ایون صاحب بھی راہی ہوگئے یہ شاید پریسیڈنٹ
بننگے بنجانے وہاں کس مسئلہ پر بحث ہونے والی ہے اور وہاں دو ایک نامی شاہدان بازاری کی
اوٹنگ ہو گئی ہیں وہاں کانفرنس کے بعد گانے بجانے کا بھی جلسہ ہوگا اس جلسہ کے اہتمام کیلئے
کالکا دین وہاں پہلے سے موجود ہیں۔ زیادہ والسلام۔ تمنا

جناب مولوی نور الحسن صاحب نیر خلف مولینا محسن کاکوروی کا خط قاضی محمد جلیل صاحب رئیس اعظم بریلی کے نام

بندہ پرور زاد لطفہ تسلیم! والا نامہ صادر ہوا جناب کی ناسازی مزاج دریافت کرکے قلق ہوا خدا کرے اب صحت درست ہو آمین آپ کی زیارت اتفاقیہ مجکو نصیب ہوئی وہ چند ہی منٹ کی کیون نہو لیکن وہی سمان آنکھوں کے سامنے ہے، اور دل جو ایسے ذی علم حضرات کی ملاقات کا شیدائی ہے آپ کی عنایت و محبت کا بندہ بے دام ہوگیا ہے لغت کا کام اوقات فرصت مین برابر جاری ہے۔ اللہ تعالی تکمیل کو پہونچائے ہندوستان کے ہر حصے سے لغت کی طلب مین خطوط آرہے ہین۔ اور جی چاہتا ہے کہ پہلا حصہ جلد شائع کردیا جائے۔ لیکن کاغذ کی گرانی ہمت پست کئے دیتی ہے جنگ یورپ کے ختم ہونے سے پیشتر اسکی اشاعت مناسب نہین ہے۔

گورنمنٹ اور والیان ملک سے اس زمانہ مین قدر دانی کی کوئی امید نہین ہے پیشہ کی مشغولی لغت کے کام مین خلل انداز ہے۔ محاورات مع اسناد حرف ی تک لکھے جاچکے حرف با بالکل مرتب ہے۔ بقیہ حروف کی باری آگئی محاورات اردو کے اردو مین معنی لکھنا اور ترتیب دینا آسان کام نہین ہے زیادہ وقت اسی کام مین صرف ہوتا ہے مین نے کوشش کی ہے کہ فارسی کے منقولہ محاورات اور امثال جو اردو زبان کا جزو ہوگئے ہین حتی المقدور چھوٹنے نہ پائین مثلاً "بدین ریش ثقی" "باید و شاید" "برات عاشقان بر شاخ آہو" وغیرہ وغیرہ

نیاز مند نور الحسن وکیل

دلِ بیتاب کی اُس بُت کو خبر ہو کہ نہین — پھر نالون مین خدا جانے اثر ہو کہ نہین
جسکی رگ رگ مین کھٹکتا ہے وہ نیا ہے کیونکر — وہ درد دل ہو کہ نہین تیر جگر ہے کہ نہین
تم نڈر ہو کے ستم ڈھاتے ہو میرے دل پر — یہ سمجھتے نہین اللہ کا گھر ہے کہ نہین
غیر کے بننے بگڑنے سے مٹا جاتا ہے — دلِ ناداں تجھے اپنی بھی خبر ہو کہ نہین

گلشن بشر مین آرام سے سونے والے
اپنے نیر کی تجھے کچھ بھی خبر ہے کہ نہین

جناب مجھگوا ہادی جبابی ایم اے ہادی مچھلی شہری کا خط مولانا عثمان

جعفری ایم اے کے نام

میرے قدرشناس عزیز! محبت نامہ پہونچا، آپنے جن سچے جذبات کا اظہار فرمایا ہے انکے شکریہ سے میری زبان قاصر ہے میرے خیال مین اُس شخص سے زیادہ جس کی اُسکے اعزہ اور اہل وطن قدر کرین خوش قسمت نہین کیونکہ اس مصرعہ کی صداقت کو ؎

لعل قیمت کو پہونچتا ہے بدخشان چھوڑ کر

پیش نظر رکھتے ہوے اس بات کی بہت کم اُمید کی جا سکتی ہے، آپ کے اظہار خلوص نے میرے دل کو گھنٹون بے چین اور مضطرب رکھا اور مجھے یہ معلوم ہوا کہ گویا آج میری محنت ٹھکانے لگی، مجھے خدا نے خلقتاً ایک پُر درد دل عنایت فرمایا ہے اور میری شاعری اُسی کے درد انگیز جذبات کی ایک تصویر ہے، میرا مقصد شاعری سے صرف اسقدر رہی کہ خود رود ن اور دوسرون کو رلاؤن، اگر یہ مقصد حاصل ہو تو مین خود کو کامیاب سمجھون گا ورنہ کچھ بھی نہین

جس غزل کا آپ نے تذکرہ فرمایا ہے اُس زمین میں میری دس غزلیں ہیں مجھے اپنی شاعری کا دعویٰ نہیں بلکہ بعض اوقات تو یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ بے سروپا اشعار اس قابل بھی ہیں کہ کوئی اُنکی جانب متوجہ ہو۔

غزلوں کا بہت کافی ذخیرہ میرے پاس جمع ہو گیا ہے آپ خود غور فرمایئے اور دیگر ارباب نظر کو بھی دکھایئے۔ اگر آپ لوگوں کی رائے میں میری بکواس کسی قابل ہو تو اس کی اشاعت کا انتظام کر دوں۔ ورنہ اس دفتر بے معنی کو سپرد خاک کر دوں۔

میرے قدر شناسوں میں سے ایک صاحب حکیم الطاف احمد آزاد سہارنپوری حیدرآباد تشریف لیگئے ہیں اور غالباً اپنے صاحبزادے محمد احسان احمد کے ساتھ مقیم ہیں افسوس مجھے انکا پتہ معلوم نہیں شاعری میں ایک خاص رنگ کے موجد اور بڑے پائے کے اُستاد ہیں اگر انکا پتہ مل سکے تو اُن سے ضرور ملئے گا اور میرا تذکرہ کیجئے گا۔

آپ کے اظہار خلوص کے شکریے میں چند غزلیں روانہ کرتا ہوں اگر آپ چاہیں تو ان غزلوں کو کسی اخبار یا رسالہ میں شائع کرا سکتے ہیں اور اگر فرصت ملے تو تنقید و تبصرہ ورنہ یونہی سہی۔

کبھی کبھی بذریعہ خط و کتابت یاد فرما لیا کیجئے۔

آپکا دور افتادہ ہموطن خاکسار آزادی

۱۲- دسمبر ۱۹۲۳ء از علیگڑھ

جناب حکیم سید ولایت حسین صاحب واصل نیتوی کا بقیہ خط

حضرت زاہد کے نام

(سلسلہ کیلئے دیکھو صفحہ ۱۹۳، ۱۹۴ و ۱۹۵ حصۂ اول اڈیشن دوم)

الموڑہ - ۲۰ - جون ۱۹۰۸ء

اس وقت اِن کے خم معدہ میں درد تھا، مجھ سے کہا میں نے مذاقاً نہیں کہا تھا کہ آپ میرا علاج کر سکتے ہیں بلکہ واقعی میرے پیٹ میں درد ہو رہا ہے، میں نے اصرار کرکے پیٹ کھلوایا اور مقام درد دیکھکر ایک سفوف اور دو گولیاں درد کی کھلائیں، خدا کی عنایت شامل تھی فوراً درد موقوف ہوگیا، اس کا لمبے چوڑے الفاظ میں شکریہ ادا کیا گیا چونکہ اثنائے گفتگو میں ان کو معلوم ہوا تھا کہ انگور شتہا ہے، ٹوکری سے پانچ سیب نہایت اعلیٰ نکالے اور یہ کہکر میری طرف بڑھا دیئے (یہ کسی خوبصورت چہرہ کے دو نمودار حصہ کے نمونے ہیں) میں نے فوراً سیبوں کو بیباکی سے چوم لیا، اسپر شرما کے آنکھیں نیچی کرلیں، لیکن مسکراہٹ کا انداز بتا رہا تھا کہ میری یہ حرکت اُن کو ناگوار نہیں گزری بلکہ ایک حد تک میری حاضر جوابی سے خوش ہوئیں، پھر اُنھوں نے عجب عجیب صورت اور ذائقہ کے اکثر میوے مجھے دیئے کہ بعض میں نے انمیں سے ہندوستان میں کہائے تھے اور بعض کو دیکھا اور سُنا بھی نہ تھا۔ بعد اسکے ایک بڑا ٹکڑا مجھے ایسی مٹھائی کا دیا جسکو میں نے ذائقہ میں نہایت خستہ بالوشاہی کے قریب قریب پایا۔ آخر میں، ایک گلاس برف کا پانی بھر کر اُس میں ڈبیہ سے ایک سفوف سفید رنگ کا چھوڑ دیا، جس سے پانی قند کے شربت سے زیادہ شیریں اور خوش ذائقہ ہوگیا، مطابق اُن کے بیان کے یہ ایک پھل کا سفوف ہے جسے پنجاب میں رؤسا و اُمرا

بعد غذا اکثر اور کبھی غیر وقت غذا پیتے ہیں، میں اُن کی ہر عنایت پر سیٹ سے اٹھکر فرشی سلام کرتا تھا، غالباً میری یہ ادائیں اُن کو بہت پسند آئیں۔ کیونکہ وہ کوشش کرتی تھیں کہ میں متواتر وہ ادائیں انکو دکھاتا رہوں سب عنایتوں کے بعد میلے کاغذ کے سنہرے ڈبل سگرٹ دیے وہ بھی نہایت خوشبودار اور خوش ذایقہ پائے گئے۔

ان سب صفات خداداد پر مذاق شاعری نہایت ستھرا اور پاکیزہ ہے مجھ سے شعر پڑھنے کی فرمایش کی اور سنکر ایسی عمدہ داد دی کہ جی خوش ہوگیا۔

.... کہنے لگیں کہ میں آپ سے خط وکتابت تو نہیں کرسکتی لیکن کبھی الہ آباد آسکتی ہوں اور نہایت آزادی کے ساتھ مل سکتی ہوں۔ میں نے اُنکی نوٹ بک میں آپ کا نام اور پتہ اور عہدہ لکھوا دیا ہے۔ پھر میرے اظہار محبت میں اور اُن کے اظہار خلق میں جو مزید ار گفتگو ہوئی وہ لکھنا مناسب نہ معلوم ہوا زبانی کہوں گا لیکن خلاصہ کلام لکھتا ہوں، ان سے مطلب اخذ کیجیے گا۔ اثنائے گفتگو میں حقیقت میں عمداً لیکن بظاہر ایک عالم محویت کا اظہار کرکے انہیں کی سیٹ پر جا بیٹھا، پہلے جھجکیں لیکن مجکو از خود رفتہ پا کر کچھ سمجھکر تعرض نہ کیا، میں نے بڑی بہادری کی یہ کہا کہ مجکو آپنے اپنا خادم بنایا چھوڑنے کو کسی طرح جی نہیں چاہتا۔ اسپر مسکرا کر جواب دیا کہ یہ میری صورت کی کشش ہے لیکن مجھے آپ سے کیوں اُنس ہوگیا، میں نے کہا کہ میرا دلی تعلق اور اصلی خوشامد یہی سبب ہوا، کہنے لگیں سچی قسم کھائیے، میں نے شدید قسمیں کھائیں، اس پر ایک ذرا سا تامل کیا اور کہا کہ یہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں ایک باعصمت عورت ہوں، میں نے جواب دیا میری نظر میں آپ کی عصمت آپکے یقین سے بہت زیادہ ہے ورنہ میں بے قرار ہوتا، بات ٹال کر کہنے لگیں کہ آپ کو اگر اس مضمون کا جس میں (عصمت) کے متعلق کسی شاعر نے

کہا ہو اگر یاد ہو تو سنائیے، میں نے فوراً ہی یہ شعر پڑھا ؎

حسن یوسف نے اچھا گُل کھلایا مصر میں
چاک دامانی سے پیدا پاک دامانی ہوئی

اس شعر پر مسکرا کر داد دی، اور ساتھ ہی اس کے یہ فقرہ بھی کہا کہ پھر آپ سے ملنے کی کیا صورت ہوگی میں صورت تصویر خاموش رہا۔ خود ہی یہ فرمایا، اچھا آپ کراچی آئیے کرایہ آمد و رفت میرے ذمہ، میں نے اقرار کیا پھر کہا آپ واپسی میں نینی تال آئیے، میں نے اس کا بھی اقرار کیا، پھر میں نے اصرار کیا کہ نینی تال سے واپسی میں الٰہ آباد ضرور آئیے۔ اقرار کیا کہ حتی الامکان اب آخری سین محذوف جس کا خطرہ ظاہر ہوتے ہوتے رہ گیا، افوہ کیا لکھوں، خیر لکھ ہی دوں، انگڑائی لیکر کہنے لگیں، آپ کے زانو پر سر رکھ دوں، میں نے نہایت شوق ظاہر کر کے دبی زبان سے کہا کہ اگر دل زیادہ بے قرار ہوگا تو میں بوسہ لیلوں گا۔ کہنے لگیں کہ ایسا نہ کیجئے گا اس سے ایک حد تک میری بے عفتی اور آپ کی بدطینتی ثابت ہوگی، میں نے کہا میں یقین دلاتا ہوں کہ میں تعظیمی بوسہ دوں گا اس سے آپ کی بے عفتی اور میری بدطینتی نہیں ہو سکتی، یہ امر زیر بحث ہی تھا کہ تلہر کا اسٹیشن آگیا اور اُن کے دیور صاحب آگئے، میں کھڑا ہو گیا لیکن انہوں نے نہایت متانت سے گجراتی زبان میں اُس سے کچھ کہا اور مجھ سے فارسی میں کہا کہ اب آپ کسی جگہ مجھ سے مل کر جب تک میں مخاطب نہ ہوں کوئی بات نہ کیجئے گا، میں حیرت کے ساتھ گاڑی سے اتر کر اپنے سونے کمرے میں آگیا ؎

کر کے بسمل وہ مجھے چھوڑ گئے
ایسے ملنے سے نہ ملنا اچھا

۹ بجے شب کو بریلی پہونچے وہ سین نظر نہ آیا ساڑھے ۱۰ بجے وہاں سے روانہ ہو کر کاٹھ گودام سے

پہلا اسٹیشن لعل کنواں ہے وہاں نظارے خوش گذرے پر اکتفا کی گئی لیکن کاٹھ گودام میں پانچ بجے سے پونے ۹ بجے تک دیدار کا لطف لیا پھر وہ ایک تانگے پر سوار ہو کر اشارہ دل میں خدا حافظ کہکر رخصت ہو گئیں اور ہم یہاں کلیجہ تھام کر رہ گئے - پھر ہم بھی وہاں سے ڈانڈی پر سوار ہو کر روانہ ہوئے، راہ کا حال پھر لکھوں گا - میرے سب ملنے والوں کو میرا بہت بہت سلام کہئے گا - اور جو خواہش کریں اُن کو میری دُکھ بھری داستان یعنی میرا خط سُنا دیجیے گا -

ننھے نواب عفی عنہ

جناب سلطان احمد صاحب واقف بسولی کے خطوط مؤلف کے نام

۱۸ مئی ۱۹۱۵ء لکھنؤ

اب کے بہار آنے سے ایسی ہوا چلی ٹوٹی وہ شاخ جس پہ مرا آشیانہ تھا

مائی ڈیر صفدر سلام شوق! ایسی افتاد پڑی کہ مجبوری سے وہ دوکان چھوڑنا پڑی اور اب تک دوسری دوکان نہیں ملی، میں خانہ بدوش تھا اور اب تک ہوں، اتفاق سے آپکا کارڈ ملا غالباً مجھے تلاش کرکے واپس [illegible] کرنا [illegible] لکھنؤ میں قیام ہوا تھا، انشاءاللہ اشاعت کی کوشش کرونگا کتاب میں نے دیکھی ہے اور ترجمہ کی [illegible] باقی باتیں خیرآباد میں [illegible] ملنگا [illegible] طرح میں خود اشعار [illegible] - ع جو گرہ میں [illegible] کیا کیا کیسے ارمان لیتے ہیں -

۲۱ جولائی ۱۹۱۵ء امین آباد پارک نمبر ۲۲ بالاخانہ

صفدر صاحب [illegible] سنتے ہیں آپکے قرآن [illegible] ہیں۔ آپکے دوست شاکر صاحب ایکدن کہہ گئے کہ [illegible] اگر سچ ہو تو کبھی تشریف لائیے، بہت سی نظمیں سنانا ہیں، جلد آئیے تو اچھا ہے فصل گزری جاتی ہے - باقی زبانی میرا حال [illegible] میری زبانی - نیازمند سلطان احمد

جناب سید محمد افضل صاحب ضیا وقف الہ آبادی کا خط مؤلف کے نام

محسن من حضرت صفدر صاحب مرزاپوری اطال اللہ عمرہ بالعز والقدر

سلام شوق قبول ہو میری اس بے تکلف اور غیر متعارفانہ تحریر پر آپکو تعجب تو ضرور ہوگا اور کیوں نہ ہو حقیقتاً میں ایک گمنام شخص ہوں شعر و شاعری اسیقدر جانتا ہوں کہ دنیائے سخن میں میرے انکار کا عدم و وجود برابر ہے، اردو کی خدمت کے قابل نہیں اور بدقسمتی سے مکروہات دنیوی کے مصائب ناخوشگوار میں مبتلا ہو کر کچھ عرصہ سے یاد پیمائی کے لئے اہل زبان اور اہل وطن سے سیکڑوں کوس فاصلہ پر علاقہ بھوپال کے ایک گوشہ مقام قصبہ رائسین میں پڑا ہوں۔ چند سال بھوپال خاص میں رہنے کا ضرور اتفاق ہوا اور وہاں کچھ روز حضور احمد حضور نعیمی مرحوم و مکرمی جناب محوی و مہر جیسے مخلص احباب کی خدمت بھی کی دائرہ ادبیہ بھوپال کی ایک چھوٹی انجمن بھی محوی صاحب کی سرپرستی اور توجہات سے بڑی پُر رونق رہی لیکن حضور نعیمی کے اُٹھتے ہی گویا مذاق کا رنگ پھیکا پڑ گیا وہ مشاعرہ احباب کے جلسے جاتے رہے اور جب سے محوی صاحب نے لکھنؤ میں قیام فرمایا ہے وہ باتیں خواب و خیال ہو گئی ہیں مجھے بندگی بیچارگی نے رائسین آنے پر مجبور کیا یہاں جب سے آیا ہوں مشاغل علمی سے بھی دست بردار ہو جانا پڑا ہے نہ کوئی ہم مذاق ہے نہ ہم خیال غرض زندگی کے دن ایک بے لطفی سے بسر کرنے پڑے ہیں۔ محوی صاحب سے اکثر میں نے آپکے حسن اخلاق وغیرہ کی بیحد تعریف سنی اور مشتاق رہا کہ کبھی آپکی زیارت سے شرفاندوز ہوں لیکن آجتک یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ ایکدن اپنے کرم و محترم مولوی محمد عثمان صاحب جعفری مچھلی شہری کی خدمت میں حاضر تھا صاحب موصوف نے تذکرہ احباب کے سلسلہ میں انکو بیتاب کر دینے والے حسرت بھرے مضامین کا ایک خط جو انکے پاس آپنے بھیجا تھا اور جسمیں اپنی اہلیہ مرحومہ اور بچوں کی دائمی مفارقت کے صدما کا اظہار فرماتے ہوئے کچھ اشعار تحریر فرمائے تھے مجھے دکھا کر بیچین کر دیا خط کیا ایک نشتر غم تھا جسکے درد انگیز الفاظ نے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اُسوقت سے مجھے اور زیادہ شوق پیدا ہوا کہ سر دست بذریعہ تحریر ہی شرف تعارف حاصل کر لوں، آپ میرے [illegible] نہیں بلکہ [illegible] بھی ہیں اور بہر مذاق سلیم ارتقائے فن کے ایک اچھے رکن سمجھے جاتے ہیں اسلئے اسقدر تکلیف دینے کی جسارت ہوئی معاف فرمایئے گا۔

آپنے اپنی تالیف لطیف نادر روزگار نشاط سخن کی ایک جلد مولانا کے پاس بھیجی تھی جسکو انکی بھوپال سے واپسی تک اپنے پاس رکھکر دیکھنے کی شرط پر میں نے اُن سے حاصل کر لی ہے اور دیکھ رہا ہوں واقعی ان اصلاحی مسودات جیسے جواہر پاروں کے جمع کرنے میں آپکو بڑی دقتیں پیش آئی ہونگی، اور بیشک اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہونیکا فخر نشاط سخن کو حاصل ہوتا۔ آپکی بلند خیالی کا میں بہت شکر کرتا ہوں۔ نیز خیال مرقع ادب کے دیکھنے کا بھی اشتیاق ہے، براہ کرم اپنی غزلیات میں سے دو چار شعر بھی مرحمت فرمایئے بہت مشتاق ہوں۔ فقط ۲۲ اگست [illegible] آپکا سچا نیاز اندیش سید محمد افضل وقف الہ آبادی۔

ختم شد